القرآن الحکیم

مع ترجمہ مستفاد

از ترجمتین

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ و ۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ

اور

تفسیر سراج البیان

از

علامہ محمد حنیف صاحب ندوی

ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار ۔ لاہور (۸)

۵۳- وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

۵۴- وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَكِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ۝

۵۵- قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ۝

۵۶- وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡهَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝

۵۷- وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ

۵۳- اور میں (یوسف) اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتا۔ بیشک نفس تو برائی پر ابھارتا ہے مگر جب میرا رب رحم کرے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

۵۴- اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ کہ میں اُسے خالص اپنی خدمت میں رکھوں۔ پھر جب اُس سے بات چیت کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے پاس معتبر اور امانت دار ہے۔

۵۵- یوسف بولا، مجھے ساری سرزمین کے خزانوں پر مقرر کر دے۔ میں نگہبان واقف کار ہوں۔

۵۶- اور یوں ہم نے یوسف کو اس ملک میں جگہ دی، زمین میں جہاں چاہتا رہتا تھا، ہم اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

۵۷- اور ایمانداروں اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا

نفسِ امّارہ کی شورشیں!

ف نفس کا اطلاق قرآن میں کئی معنوں میں ہوا ہے نفس کے معنے خون تن کے اور عین کے بھی اور روح یا جان کے بھی۔ تاکید کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

یہاں سے مراد ترغیبات کا وہ مرکز شعوری ہے جو گناہوں کی تحریک پیدا کرتا ہے اور برائی کے لئے گوناگوں جواز کے پہلو تلاش کرتا ہے۔

یعنی حضرت یوسف فرماتے ہیں کہ نفس بشری کا تقاضا تو یہی تھا۔ کہ میں دعوت معصیت کو قبول کر لیتا اور بالخصوص ان حالات میں جب کہ خود عزیزِ مصر اظہار عشق کر رہی تھی۔ مگر نفس نبوی نے روکا۔ پیغمبرانہ عفت و عصمت آڑے آئی۔ اور میں فسق و فجور کے دام تزویر سے صاف بچ کر نکل گیا۔

اب حضرت یوسف کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جب وہ غلامی سے آقائی کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں اور عزیزِ مصر کے مقرب خاص قرار پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری حکومتوں کے طریقے مختلف اور عجیب ہیں۔ دیکھو اتا عدگی سے ہم نے حضرت یوسف کے جوہروں کو نمایاں کیا ہے۔ اور کن کن مشکلوں سے گزر کر انہوں نے اس منصب کو حاصل کیا ہے۔

بات یہ ہے اللہ اپنے خاص بندوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اخلاق جب اس درجہ بلند ہوں۔ تو نصرت الٰہی یقینی ہے۔

حلِّ لُغات

اَسۡتَخۡلِصۡهُ - اپنے لئے چھانٹ لوں۔

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

۵۸ - وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ
فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

۵۹ - وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ
ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ
اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا
خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝

۶۰ - فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ
لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝

۶۱ - قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
لَفٰعِلُوْنَ ۝

۶۲ - وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا

ثواب بہتر ہے ○

۵۸ - اور یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس گئے
تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا ○

۵۹ - اور جب ان کا اسباب انہیں تیار کر دیا تو یوسف نے
ان سے کہا اپنے اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے میرے
پاس لے آنا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پیمانہ
دیتا اور اچھا مہمان نواز ہوں ○ ف

۶۰ - اگر اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو تمہارے لئے
میرے پاس پیمانہ نہ ہوگا۔ اور میرے نزدیک نہ آنا ○

۶۱ - بولے اس کی بابت ہم اس کے باپ کو پھسلائیں گے
اور ہم (ضرور) ایسا کریں گے ○

۶۲ - اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی پونجی
ان کی تھیلیوں میں رکھ دو شاید جب وہ اپنے لوگوں میں

ف اللہ کی حکمت دیکھئے۔ وہ بھائی جو اپنے زعم میں یوسف علیہ السلام کو مار چکے تھے۔ اور جو اس کے اقتدار کے دشمن تھے۔ آج اس کے دربار میں کھڑے ہیں۔ اور پہچانتے نہیں ۔

حضرت یوسف اپنے بھائی بنیامین سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کو بھی آئندہ اپنے ساتھ لاؤ میں تمہیں اناج پورا پورا دیتا ہوں۔ اور مہمان نواز بھی ہوں۔ اور اگر اسے اپنے ساتھ نہ لاؤ گے۔ تو غلہ نہیں ملے گا ۔

حلِ لغات

الْمُنْزِلِیْنَ - ٹھہرانے والا - نزول سے بنا ہے ۔

بِضَاعَة - پونجی - بدل، سیار، اشتراک، بسکہ وغیرہ ۔

۸۷۶۱

اِنْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝
۶۳- فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا
يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ
مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ
لَحٰفِظُوْنَ۝
۶۴- قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حِفْظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ۝
۶۵- وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ
رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ
هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ
اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ

واپس جائیں (تو) اسے پہچان لیں، شاید وہ پھر لوٹ آئیں۝
۶۳- پھر جب اپنے باپ کی طرف واپس گئے (تو) بولے
اے باپ پیمانہ ہم سے روکا گیا، تو ہمارے بھائی
کو ہمارے ساتھ بھیج، کہ ہم بھرتی لائیں اور ہم
اُس کے محافظ ہیں۝ ف۱
۶۴- اُس نے کہا، میں تو اب تمہارا اعتبار کرتا نہیں
مگر ہاں جیسا میں نے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا
اعتبار کیا تھا ویسا ہی تمہارا اعتبار اس پر بھی کر رہا ہوں سو اللہ
اچھا نگہبان ہے اور وہ مہربانوں میں بڑا مہربان ہے۝
۶۵- اور جب اپنا اسباب کھولا تو اپنی پونجی پھیری ہوئی پائی
بولے، اے باپ اور ہم کیا چاہیں، یہ ہماری
پونجی موجود ہے ہمیں پھیر دی گئی۔ ہم اور غلہ
اپنے اہل کے لئے لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے

بُرائی کا جواب نیکی سے

ف۱ پونجی اور سرمایہ کو واپس کر دینا۔ کمال اخلاق کی دلیل ہے بھائیوں سے تو جو ہو سکتا تھا کی مخالفت کی اور حضرت یوسف کی یہ نوازش ہے کہ انہوں نے ان سے یہ احسان کیا۔ یا یوں بھی ہوا۔ اور پونجی بھی لوٹا دی۔

اصل یہ ہے کہ برائی کا بہترین انتقام نیکی ہے۔ وہ لوگ جو بلند اخلاق کے زیور سے آراستہ ہیں۔ کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔ وہ حسن سلوک اور مروت سے پیش آتے ہیں بلکہ مخالف کے دل میں خود بخود اخلاق حسن پیدا ہو۔ اور وہ اپنی غلطی کو پہچانے۔ اس طرح سے عداوتیں دوستی سے بدل جاتی ہیں۔ اور کینے محبت سے زائل ہو جاتے ہیں۔ اسلام اسی طرز عمل کو پسند کرتا ہے۔ اور بہتر قرار دیتا ہے۔

ف۲ حضرت یعقوب چونکہ پہلے سے زخم خوردہ تھے اور حضرت یوسف کی وجہ سے دل پر چوٹ تھی۔ اس لئے آسانی کے ساتھ اُن کی باتوں پر اعتماد نہ کر سکے۔ ہر چند انہوں نے حفاظت کا یقین دلایا۔ حضرت یعقوب نے یہ جواب دیا۔ اور کہا کیا تم وہی نہیں ہو۔ جنہوں نے حضرت یوسف کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ اور کیا اس سے قبل اسی قسم کے الفاظ یوسف کے متعلق تم نے استعمال نہیں کئے؟ اور اب اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ بنیامین کے ساتھ تم دغا نہیں کرو گے۔ اور اسے صحیح و سالم مجھ تک واپس لے آؤ گے۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حِفْظًا۔ سے غرض یہ ہے کہ مجھے صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ وہ بہترین محافظ ہے۔ میں اگر تم پر بھروسہ کروں گا بھی۔ تو محض اس لئے کہ میرے اللہ کی بھی حفاظت ہے۔ اگر خدا کی نظر عنایت ہے۔ تو مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں۔ اور اگر وہی آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے تو پھر ہر طرح بے بس ہو کر صبر کرنا ہوگا۔

بِعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝
۶۶ - قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى
تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ
بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ
مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ
وَكِيْلٌ ۝
۶۷ - وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ
وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ
وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝
۶۸ - وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ
مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

اور ایک اونٹ کی بھرتی زیادہ لائیں گے یہ بھرتی آسان ہے ○
۶۶ - بولا، میں اُسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا
جب تک اللہ کو درمیان لاکر مجھ سے عہد نہ کرو کہ
تم اُسے میرے پاس واپس لاؤ گے اور تم سب قید نہ ہو جاؤ پھر جب
اُنہوں نے اُس کا عہد کر لیا۔ تب بولا جو باتیں ہم کہتے ہیں
اُن پر اللہ (کافی) کارساز ہے ○ ف۱
۶۷ - اور کہا اے بیٹو، مصر میں تم سب ایک ہی دروازہ سے داخل نہ
ہونا، اور متفرق دروازوں سے جانا۔ اور میں تمہیں
خدا کی کسی بات سے بچا نہیں سکتا۔ حکم اللہ
ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا، اور
اہل توکل کو اُسی پر بھروسا کرنا چاہیئے ○ ف۲
۶۸ - اور جب وہ جیسے ان کو اُن کے باپ نے کہا تھا اسی طرح
علیحدہ علیحدہ مصر میں داخل ہوئے تو خدا کی تقدیر کو یہ احتیاط نہیں ٹال سکتی تھی

ف۱
باوجود مضبوط عہد لینے کے پھر بھی اللہ پر بھروسا کیا ہے
اور اسی کو کارساز قرار دیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ توکل
ظاہری اسباب پر توکل کرنا جائز نہیں۔ خدا پرستی یہ ہے کہ
ایک طرف ضروری تدابیر اختیار کی جائیں۔ اور دوسری
جانب یقین واثق ہو کہ ان اسباب میں خیر و برکت پیدا
کرنا اللہ کا کام ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا خطرہ

ف۲ حضرت یعقوبؑ کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ لڑکے مصر میں ایک
دروازہ سے داخل نہ ہوں۔ اس میں حکمت و حزم پر مبنی ہے
کہ اہل شہر کے دلوں میں خدا جانے کیا کیا شکوک
پیدا ہوں اور لوگ اجنبیوں اور سلطانوں کو ایک گروہ کی
شکل میں دیکھ کر کہیں شبہ میں گرفتار نہ کر دیں۔ اور قبل اس
کے کہ وہ ... بدظنیوں کا شکار نہ
ہو جائیں۔

یہ بات قرین قیاس بھی ہے۔ یہ سب بھائی
کنعانی تھے۔ مصر ان کے لئے پردیس تھا،
اس لئے امکان تھا، کہ لوگ انہیں اس طرح ایک
ساتھ دیکھ کر شور نہ مچاویں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت
یعقوبؑ کو یہ ڈر تھا۔ کہ کہیں میرے لڑکوں کو نظر نہ لگ
جائے۔

نظر کا اثر مسلم ہے۔ آنکھوں میں ایسی مقناطیسی
قوت ہوتی ہے، کہ جس کو دیکھا جائے۔ وہ متاثر
ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: "اَلْعَيْنُ حَقٌّ"
یعنی نظر لگ جانا درست ہے۔

آج جدید علوم میں بھی نظر کی قوت و تاثیر تسلیم
کیا گیا ہے۔ مسمریزم اسی فن کی تکمیل کا نام ہے۔

(باقی برصفحہ ۵۸۱)

شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ
قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○
٦٩- وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ
أَخَاهُ ۖ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○
٧٠- فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ
فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ○
٧١- قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ○
٧٢- قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن
جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ
زَعِيمٌ ○

بھی نہیں بچا سکتی تھی مگر یعقوب کے دل میں ایک
خواہش تھی جو اس نے پوری کی اور یعقوب البتہ ہماری
تعلیم سے صاحبِ علم تھا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ○
٦٩- اور جب یوسف کے پاس گئے تو اس نے اپنے بھائی
(بنیامین) کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تیرا بھائی
ہوں سو تو غمگین نہ ہو ان کاموں سے جو وہ کرتے رہے ہیں ○
٧٠- پھر جب ان کا سامان تیار کر دیا، تو اپنا پیالہ اپنے
بھائی کے شلیتے میں رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے
پکارا۔ اے قافلہ والو، تم چور ہو ○
٧١- وہ ان پر متوجہ ہو کر بولے، تمہارا کیا جاتا رہا ○
٧٢- کہا بادشاہ کا پیالہ کھو گیا ہے اور جو کوئی
پیالہ لائے۔ اسے ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں
اس کا ضامن ہوں ○

(بقیہ حاشیہ)
مگر حضرت یعقوب کے لیے ذو علم
کا لفظ، چاہتا ہے کہ مقصود کوئی
بلند علم ہو۔ اور وہ سیاست ہو سکتا
ہے۔ یعنی اولاد یعقوب کا اس حالت
میں اکٹھا شہر میں وارد ہونا، سیاسی
پیچیدگیوں کا باعث ہو سکتا تھا
جسے حضرت یعقوب نے اپنی
سیاسی بصیرت کی بنا پر معلوم کر
لیا۔

حلِ لغات

اٰوٰی اِلَیْہِ۔ شفقت و عزت سے جگہ دی۔
السِّقَایَۃُ۔ پیمانہ۔
صُوَاعَ۔ اناج کا پیمانہ، اور پیالہ۔
زَعِیْمٌ۔ کفیل۔

۷۳- قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ○
۷۴- قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ○
۷۵- قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○
۷۶- فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ○

۷۳- بولے۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور ہم کبھی چور نہ تھے ○
۷۴- وہ بولے۔ اگر تم جھوٹے نکلے، تو چور کی کیا سزا ہے؟ ○
۷۵- کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے شلیتے سے نکلے وُہی اس کا بدلہ ہے۔ ہم ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں ○
۷۶- پھر اس نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے اُن کے شلیتے دیکھنے شروع کئے پھر اپنے بھائی کے شلیتے کو پیالہ نکالا۔ یوں ہم نے یوسفؑ کو داؤ بتلایا۔ ف۱ وہ اپنے بھائی کو قانونِ شاہی کے مطابق ہرگز نہیں لے سکتا تھا مگر جو اللہ کو منظور ہوتا۔ جس کے ہم چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے ○

حضرت یُوسفؑ کا حُسنِ تدبیر

ف۱ حضرت یوسفؑ کے قصّہ میں بات صرف یہ ہے کہ بنیامین آپ کا سگا بھائی ہے۔ مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ آپ بوجہ شفقت و محبت اُسے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے بھائیوں سے اسے طلب کیا ہے۔ جبرًا و قہرًا روک لینا مناسب نہیں۔ اس لئے ایک تدبیر کی کہ جو نہایت [illegible] ہے۔ اناج ناپنے کا پیمانہ بنیامین کی بوری میں رکھوا دیا۔ اور اس کے بعد تلاشی ہوئی۔ برادرانِ یوسفؑ کو طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ بادشاہ کا کٹورا کھو گیا ہے۔ کہیں تمہارے پاس تو نہیں ہے۔ انہوں نے انکار کیا اور صفائی میں کہا تم ہمارے حالات سے آگاہ نہیں ہو۔ ہم چور نہیں اور نہ اس غرض سے آئے ہیں کہ یہیں بد اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ اس کے بعد خود سزا تجویز کی کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس تمہارا کٹورا مل جائے تو ہم تمہاری غلامی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تلاشی کے بعد بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا۔ اور حسب معاہدہ وہ حضرت یوسفؑ کے اسیر قرار پائے۔ اس عجیب و غریب طریقے سے بھائی بھائی سے مل رہا ہے۔ راز داری بھی قائم ہے۔ رہا اعتراض کی بھی گنجائش نہیں۔ اس سے قبل آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ بنیامین سے حضرت یوسفؑ متعارف ہو چکے ہیں اور ان سے کہہ چکے ہیں کہ فکر نہ کرو۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔ گویا اس تدبیر سے دونوں بھائی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تدبیر کو اپنی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت یوسفؑ کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے نہایت کامیابی سے اس طرح سے تدبیر کو نبھایا۔

ظاہر ہے اس قصہ میں کہیں حضرت یوسفؑ کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ تاویل کی ضرورت ہے۔ اس میں سچ اور جھوٹ کی تعریف میں لوگوں کو شبہ ہوا ہے۔ ہر واقعہ کے اظہار کو سچ اور اس کے اخفا کو جھوٹ سمجھا گیا ہے۔ جس سے اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ سچ اور جھوٹ کے لئے کچھ اور پہلو بھی قابل غور ہوتے ہیں۔

جھوٹ نتیجہ ہوتا ہے۔ پست ترین جذبہ کے اظہار اور دوسروں کو دکھ دینے کا۔ اور یہاں ان دونوں باتوں سے کوئی بات نہیں۔ بنیامین پہلے سے آگاہ تھے۔ اخفا نیک مقصد کے لئے ہے۔ بھائی اپنے عزیز بھائی کی خاطر ایک تدبیر (باقی بر صفحہ ۵۸۳)

۷۷ - قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ
فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ
قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝
۷۸ - قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا
شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
۷۹ - قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا
مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ
اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝
۸۰ - فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
نَجِيًّا ۚ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ

۷۷ - بھائی بولے، اگر اس نے چوری کی تو کیا تعجب
اس کے بھائی (یوسف) نے بھی پہلے چوری کی تھی
یوسف نے یہ بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھی اور ان پر ظاہر نہ
کی، اور کہا تم درجہ میں بدتر ہو، اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو
اللہ خوب جانتا ہے ۝ ف۱
۷۸ - وہ بولے۔ اے عزیز، اس کا ایک باپ ہے جو
بہت بڈھا اور بڑی عمر کا ہے سو اس کے بدلے ہم میں سے
ایک کو رکھ لے، ہم تجھے نیک شخص دیکھتے ہیں ۝ ف۲
۷۹ - کہا، اللہ کی پناہ، کہ ہم سوائے اس کے جس کے پاس
سے ہم نے اپنا مال پایا ہے اور کسی کو پکڑیں، اگر ہم
ایسا کریں تو ہم بے انصاف ہوئے ۝
۸۰ - پھر جب وہ اس سے ناامید ہوئے تو اکیلے
صلاح کرنے بیٹھے۔ جو ان میں بڑا تھا بولا کیا

پرورش کے کار لاتا ہے اس میں کیا حرج ہے؟ مقصود کے تجویز و مآل مفید ہے۔ وہ بچھڑے ہوئے بھائی آپس میں مل رہے ہیں۔ یہ ایک قسم کا حسین تدبیر ہے۔ معاملہ فہمی ہے۔ وقتی تدبیر کی ہے۔ کہ اپنے بھائیوں کو مجبور کرنا ہے کہ وہ بنیامین کو حضرت یوسف کے سپرد کر دیں۔ اس میں کیا مضائقہ ہے؟

فی الحقیقت یہ حقیقت ہے کہ یوسف علیہ السلام اس وقت حاکم تھے اس صورت میں ایسے اقدام تدبیر کی ضرورت ہے جس سے ان کی قانونی حاکمیت نمایاں ہو۔ نیز یہ غلط ہے کہ ہر مقام پر صادق کی پوزیشن بہتر ہے۔ بعض وقت مقابلہ ہوتا ہے عقل و خرد کا اور سچائی کا۔ جو پیش نظر ہوتی ہے مصیبتوں کا۔ ایسے مقامات میں حرم احتیاط ہو گئے تو عاقل دانائی نہیں ہوتی۔ پیغمبر جس قدر صادق القول ہوتے ہیں۔ اسی قدر ان میں دانائی و حکمت بھی ہوتی ہے جس سے وہ مخالفین کی چالوں کو سمجھتے ہیں۔ کوری سچائی جس کے ساتھ عقل کی آمیزش نہ ہو، حماقت ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا)

اس کے بھائی بھی چور تھے

ف۱ چوری کی نسبت حضرت یوسف کی جانب ہے یعنی یوسف کا بھائی ہے کہ بنیامین نے پیالہ نہ چرایا ہو۔ کیونکہ اس کا بھائی بھی تو ایسا ہی تھا، یہ بہتان ہے۔ اسی لیے حضرت یوسف نے فوراً ٹوکا نہیں کہ اور کہا: حقیقت اصلیہ سے اللہ کے سوا اور کوئی آگاہ نہیں۔ غرض یہ ہے کہ اپنی بےگناہی پیش کی جائے۔ اور کہا جائے کہ ہم شرفاء سے ہیں۔ یہ بچہ اور اس کا بھائی البتہ خطاکار ہیں۔ اس لیے ہمیں آپ معاف فرمائیں۔ ان لوگوں کو کیا معلوم تھا ہم کس کے دربار میں ہیں؟ اس لیے چھوٹی بے خوفی سے اتہام تراشا۔ دروغ گو کو غم بڑھتے تو ایسی کر سکتے ہیں۔

ف۲ جب اس حربہ کو بھی انہوں نے چلتا ہوا نہ دیکھا۔ تو دوسری صورت اختیار کی۔ لگے لجاجت کرنے۔ کہنے لگے کہ اس کا بڈھا باپ غم و فراق میں گھل رہا ہوگا۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو اس کے بدلے میں رکھ لیجئے۔ اور بنیامین کو چھوڑ دیجئے۔ حضرت یوسف نے فائدہ کا جواب دیا۔ کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ ہم تو اسی کو گرفتار کریں گے۔ جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے۔ ہم ظلم کا ارتکاب نہیں کر سکتے

تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ
عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ
قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ج
فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ
لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ج وَهُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○
٨١ - اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا
يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ج وَمَا
شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا
كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ○
٨٢ - وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا
وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ط
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○

تم نہیں جانتے؟ کہ اس کے بارہ میں تمہارے باپ نے
تم سے اللہ کا عہد لیا ہے، اور پہلے تم یوسف
کے بارہ میں (بھی) قصور کر ہی چکے ہو۔ تو میں
تو اس مُلک سے ہرگز نہ سرکوں گا جب تک
میرا باپ مجھے حکم نہ دے یا اللہ میرا فیصلہ کرے اور وہ
سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ○
٨١ - تم باپ پاس چلے جاؤ، اور کہو کہ اے
باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ اور ہم نے
وہی گواہی دی، جو ہم جانتے تھے۔ اور ہم
پوشیدہ بات کے نگہبان نہ تھے ○
٨٢ - اور اس شہر (والوں) سے پوچھ، جس میں ہم تھے
اور اس قافلہ سے (پوچھ)، جس میں ہم آئے ہیں
اور ہم ضرور سچے ہیں ○ ف

ف

آخر یہ لوگ مایوس ہو گئے۔ اور انھوں نے دیکھا کہ اب کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اب بنیامین کا یہاں سے چھڑوائے جانا ناممکن ہے۔ اس لئے اب اس صلاح میں پڑ گئے کہ ابا کو کیا جواب دیں گے۔ یوسف کی وجہ سے پہلے ہی بدنام ہیں۔ اب اور بھی بھرم کھل جائے گا۔ ہم ابا کو یقین دلا کر لائے تھے۔ کہ پوری پوری حفاظت کریں گے۔ اب کس منہ سے کہیں گے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں آسکا۔ صلاح و مشورہ کے بعد قرار پایا۔ کہ اصل واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے ہم کیا جانتے تھے کہ یہ اس طرح چور بنے گا۔ ہمیں غیب کی کیا خبر تھی۔ جو پہلے سے معلوم کر لیتے۔ ہم کہیں گے۔ آپ اپنی تسلی کے لئے قافلہ سے دریافت فرما لیجئے۔ مصر سے تحقیق کیجئے۔ ہم اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔

غرض یہ تھی کہ جب یوسف کے جھوٹے معاملہ کو ہم نے سچائی کا رنگ دے دیا تھا۔ اور باپ کو باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ اس موقع پر تو ہمیں بالکل کسی فریب کی ضرورت نہیں۔ ہمیں سچائی پر پورا اعتماد ہے۔ ڈر کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ایک قسم کی تسلی تھی۔ جس سے انھوں نے اس سانحہ کو فراموش کرنے کی کوشش کی۔ اور دل میں اس کی اہمیت گھٹانا چاہی۔

حلِ لُغات

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔ یہاں ترک کے معنوں میں مستعمل ہے۔

۸۳ - قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

۸۳ - یعقوب بولا، ہرگز نہیں بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے۔ اب صبر بہتر ہے۔ اُمید ہے کہ اللہ اُن سب کو میرے پاس لے آئے گا۔ وہی ہے خبردار حکمتوں والا ○ ف۱

۸۴ - وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ○

۸۴ - اور یعقوبؑ نے اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے افسوس یوسف پر۔ اور اُس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئی تھیں اور وہ غم کے مارے چپ چاپ گھونٹ رہا تھا ○ ف۲

۸۵ - قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ○

۸۵ - بولے اللہ کی قسم، تو یوسف کا تذکرہ نہ چھوڑے گا۔ جب تک تو گُھل یا مر نہ جائے گا ○

۸۶ - قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

۸۶ - بولا۔ میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ ہی کی طرف کرتا ہوں، اور میں اللہ سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○

ف۱

جب یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے۔ اور اُنھوں نے یہ داستانِ غم سُنائی۔ تو آپ نے نہایت تاسف کے ساتھ اس کو سُنا۔ مگر یقین نہ ہوا۔ کیونکہ یہی لوگ تھے جنھوں نے اس سے قبل یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی جھوٹ بولا تھا۔ فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔ میں بہر حال صبر کا پتھر چھاتی پر رکھتا ہوں۔ اور اس صدمہ کو برداشت کرتا ہوں۔ مجھے خدا سے اُمید ہے کہ یوسفؑ اور بنیامین دونوں بھائی بالآخر مجھ سے ضرور ملیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور ملاقات کا سامان بہم پہنچائیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ وجدانِ صحیح سے حضرت یعقوبؑ کو یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یوسفؑ زندہ ہیں۔ اور بنیامین بھی ان کے پاس ہیں۔ اور دونوں اکٹھے میرے پاس آئیں گے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنیں گے۔ مگر انھیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس وقت یہ لوگ بے قصور ہیں۔ دُور کی خبر معلوم ہو جاتی ہے مگر قریب کے حالات سے آگاہ نہیں۔ اس لیے کہ غیب کی کنجیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس قدر چاہتا ہے۔ اپنے بندوں کو غیب سے مطلع کر دیتا ہے۔

انبیاء کا علم و وجدان جس سے ان کو غیوب پر اطلاع ہوتی ہے۔ محض وقتی ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت انھیں ہر چیز کا علم ہو۔ البتہ اللہ کے منشاء کے مطابق وہ ضروریات کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے حضرت یعقوبؑ مدت تک اصل حالات سے آگاہ نہیں ہو سکے۔

حضرت یعقوبؑ کا غم!

ف۲ باپ کا بیٹے کے فراق میں رنج اور غم کھانا فطری بات ہے۔ مگر حضرت یعقوبؑ صرف یوسفؑ کے باپ ہی نہیں۔ بلکہ ایک قوم کے بھی باپ ہیں۔ جن کی جانب اُن کو نبوت کی عظمت دے کر مبعوث کیا گیا ہے۔ اس لیے غیر معمولی بات ہے۔ کہ ایک پیغمبر اپنے بیٹے کے ریا (بقیہ صفحہ ۵۸۶)

۸۷- يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ
وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ
اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ
اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○
۸۸- فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَ
جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ
لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ○
۸۹- قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ
بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ
جٰهِلُوْنَ ○
۹۰- قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا

۸۷- بیٹو، جاؤ، اور یوسف اور اس کے بھائی
کی تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ
ہو، اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی نا امید
ہوتے ہیں ○
۸۸- پھر جب یوسف کے پاس آئے بولے اے
عزیز، ہم پر اور ہمارے گھرانے پر سختی آپڑی
ہے۔ اور ہم ناقص پونجی لائے ہیں، سو تو
ہمیں پورا پیمانہ دے اور ہمیں خیرات دے
اللہ خیرات دینے والوں کو ثواب دیتا ہے ○
۸۹- یوسف نے کہا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم نے
یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جبکہ
تم جاہل تھے ○
۹۰- وہ بولے کیا سچ مچ، تو ہی یوسف ہے؟ کہا میں

فراق میں رقت کے مارے گھل جائے ۔

بات اصل یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوب تبلیغ و
اشاعت کے فرائض نبوت سے ادا کر رہے تھے۔
اور بڑھاپے سال میں سلسلہ کی ضرورت تھی۔ اپنی اولاد
میں یوسف کے سوا کوئی اہل نظر نہ آتا تھا۔ جو قوم
کا بہترین قائد بن سکے۔ اس لئے اس کی گمشدگی
کا غم نسبتاً زیادہ ہوا ہے۔ اور یہ غم واندوہ یوسف کے
لئے اس حیثیت سے نہیں۔ کہ وہ پیارا بیٹا ہے۔ بلکہ
اس حیثیت سے کہ وہ آپ کا بہترین وارث ہے
اس سے قوم کی امیدیں وابستہ ہیں۔ یہ دراصل دین
وملت کا ہی غم تھا۔ جس سے حضرت یعقوب متاثر
تھے ۔

حل لغات

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ - یعنی انکھوں وقت - آنکھوں
میں آنسو بھر آئے ۔

كَظِيْمٌ - جو اندر ہی اندر گھٹتا رہے۔ اور اظہار
غم نہ کرے۔ وغصہ کا ضبط کرنے والا۔ اس سے
حضرت یعقوب کے صبر کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

رَّوْحِ اللّٰهِ - اللہ کی رحمت۔ یہ تو ہر بنائے عقیدہ
ہے۔ کہ مسلمان کسی وقت بھی مایوس نہ ہو۔ اور
یا فراست ایمیں راز ہے۔ کہ امید کا دیا قلب و دماغ
میں روشن ہے ۔

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ
عَلَيْنَا ۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
۹۱ - قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ○
۹۲ - قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ○
۹۳ - اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ
عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ
بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○
۹۴ - وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ
اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ

میں یُوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے
ہم پر فضل کیا۔ بیشک جو ڈرتا اور صبر کرتا ہے
تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○
۹۱ - بولے۔ اللہ کی قسم خدا نے تجھے ہم پر برگزیدہ
کیا۔ اور بیشک ہم خطا وار تھے ○
۹۲ - بولا۔ آج تم پر کچھ الزام نہیں۔ خدا تمہیں
معاف کرے۔ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ
مہربان ہے ○ ف۱
۹۳ - میرا یہ کرتا لے جاؤ، اور اسے میرے باپ کے
منہ پر ڈال دو، کہ وہ بینا ہو کر چلا آئے گا اور
اپنا سارا گھرانا میرے پاس لے آؤ ○ ف۲
۹۴ - اور جب قافلہ نکلا۔ تو اُن کے باپ نے کہا
کہ مجھے یُوسف کی بُو آتی ہے۔ اگر تم مجھے

برادرانِ یُوسف کی ندامت

ف۱

اب وقت آگیا تھا، کہ حضرت یوسفؑ اپنے چہرہ انور سے نقاب کشائی کریں۔ اور بھائیوں کو بتادیں، کہ جس یوسف کو تم نے کنعان کے تاریک کنوئیں میں پھینکا تھا۔ وہ اس وقت عرشِ حکومت پر جلوہ گر ہے چنانچہ جب بھائی دوبارہ مصر میں غلہ لینے کے لئے گئے تو حضرت یوسفؑ نے کہا، کیا تم وہی نہیں ہو جنہوں نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ یہ فریب کئے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا، کہ بچے کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ اور ان باتوں کا بجز یوسفؑ کے اور کسی کو علم نہیں تھا۔ تو پکار اٹھے کہ کہیں تمہیں تو یوسفؑ نہیں ہو۔ یوسف کو کہا، ہے کہ باوجود اس علم کے کہ بھائیوں نے تکلیف دی ہے۔ اُن کی جانب سے معذرت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ عجب کی بات ہے۔ اگر تم نادان تھے اور بھائیوں کا اخلاق، یہ ہے کہ تم غلطی کا اعتراف کرلیتے ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ اللہ نے تم پر بڑا کرم کیا ہے اور یقیناً تمہیں ہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ بھائی نادم ہیں اور اپنے کئے پر پچھتا رہے ہیں۔ تو نہایت فراخدلی کے ساتھ کہا جاؤ۔ آج کے دن تم پر کوئی عتاب نہیں کیا جائے گا میں تم سب کو خالص دل سے معاف کرتا ہوں۔

ف۲ قمیص دینے سے غرض یہ تھی، کہ باپ کو تسلی ہو اور وہ اس نشانی کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ کی زندگانی کا یقین کرلیں۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ واقعی میرا بیٹا یوسف زندہ ہے۔

حلِ لُغات

تَثْرِیْب۔ سرزنش، ملامت۔
یَاْتِ بَصِیْرًا۔ آ کر، ہو جائے گا، معلوم کریگا۔ محاورہ ہے۔

تُفَنِّدُوْنِ ○
۹۵- قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ
الْقَدِيْمِ ○
۹۶- فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ
عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○
۹۷- قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ
اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ○
۹۸- قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○
۹۹- فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ
اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ

بہکا ہوا نہ بتلاؤ ○
۹۵ - لوگ بولے، اللہ کی قسم تو اپنی قدیمی غلطی میں ہے ○ ف ۱
۹۶ - پھر جب بشارت دینے والا آ گیا تو اس نے کرتہ اس کے منہ پر ڈالا سو وہ بینا ہو گیا۔ کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں خدا سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○
۹۷ - بولے۔ اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کے لئے اللہ سے مغفرت مانگ بیشک ہم خطاکار تھے ○
۹۸ - کہا، عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے ○
۹۹ - پھر جب وہ یوسف کے پاس آئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا انشاء اللہ مصر میں

ف ۱ اِدھر مصر سے قافلہ یوسفؑ کا پیراہن لے کر چلتا ہے اُدھر حضرت یعقوبؑ کو احساس ہوتا ہے، کہ ابھی مصر سے خوشخبری لے کر قاصد آ رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں یوسفؑ کی بو سونگھ رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اور وہ آ رہا ہے۔ اس پاس بیٹھے ہوئے لوگ جن کی بصیرت کوتاہ ہے کہتے ہیں، یہ آپ کا جنون ہے۔ اب یوسفؑ کہاں؟ اتنے میں قاصد آ پہنچا ہے۔ حضرت یعقوبؑ فرط مسرت میں کہہ اٹھتے ہیں کیا میں نے پہلے سے تمہیں نہیں بتا دیا تھا۔ کہ میرے خدا تعالیٰ کرم کرنے والے ہیں۔ بیٹے معافی مانگتے ہیں۔ شفیق باپ ان کو معاف کر دیتا ہے۔ اور بھول جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے کس قدر بڑھاپے میں مجھے دکھ پہنچایا ہے۔

حلِ لغات

ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ شوق و جنون کی وارفتگی، قدیم غلطی۔

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

۱۰۰ - وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا
لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا
تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ
جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ
بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ
وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ
بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ
وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ
لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝
۱۰۱ - رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ
عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ

امن سے داخل ہو ○ ف۱

۱۰۰ - اور اپنے والدین کو تخت پر چڑھایا۔ اور
سب اُس کے آگے سجدہ میں گر پڑے تو اُس نے
کہا۔ اے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے
میرے ربّ نے اُسے سچ کیا۔ اور اُس نے
مجھ پر احسان کیا۔ جب مجھے قید خانے سے ف۲
نکالا۔ اور تمہیں جنگل سے یہاں لے آیا۔ اس کے
بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں
میں جھگڑا ڈال دیا تھا۔ بیشک میرا رب تدبیر
کرنے والا ہے جو چاہے۔ بیشک وہی جاننے والا حکمت والا ہے
۱۰۱ - اے رب تُو نے مجھے کچھ بادشاہی دی اور
باتوں یعنی خوابوں کی تعبیر سکھلائی۔ اے آسمان
اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ تُو ہی دنیا

والدین کی عزت افزائی

ف۱ حضرت یوسفؑ کو اللہ نے اقتدار بخشا ہے۔ اور وہ اس وقت عزت پر متمکن ہیں۔ بھائیوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا بھائی مسند حکومت پر فائز ہے۔ باپ تک اطلاع پہنچ چکی ہے کہ تیرا بیٹا مصر میں برسر اقتدار ہے۔

سب یوسفؑ کی ملاقات کے لئے جمع ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے سب کو شرف باریابی بخشا۔ والدین کی انتہائی عزت کی۔ اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ اور وہ خواب پورا ہوا۔ بھائی اُس وقت اظہار فضیلت کے طور پر حضرت یوسفؑ کے سامنے جھک گئے اور کنعانی آداب و تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اظہار فضیلت کیا۔

ممکن ہے اُس وقت تعظیم کے لئے سجدہ روا ہو۔ اب یہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے شرک پھیلتا ہے۔ اسلام میں یہ خاص صفت ہے کہ اس نے تمام ان راستوں کو مسدود کر دیا ہے۔ جن راستوں سے شرک آسکتا تھا۔ تمام متعلقات شرک کی ممانعت کی ہے اور ہر ایسی بات سے روک دیا ہے۔ جس سے شرک پھیلنے کا ضعیف احتمال بھی ہو۔

حضرت یوسفؑ نے ارشاد فرمایا۔ ابا۔ آج خواب کی تعبیر پوری ہو چکی ہے۔ اللہ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ جیل سے رہائی دی۔ آپ کو مجھ تک پہنچایا۔ اور بھائیوں سے بھی ملاپ نصیب ہوا جب کہ شیطان نے جدائی ڈال دی تھی۔

ف۲ خاص اسلام یہ ہے۔ کہ جس طرح دکھ اور تکلیف میں انسان اللہ کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتا ہے۔ اور ہر پہلو خدا کا نام لیتا ہے۔ اسی طرح مسرت کے وقت بھی اُس کے احسانات کو بھول نہ جائے۔

حضرت یوسفؑ کی زندگی خداپرستی کا بہترین نمونہ ہے۔

آپ نے تاریک کنوئیں میں اُسے پکارا۔ عزیز مصر کے ایوانِ محل میں اسے یاد کیا۔ اور آج جبکہ وہ سریر آرائے سلطنت ہیں۔ اللہ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یقیناً خداپرستی کا یہی وہ بلند مقام ہے۔ جو انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ
مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○
۱۰۲۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ
اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا
اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○
۱۰۳۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ○
۱۰۴۔ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ع
۱۰۵۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○
۱۰۶۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے
اسلام پر موت دے اور نیکوں میں شامل کر ○
۱۰۲۔ (اے محمدؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم
تیری طرف بذریعہ وحی پہنچاتے ہیں اور تو ان کے پاس نہ تھا
جب وہ اپنے مشورہ پر متفق ہوئے اور وہ مکر کر رہے تھے ○
۱۰۳۔ اور اگرچہ تو حرص کرے تو بھی اکثر لوگ ایمان
لانے والے نہیں ○ ف۱
۱۰۴۔ اور تو اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتا
یہ تو ایک نصیحت ہے ساری دنیا کے لئے ○
۱۰۵۔ اور آسمانوں اور زمین میں بہتیری نشانیاں
ہیں۔ جن پر یہ لوگ گزرتے ہیں۔ اور کچھ
دھیان نہیں کرتے ○
۱۰۶۔ اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر ساتھ

پیغمبر کی آرزو

ف۱ یعنی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جہاں تک تمہاری آرزو اور خواہش کا تعلق ہے۔ وہ یہی ہے کہ یہ لوگ ایمان و عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔ مگر ان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے، کہ رحمت خداوندی سے ہر حال محروم رہیں۔ اب ہدایت پائیں، تو کیونکر؟ تو بسبب وفور رحمت اور غایت شفقت کے یہی چاہتا ہے کہ ان میں کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جائے مگر ان کی ضد ہے کہ جہنم میں ہی جائیں گے۔ ایسی حالت میں اصلاح کی کب توقع ہو سکتی ہے۔ فرمایا اصل مرض یہ ہے کہ ان کے دلوں پر غفلت و بے توجہی کے پردے پڑے ہیں، ورنہ یہاں آسمان اور زمین کی مخلوق میں ہر چیز بجائے خود ایک آیت اور دلیل ہے۔ اگر یہ غور و فکر سے کام لیں اور ذرا دماغ پر زور ڈالیں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ کونین کی نعمتیں جو حضرت انسان کو میسر ہیں، مفت میں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ متقاضی ہیں حمد و ستائش اور شکر و مدح کی۔ مگر یہ ہیں کہ کمال بے التفاتی سے گزر جاتے ہیں۔ انہیں محسوس تک نہیں ہوتا کہ اس عالم کو کتم عدم سے وجود میں لانے والا خدا ہم سے عبادت کا متوقع ہے۔ اور وہ عبادت بھی محض ہماری اصلاح کے لئے ہے۔ فرمایا۔ آخر یہ لوگ اس درجہ مطمئن کیوں ہیں۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر نہیں آئے گا۔ جو ان کو ڈھانپ لے یا ناگہاں قیامت نہیں آئے گی۔ یہ بے خوفی، یہ بے پرواہی اور تغافل آخر کیوں ہے؟ ٭

حل لغات

اَجْر۔ یعنے دنیوی معاوضہ ٭

مُشْرِكُوْنَ ۝
١٠٧- اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ
عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
١٠٨- قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ
وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ۝
١٠٩- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ

شریک بھی کرتے ہیں ۝
١٠٧- کیا وہ امن میں ہیں کہ اللہ کا عذاب آکر انہیں
چھا جائے گا۔ یا اچانک بے خبری میں اُن
کے لئے وہ گھڑی نہ آجائے گی ۝
١٠٨- تُو کہہ یہ میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف
بینائی پر بُلاتا ہوں، میں بھی اور جس نے میری پیروی
کی وہ بھی، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں
میں نہیں ۝ ف۱
١٠٩- اور جو تجھ سے پہلے ہم نے بھیجے وہ بھی آدمی ہی
تھے بستیوں کے باشندے اُن کی طرف ہم وحی
بھیجی تھی۔ کیا یہ (اہلِ مکہ) زمین میں نہیں پھرے کہ
اپنے سے پہلوں کے انجام پر فکر کرتے۔ اور بیشک
آخرت کا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے،

اہلِ حق کا مسلک!

ف۱

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر اور اس کے ماننے والوں کا مسلک، دلیل اور برہان پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جن چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کو خوب سمجھتے اور جانتے ہیں، وہ دُنیا میں بصیرت و دانش کی تبلیغ کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اور انہوں سے جہل و نادانی اور تقلید آبا کے زنگاروں کو یک قلم دُور کر دیتے ہیں۔ اس لئے اُن سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ خود ان کے اپنے پاس دلیل و عقل کی روشنی نہ ہوگی۔ اسلام تو تمام تر عقل و فکر کی بالیدگی کا ہے۔ اس کے گلشنِ ہدایت میں تقلید و جہل کا زقوم کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ مسلمان بے عقلی کی باتوں کو تسلیم کرتا ہے ۔

حلِ لغات

غَاشِیَۃٌ ۔ ڈھانپ لینے والا عذاب ۔
بَغْتَۃً ۔ اچانک ، ناگہاں ۔
رِجَالًا ۔ مرد ۔ یعنے انبیاء جب بھی آئے ۔ صورت بشری میں آئے ۔ اور کبھی انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ۔ کہ ان کا تعلق عالمِ انسانی سے نہیں ہے ۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
۱۱۰- حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝
۱۱۱- لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ :-

کیا تم سمجھتے نہیں؟ ○
۱۱۰- یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور وہ (منکر لوگ) یہ گمان کیا کہ ان کو جھوٹے وعدے ہوئے ہیں تب ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی پھر جس کو ہم چاہا۔ بچا لیا گیا۔ اور ہمارا عذاب مجرموں سے لوٹایا نہیں جاتا ○ ف۱
۱۱۱- البتہ ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ کچھ بناوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن اس کلام کی تصدیق ہے جو اس کے پہلے ہے۔ اور ہر شئے کی تفصیل ہے۔ اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ○ ف۲

سُورۂ رعد

انبیاء کی ناامیدی

ف۱ حق و صداقت کی راہ میں بیشمار آزمائشیں ہیں۔ جن کو انبیاء علیہم السلام کو بھی آزمایا جاتا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تو مخالفوں کے طوفان بپا ہوتے ہیں۔ بغض و عناد کے شعلے خرمن صبر و استقامت پر گرتے ہیں۔ اور انسان کی بدبختی و محرومی کا وہ منظر ہوتا ہے کہ حیرت بھی شرم سے اپنا منہ چھپا لیتی ہے۔ بڑے بڑے پاکبازوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ عین اس وقت انبیاء علیہم السلام دل میں سوچتے ہیں کہ یا اللہ تیری نصرتیں کہاں ہیں؟ تیری شفقتیں اور مہربانیاں کیوں جلوہ گر ہو کر ہم بے کسوں کی دستگیری نہیں کرتیں؟ کیا ہمیں اذیتوں اور تکلیفوں کے لئے تنہا چھوڑ دیا جائے گا اور تیری بخشش و کرم کا ہاتھ ہماری طرف نہیں بڑھے گا؟ ٹھیک اس وقت یاس کے ابر سے امید و نصرت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ مومنوں کا مدعا سے ہم سند ہونا ہر آئینہ قطعی اور یقینی ہے۔

تفصیل کی تفصیل!

ف۲ ارشاد فرمایا کہ ان قصص میں صاحب عقل و خرد لوگوں کے لئے عبرت و موعظت کے اسرار پنہاں ہیں۔ یہ افتراء اور جھوٹ نہیں بلکہ کتب سابقہ کے مضامین ہیں۔ جن کو ان کی اصلی حالت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس پیغام رشد و ہدایت میں دین کی تمام گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے۔ اور تمام مسائل کو اس طرح بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ دلوں میں شکوک و شبہات کے کانٹے اب اٹکتے نہیں۔ جناب یہ واضح رہے کہ یہاں جس تفصیل کا ذکر ہے۔ وہ اصول سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی ضروریات دین کو استیعاب سے بیان کیا گیا ہے اور کسی بنیادی اور ضروری مسئلہ کو تشنۂ وضاحت نہیں رہنے دیا گیا۔ یہ مقصد نہیں کہ اس میں وہ تفصیلات بھی مذکور ہیں جن کی جستجو میں منطق کے دفتروں میں کی جائے۔ یا جو جزئیات و فروعات سے متعلق ہیں۔

حلِ لغات

اِسْتَایْئَسَ۔ یاس سے ہے۔ ناامید ہو گیا۔

آیاتہا (۴۳) رکوعاتہا (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱- الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ۝
۲- اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ
عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ
كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ
الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝
۳- وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ

مکی ۔۔۔ آیتیں ۴۳ ۔۔۔ رکوع ۶

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱- الٓمّٓرٰ۔ یہ کتاب کی آیتیں ہیں۔ اور
جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اُترا ہے
وہ حق ہے۔ لیکن اکثر آدمی ایمان نہیں
لاتے ۝
۲- اللہ وہ ہے جس نے بے ستون آسمان
اونچے کئے جنہیں تم دیکھتے ہو پھر عرش پر
قرار پکڑا (ف۱)۔ اور سورج اور چاند کو مسخر کیا
ہر ایک وقت معین تک چلتا ہے۔ کام کی
تدبیر کرتا ہے۔ اور آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے
شاید تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو (ف۲)
۳- اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔ اور

ف۱ استواء کا مسئلہ مدتوں اسلامی فرقوں میں نزاع کا باعث رہا ہے۔ اہل سنت کا مسلک اس باب میں بالکل واضح ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں مگر اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ نہیں، یعنی ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے استواء فرمایا۔ مگر کیونکر وہ اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنی عقل کی کمی کا اعتراف کریں۔ جہاں آدمی کچھ نہ سمجھے۔ کہ ایک زمانے کی عقلی تدبیر [illegible] یہی وجہ ہے اس کو بعین تجلیات ثمرین کے درمیان رکھا ہے۔ اور لیکن [illegible] کی تعبیر کا ہی مساوی ہے۔

علوم پڑھو

ف۲ قرآن حکیم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دلائل میں کائنات قدرت کی ہمہ گیری و وسعت کو پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر تم زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے دلائل کو تلاش کرو۔ تو اسلام کی حقیقت کو پا لوگے آسمانوں کو دیکھو کس حیرت انگیز وسعت کے ساتھ پیدا کئے ہیں سیکڑوں اور ہزاروں ستارے لئے بظاہر کوئی عماد و ستون نہیں مگر وہ کس

طور پر فضا میں سایہ فگن ہیں۔ چاند سورج مسخر ہیں۔ انسان کے فائدے کے لئے بنائے گئے ہیں ہر ایک کے لئے طلوع و غروب کا وقت مقرر ہے جس میں کبھی خلاف نہیں ہوتا۔

دنیا کے ہر ذرے میں اللہ کی تدبیر و حکمت کار فرما ہے۔ کیا یہ چیزیں آخرت پر دلالت نہیں کرتیں؟ ایمان سے یقیناً معلوم ہوتا کہ کارگاہ حیات کی وسعتیں مقصد سے خالی نہیں ہو سکتیں۔

بالشّوریٰ کے معنے اللہ کی شان تدبیری کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں

(۱) صفات توحید و تجرید۔ جن سے اس کی تنزیہ ہوتی ہے

(۲) عبارات جو بلحاظ مجاز و تجوز کے استعمال ہوتی ہیں اور مقصود بالذات نہیں ہوتے۔

(۳) شئون و حالات۔ یعنی وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کے معاملات شئون سے تعلق رکھیں۔ اور کسی مستقل وصف کو بیان کریں۔ استواء بھی اسی قبیل سے ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو ابتدائی حواشی۔

حل لغات:- عَمَد۔ ستون ۔

فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ
الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ
اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○
۴ - وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ
وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَ
نَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ
يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ
بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○
۵ - وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا
كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ
جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اُس میں پہاڑوں اور نہروں کو رکھا۔ اور ہر
میوے میں دو دو جوڑے بنائے،
رات کو دن سے ڈھانپتا ہے۔ دھیان کرنے
والوں کے لیے اس میں بہت نشانیاں ہیں○
۴ - اور زمین میں کتنے کھیت ہیں پاس پاس،
اور انگور کے باغ ہیں، اور کھیتیاں، اور
کھجور کے درخت ہیں جن میں بعض دو شاخے ہیں
بعض دو شاخے نہیں ایک ہی پانی سے سیراب ہیں۔ اور
ہم بعض کو بعض پر میوے کے مزہ میں زیادہ کرتے
ہیں۔ بیشک ف۱ اس میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں○
۵ - اور اگر تو تعجب کرے تو ان کا قول عجیب ہے
کہ آیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی
پیدائش میں آئیں گے۔ یہی لوگ اپنے

ف۱ ان آیات میں بھی دعوت غور و فکر ہے۔ کہ لوگ فکر و عقل سے اگر کام لیں۔ تو یقیناً مذہب کی سچائیوں کو پالیں۔ یہ غلط ہے۔ کہ مذہبی علوم کے مطالعہ سے انسان محدود ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم اور اسلام کے متعلق تو یہ تصور قطعی غلط ہے۔ قرآن تو ہر قسم کے لوگوں کو عقل و فکر کی جانب پکار پکار کر مدعو کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ زمین کے پھیلاؤ کو دیکھو۔ پہاڑوں اور نہروں کے قیام پر نظر دوڑاؤ۔ پھلوں کے اقسام ملاحظہ کرو۔ دن اور رات کو تسلیم کرو۔ کیونکہ رات کی تاریکیاں دن کی تابندگی سے بدل جاتی ہے۔ زمین کے مختلف قطعات تمہارے سامنے ہیں۔ باغات ہیں کھیت ہیں انگور کی بہت بیلیں ہیں۔ کھجوریں ہیں۔ پھر اس بات پر غور کرو کہ ایک پانی سب کی خوراک ہے۔ مگر پھل مزے میں سب مختلف ہیں۔

یہ سب باتیں سوچنے کی ہیں۔ مسلمان کے علم کا تقاضا یہ ہے۔ کہ وہ صرف خشک مسائل ہی تک محدود نہ ہو۔ بلکہ سائنس اور علم الحیات کی آخری حدود تک پھیلا ہوا ہو۔

حلِّ لغت

مُتَجٰوِرٰتٌ - ملے جلے۔
صِنْوَانٌ - جمع صِنْوٌ - شاخ۔ فرع ایک جڑ سے کئی درخت نکلے ہوئے۔

بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ
اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○
۶- وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ
الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ
الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ
لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ○
۷- وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ
عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ
اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۠
۸- اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى
وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ

منکر ہیں۔ اور انہیں کی گردنوں میں طوق
پڑیں گے۔ اور یہی دوزخی ہیں۔ وہاں
ہمیشہ رہیں گے ○
۶- اور بھلائی سے پہلے برائی تجھ سے جلد
مانگتے ہیں۔ اور ان سے پہلے بہت عذاب
نازل ہو چکے ہیں۔ اور تیرا رب آدمیوں کے لئے
باوجود ان کے ظالم ہونے کے صاحب مغفرت ہے اور
تیرا رب سخت دکھ دینے والا بھی ہے ○ ف۱
۷- اور کافر کہتے ہیں کہ محمد پر اس کے رب کے پاس سے کوئی معجزہ
کیوں نہ اترا۔ تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور ہر
قوم کے لئے ایک ہادی ہے ○ ف۲
۸- اللہ ہر عورت کے حمل اور اس کے پیٹ
سکڑنے اور بڑھنے کو (خوب) جانتا ہے

شدید العقاب کی تشریح

ف۱ یعنی کفار کو اس میں تعجب ہے کہ وہ اسلام کی برکات
سے بہرہ مند نہیں ہونا چاہتے۔ بلکہ عذاب طلب کرتے ہیں،
اور نہیں سوچتے کہ عذاب کا آجانا کیا مشکل ہے۔ کیا اس
سے پہلے نافرمانوں کو ہلاک نہیں کیا گیا، کیا عاد و ثمود کی داستان بے
ثمر اور کمزور نہیں، سمجھنے والے کیوں یہ خیال کرتے ہیں
کہ وہ بالکل محفوظ ہیں۔ اور انہیں ان کی نافرمانیوں کی سزا
نہیں مل سکے گی۔

جو لوگ خدا کے متعلق اسلامی تخیل کو عالی اکثر یہی
ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھو اسلام کا خدا سخت گیر
ہے۔ انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہئے۔

قرآن کہتا ہے۔ کہ وہ صاحب مغفرت ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر
کے اس کا جوش مغفرت بڑے بڑے گناہوں کو بخشش سے بھر دے
البتہ جب نافرمانی حد سے متجاوز ہو جائے اس وقت حد سے

سرکشی کی کبھی سزا دیتا ہے۔

ف۲ یعنی معجزہ طلبی کی عادت اچھی نہیں ہے۔ غور کرنے
کی بات تو یہ ہے۔ کہ کیا حضور ان تمام صفات حسنہ سے
متصف نہیں۔ جو ان مذاہب کے بانی کے لئے ضروری ہیں۔ اور
کیا صحیح معنوں میں آپ قوم کے قائد و نذیر قرار دیئے جانے کے
لائق نہیں؟ معجزات کا اظہار تو نبوت کے اثبات کے لئے ضروری
ہے۔ مگر کیا کم معجزہ ہے۔ کہ ان کو ماننے والے
اور ان میں ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہی ان کی تعلیم ہے۔

حل لغات

الاغلال۔ طوق، اغلال جمع ہے غل کی۔ غل کے
معنے طوق ہیں ...
المثلٰت۔ امثال عذاب

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ○
۹۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ
الْمُتَعَالِ ○
۱۰۔ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ
بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ○
۱۱۔ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ
مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ
اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاِذَآ
اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ
لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ
وَّالٍ ○

اور ہر شے اُس کے یہاں اندازہ پر ہے ○
۹ - وہ چھپے کھلے سے خبردار ہے، سب سے بڑا
عالی رُتبہ ہے ○ ف۱
۱۰ - تم میں سے جو بات کو چھپا کر کہے اور
جو ظاہر کرے اور جو شخص رات کو چھپ رہتا اور دن کو
گلیوں میں پھرتا ہے اُس کے لیے سب برابر ہے ○
۱۱ - بندے کے لیے اس کے آگے اور پیچھے
چوکیدار (فرشتے) مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے اُس کی
حفاظت کرتے ہیں، خدا کسی قوم کی حالت تبدیل
نہیں کرتا جب تک کہ خود اپنے دلوں کے خیال نہ بدلیں اور
جب کسی قوم کو خدا بُرائی پہنچانا چاہتا ہے، تو وہ
ہٹ نہیں سکتی۔ اور اُس کے سوا اُن کا کوئی مددگار
نہیں ہوتا ○ ف۲

ف۱

فرض کرو کہ منکرین تمہارے مطالبہ کو منظور بھی کر لیگا اور کوئی نشان نازل کرے گا تب بھی کون جانتا ہے وہ کب ہوگا۔ غیب کی باتیں تو وہی جانتا ہے۔

ف۲

یعنی اللہ کے فرشتے تمہاری بات کو محفوظ کر لیتے ہیں [illegible] ے تم کہ تمہارے اقوال الشریف میں ہے۔

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ میں نہایت مکمل اصول بتایا ہے کہ قوموں میں انقلاب و تغیر کب پیدا ہوتا ہے۔ صرف ہنگاموں اور مظاہروں سے نہیں۔ بلکہ جب قومیں درحقیقت انقلاب پذیر ہو جائیں۔ جب دلوں اور دماغوں میں حقیقی و واقعی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ دیکھ لیجئے دُنیا کے کاروبار میں یہ قانون کس درجہ سچا اور درست ہے۔ وہ قومیں جو تسلیم و تربیت میں آگے ہیں۔ ہر انقلاب کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اور جو وقتی و ہنگامی طور پر حرکت پذیر ہو جاتی ہیں۔ ان میں دوام و استقلال نہیں ہوتا۔ ان کی ہر تحریک عارضی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالے نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ مگر مسلمان ہیں کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے استفادہ نہیں کرتے۔

حلِّ لغات

مُعَقِّبٰتٌ۔ آگے پیچھے آنے والے، فرشتے۔

١٢ - هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○
١٣ - وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ
فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ○
١٤ - لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ
بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى
الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ
بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○
١٥ - وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

١٢ - وہی ہے کہ خوف اور طمع دلانے کیلئے تمہیں
بجلی دکھلاتا ہے اور بھاری بادل اٹھاتا ہے ○
١٣ - اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور
فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلی کے کڑکے بھیجتا ہے
پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ اللہ کی نسبت کے
بارہ میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت عذاب والا ہے ○ ف١
١٤ - اسی کو معبود سمجھ کر پکارنا حق ہے۔ اور اس کے سوا
جن کو وہ پکارتے ہیں۔ ان کو کچھ جواب نہیں
دے سکتے۔ مگر جیسے کوئی پانی کی طرف اپنے دونوں
ہاتھ پھیلاتا ہے کہ اس کے منہ میں آ جائے اور وہ
کبھی نہ پہنچنے والا ہو اس کو۔ اور کافروں کی جتنی پکار
ہے سب گمراہی ہے ○ ف٢
١٥ - اور جو کوئی آسمانوں یا زمین میں ہے خوشی

اسرارِ فطرت کا علم

ف١ یعنی فطرت کے صدہا اسرار کو بجز خالق کے کون جانتا ہے، بادل گرجتے ہیں۔ بجلی کوندتی ہے۔ تو کسان اور زمیندار خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی اور ہمارے سوکھے کھیت لہلہا اٹھیں گے ان کو نہیں معلوم کہ یہ بجلیاں جو کوندتی ہیں۔ عذاب و ہلاکت کی بجلیاں ہیں۔ جو کھیتوں پر گریں گی۔ اور انہیں راکھ کا ڈھیر کر کے رکھ دیں گی ۔

ملحد لوگ جو اللہ کی قدرتوں میں شک کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ کس طرح سامانِ رحمت کو بصورت عذاب بدل دیتا ہے یُسَبِّحُ الرَّعْدُ سے غرض برق و رعد کی تسبیح ہے ۔

ف٢ مشرکوں کو بتایا ہے کہ صرف اللہ کو پکارو۔ اسی کو یاد کرنا اور اسی کے سامنے اپنی ضروریات پیش کرنا چاہئے۔ وہی سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ وہی ہماری تکلیفوں سے ہمیشہ آگاہ اور واقف رہتا ہے۔ وہی حقیقی فریاد رس ہے۔ وہی دو جہاں کا جاننے والا ہے۔ وہی قریب ہے۔ مجیب ہے۔ اسی کے سوا تم جس کو پکارو گے۔ وہ نہ تمہاری سنے گا اور نہ کوئی مدد کر سکے گا یہ دنیا اسباب و ذرائع کی دنیا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ ہاتھ نہ ہلائے۔ اور پانی کنوئیں میں سے اس کے منہ تک خود چلا آئے۔ تو ناممکن ہے۔ اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص توحید و تجرید کے باب اجابت کو چھوڑ کر کسی دوسرے در سے اور توسل کو دعا کی قبولیت کے لئے استعمال کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی۔ کیونکہ جس طرح پانی حاصل کرنے کے لئے ہاتھ ہلانا ضروری ہے۔ اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے لئے اللہ کو پکارنا ضروری ہے۔ یہی وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جس کو قرآن نے بار بار بیان کیا ہے ۔

حل لغات

شَدِیْدُ الْمِحَالِ۔ محل کے معنی تکلیف دینے کے ہوتے ہیں یا مکان، ماحل، شر و تکلیف کی جگہ۔ بعض کے نزدیک محال حول سے مشتق ہے اور میم زائد ہے اس صورت میں یہ قوت و طاقت کے معنی ہوں گے

وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ
بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝
۱۶- قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ
نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ
تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ اَمْ
جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ
عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ
شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
۱۷- اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

سے یا ناخوشی سے اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے اور اُن کے
سائے بھی صبح و شام اللہ کو سجدہ کرتے ہیں؟ ف۱
۱۶- تُو کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟
تُو کہہ اللہ ہے۔ تُو کہہ پھر کیا تم نے اُس کے سوا
اور حمایتی پکڑے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کے
مالک نہیں؟ تُو کہہ کیا اندھا اور بینا برابر
ہیں؟ یا تاریکیاں اور روشنی برابر ہیں؟
یا اُنہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں؟
جنہوں نے اللہ کی پیدائش کی مانند کچھ
پیدائش کی ہے اور اُن کی نظر میں پیدائش
رَل مِل گئی ہے؟ تُو کہہ اللہ ہی ہر شے کا خالق
ہے اور وُہی اکیلا غالب ہے ۝ ف۲
۱۷- اُس نے آسمان سے پانی اُتارا،

ف ۱

غرض یہ ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ طوعاً و کرہاً سجدہ کناں ہے۔ اللہ کا حکم ہے اور مسخر ہے۔ ہر چیز کی فطرت کچھ اس طرح بنائی گئی ہے۔ کہ وہ خدا کو یاد کرے۔ اُس کے حکموں کو مانے اور اُس کے بنائے ہوئے قاعدوں کے ماتحت رہے۔

مُشرک عقل کا اندھا ہے!

ف ۲

جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اُسی نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ وُہی خیر کا مالک ہے نفع و ضرر اُس کے ہاتھ میں ہے۔ تو پھر اُسے چھوڑ کر دوسروں سے رشتہ جوڑنا کیا ظلمت نہیں؟ کیا یہ اندھا پن نہیں؟ کہ گرد و وسائل کی پوجا کی جائے۔ اور اللہ کو چھوڑ دیا جائے جو احکم الحاکمین ہے۔

جس طرح کہ وہ اندھا ہے۔ جس کی آنکھیں نہیں، اُسی طرح جس میں توحید کی بصیرت نہیں۔ وہ روحانیت کے لحاظ سے اندھا ہے۔ موحد کی آنکھیں ہیں۔ وُہ بینا اور ہوشمند ہے۔

مشرک کور بین اور حق بین نہیں۔ اس لئے وہ اندھا ہے۔ اور سمجھ بوجھ سے کورا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جس طرح نور و ظلمت میں امتیاز ہے۔ اندھے اور بینا کے میں فرق ہے۔ اسی طرح خدا پرستوں اور مشرکوں میں امتیاز ہے۔

خدا پرست کا دل نور سے معمور ہوتا ہے اور منکر جہالت و توہم کی اندھیاریوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔

حلِ لغات

الْقَهَّار۔ غالب۔ قہر کے معنی غلبہ و تذلیل دونوں کے ہیں فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ یعنی یتیم کو ذلیل نہ کر۔ یہاں غلبہ مراد مقصود ہے۔

فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ
السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا
يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ
ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ
مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا
الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا
مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي
الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ ؕ
۱۸- لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ
الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا
لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

پھر اپنے اندازہ پر نالے بہے، پھر بہتے ہوئے
پانی نے پھولا ہُوا جھاگ اُٹھایا۔ اور اُس
میں بھی جسے وہ زیور یا اسباب کے لیے
آگ میں گلاتے ہیں (یعنی دھات میں) ویسی ہی
کی مانند جھاگ ہے۔ یُوں اللہ حق و باطل
کی مثال دیتا ہے۔ سو وُہ جو جھاگ
ہے وہ ناچیز ہوکر جاتا رہتا ہے، اور وہ
جو لوگوں کو مفید ہے، زمین میں رہ
جاتا ہے۔ یُوں اللہ مثالیں بیان کرتا
ہے ○ ف
۱۸- جنہوں نے اپنے رب کی بات مانی اُن کے
لیے بھلائی ہے۔ اور جنھوں نے اُس کی بات
نہ مانی، اگر اُن کے پاس تمام زمین کا سارا مال

ف

یعنی قرآن و اسلام کے فیوض، بارانِ
رحمت کی طرح ہیں۔ جیسے بارش سے
ہر قطعہ زمین بقدرِ استعداد استفادہ کرتا
ہے۔ اسی طرح اس سے ہر شخص بقدر
ظرف جرعہ آشام ہوتا ہے ◆
پھر جس طرح ابتدا میں پانی کی کثرت سے
جھاگ اُٹھتا ہے اور بالآخر نتھر جاتا ہے،
اسی طرح مسلمان باقی رہ جائے گا۔ اور
مخالفت کا یہ جھاگ چھٹ جائے گا۔ غرض
یہ ہے کہ اسلام سراسر حق و صداقت ہے

نفع و سُود مندی ہے۔ اس لیے اس کا
برقرار رہنا ضروری ہے۔ قانونِ فطرت
ہے، کہ کُفر جھوٹ ہے، باطل بے مادہ
جھاگ ہے۔ اس لئے اس کا اضمحلال
و فقدان لازم ہے ◆

حلِّ لغات

جُفَآءً۔ ضائع، بے سُود، یُوں ہی ◆

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا
بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ۝
۱۹- اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ
اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
۲۰- الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا
يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝
۲۱- وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ
بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ
الْحِسَابِ ۝

بھی ہو، اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو
سارا عزو اپنے فدیہ میں دے ڈالیں اگر پھر بھی قبول نہ ہو،
اُن کے لئے برا حساب اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے
اور وہ برا بچھونا ہے ○
۱۹- کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے
تیری طرف نازل ہوا حق ہے اُس کی مانند ہو جائیگا جو
اندھا ہے۔ وہی سمجھتے ہیں جنہیں عقل ہے ○ ف۱
۲۰- جو اللہ کا عہد پورا کرتے اور عہد شکنی
نہیں کرتے ○ ف۲
۲۱- اور جو اللہ نے جوڑنے (صلہ رحمی) کو کہا ہے
وہ جوڑتے ہیں، اور اپنے رب سے
ڈرتے، اور برے حساب سے اندیشہ
کرتے ہیں ○ ف۳

قرآن عقلمندوں کے لئے ایک نعمت ہے!

ف۱

قرآن حکیم نے بار بار اس حقیقت کو دہرایا ہے کہ اس کے مخاطب عقل و دانش والے ہوش مند لوگ ہیں۔ اندھے اور بے بصیرت افراد قرآن کی برکات سے استفادہ نہیں کر سکتے یہ ٹھیک ویسا ہی ہے جیسے شپرہ چشم نہیں دیکھ سکتی۔ یہ علم و ہدایت ہے۔ اس کے منافع کی وسعت سے وہی آگاہ ہو سکتا ہے۔ جسے مبدأ فیاض سے فہم و بصیرت کا حصہ وافر ملا ہو۔ قرآن حکیم کو ارتقائے عقل سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ وافر ہے۔ کہ اس زمانے کے لوگ قرآن کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اور اب قرآن حکیم کے مطالب کا عام شعور لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن حکیم رب دانا و برتر کی کتاب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس میں دانش کا ذخیرہ ہو۔ عقل کا خلاصہ ہو۔

ف۲

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اور قلبِ انسانی کی گہرائیوں میں اس کے سوتے اور چشمے بہتے ہیں اس لئے اسلام پر عمل پیرا ہونے کو وہ عہد و میثاق سے تعبیر کرتا ہے۔ اور ہر انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام کے حقائق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے کیونکہ اس کے بیان کردہ حقائق، فطرتِ انسانی کے صحیح ترجمان ہیں۔

ف۳

اسلام نے صلہ رحمی اور رشتوں کے تعلقات کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ لہٰذا اسے جزوِ ایمان ٹھہرایا ہے۔ تاکہ لوگ باہم محبت و مودت سے رہیں۔ اسلامی عقائد و عمل میں جس قدر وسعت ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی

(باقی بر صفحہ ۶۰۱)

۲۲- وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○
۲۳- جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ
وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ
عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○
۲۴- سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○
۲۵- وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ
مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ

۲۲- اور جو اپنے رب کی رضامندی کے واسطے
صبر کرتے اور نماز پڑھتے اور جو ہم نے انہیں
دیا اس سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے
اور بدیوں کو نیکیاں کرکے دفع کرتے ہیں،
پچھلا گھر انہیں کے لیے ہے ○
۲۳- رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے
اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں
سے بھی جو نیکوکار ہیں، اور ہر دروازہ سے
ان کے پاس فرشتے آئیں گے ○
۲۴- (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے سبب
سو خوب ملا پچھلا گھر ○ ف۱
۲۵- اور جو لوگ بعد پختگی اللہ کا عہد
توڑتے۔ اور جو اللہ نے جوڑنے کو کہا

زندگی کا ہر شعبہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ جہاں خدا پرستی اور توحید پر زور دیا گیا ہے۔ نمازوں کی تاکید کی گئی ہے۔ اور محبت و اطاعت رسول کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اپنوں سے محبت کرنا، حقوق انسانی کی نگہداشت رکھنا۔ اور محبت و مروت سے رہنا بھی اسلامی شعائر میں سے ہے۔

ف۱

جو لوگ ناواقفی کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات میں انہیں انتقام کی آگ بھڑکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہیں اس آیت کے مطالب پر غور کرنا چاہئے۔ قرآن کہتا ہے عاقبت میں ان لوگوں کا حصہ ہے۔ جو برائی کا جواب نیکی سے دیتے ہیں۔ مخالفت سے درگزر کرتے ہیں۔ اور انہیں حسن سلوک سے نادم کرتے ہیں۔ کیا اس سے بہتر تعلیم اور پیرایہ بیان آپ کو کہیں اور جگہ مل سکتا ہے۔ جس میں اس قدر اعلیٰ سلوک کی ترغیب موجود ہو۔

حلِ لغات

اَلْمِیْثَاق۔ مضبوط عہد۔

یَدْرَءُوْنَ۔ الدرء۔ الدفع۔ دور کرنا۔

عُقْبَى الدَّار۔ انجام۔

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ
وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ
لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝
٢٦- اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝
٢٧- وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝
٢٨- اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا

وُہ کاٹتے ، اور زمین میں فساد
کرتے ہیں۔ ایسوں کے لئے لعنت
ہے۔ اور انہیں کے لئے بُرا گھر ہے ۝ ف۱
۲۶- اللہ جس کی چاہے روزی فراخ کرتا اور
تنگ کرتا ہے۔ اور وہ حیاتِ دُنیا سے
خوش ہیں۔ حالانکہ حیاتِ دُنیا آخرت کے
مقابلہ میں کچھ نہیں، مگر تھوڑا فائدہ ۝ ف۲
۲۷- اور کافر کہتے ہیں کہ محمدؐ پر اس کے رب سے
کوئی معجزہ کیوں نازل نہ ہُوا؟ تُو کہہ، جسے
چاہے اللہ گمراہ کرتا ہے۔ اور جو رجوع ہو
اسی کو وہ اپنی طرف راہ دکھاتا ہے ۝ ف۳
۲۸- جو ایمان لائے۔ اور جن کے دل
خدا کی یاد سے تسلّی پاتے ہیں، سُنتا ہے

اسلام امن چاہتا ہے!

ف۱ اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو دینِ فطرت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ کے عہدوں کو توڑتے اور اُس کے حکموں سے تجاوز کرتے ہیں اور زمین میں شرک و بدعات کی وجہ سے ابتری پھیلاتے ہیں۔ یہ جہنم کے سزاوار ہیں۔ ان کا انجام بُرا ہے۔ یہ اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم ہیں ۔

اسلام بحیثیت مجموعی۔ امن و طمانیت و سلامتی کا علمبردار ہے اس لئے ہر وہ اقدام جو امن کو تباہ کرنے والا ہے اسلام کے خلاف ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں فساد فی الارض کے مترادف ہے۔ شرک بھی فساد ہے۔ غیر شرعی تحریکات بھی فساد کے ضمن میں آجاتی ہیں۔ فسق و فجور بھی ایک طرح کا فساد ہے۔ یعنی اسلام سراپا امن ہے۔ سکون ہے۔ اور کفر اختلال و تخریب ۔

ف۲ عام طور پر حق کی مخالفت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس میں بظاہر خسارہ ہے۔ بھوک و افلاس کا خطرہ ہے۔ ورنہ انسان کے لئے مشکلات کا حصول ناممکن ہے۔ قرآن حکیم اس ہمہ گیر مغالطہ کی تردید فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ رزق کی کشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کا تعلق بے دینی اور الحاد سے نہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بھوکوں مرتے ہیں اور بہت سے مومن ہیں کہ اللہ کی نعمتیں انہیں میسر ہیں۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے بہت سے بندوں کو گاڑھا اوڑھنا بھی نہیں ملتا۔ کہ تن ڈھانک سکیں۔ اور بے دین بدمعاش مخمل و کمخواب کے بستروں پر محوِ خواب ہیں۔ یہ خدا کا دین ہے جسے جو چاہے دے۔ اور جسے چاہے محروم رکھے۔ البتہ اس نے رزق کے حصول کے کچھ قواعد مقرر ارشاد فرمائے ہیں۔ وہ قومیں جو ان اصولوں کو ملحوظ رکھتی ہیں۔ خواہ وہ عمل پیرا ہوتی ہیں۔ مالدار ہیں۔ اور وہ جو اُن قواعد سے تغافل کرتی ہیں۔ افلاس میں مبتلا ہیں ۔

مومن و کافر میں امتیاز یہ ہے۔ کہ مومن دُنیا کو نصب العین نہیں ٹھہراتا۔ وہ باوجود تمام آسائشوں کے اُسے متاعِ آخرت کے مقابلہ میں متاعِ قلیل ٹھہراتا ہے۔ اور کافر کی تمام جدوجہد دُنیا کے لئے ہے غرض یہ ہے کہ دُنیا کے لئے دین کو مت ضائع کرو۔ اگر دین کی اصولوں سے تم نے اپنا دامن بھر لیا۔ تو دُنیا بھی تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ اور اگر صرف دُنیا چاہو گے تو دین سے محرومی ممکن ہے (باقی برصفحہ ۶۰۳)

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝
۲۹ - اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝
۳۰ - كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۠
عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ
قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝
۳۱ - وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ
اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ
بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ
جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ

اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے ○
۲۹ - جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے
خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانا ہے ○ ف۱
۳۰ - اسی طرح ہم نے تجھے ایک اُمت (اہلِ عرب)
میں بھیج دیا ہے کہ ان کے پہلے بہت اُمتیں گذر چکیں
تاکہ تو اُنہیں وہ سُنائے جو تیری طرف ہم نے وحی کی ہے
اور (اہلِ مکہ) رحمٰن کو نہیں مانتے (یہ لفظ ان میں
مشہور نہ تھا) تو کہہ وہ میرا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا، اور اُسی کی طرف میری توبہ ہے
۳۱ - اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑ چلائے
جاتے، یا اس سے زمین شق ہو جاتی، یا اس کے
سبب مُردوں سے ہمکلامی ہو سکتی (تو یہی کلام ہوتا) لیکن نہیں
بلکہ سب کام اللہ کے ہیں، سو کیا ایمانداروں کو اس میں

(بقیہ حاشیہ)
دُنیا بھی نہ ملے اور تم خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ
کا مصداق بن جاؤ۔

ف۳
یہ انداز بیان ہے۔ مقصود یہ نہیں کہ خدا گمراہی کو
پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ ہدایت کے لئے
انابت کی وضاحت کردی ہے۔ یعنی جو خدا کی طرف
جھکے گا۔ اُسے ضرور ہدایت ہوگی۔ اور جو انابت کی
جذبے سے محروم ہے۔ وہ ہدایت الٰہی سے کیونکر
استفادہ کر سکتا ہے۔

(مسلسلہ صفحہ ھذا)

ف۱
دُنیا داروں کے لئے اس میں ضمانت ملا فرما دیا
حکمت ہے۔ ارشاد ہے کہ دل کو اطمینان اور سکون
خاطر صرف اللہ کی یاد سے ہوتا ہے۔ دُنیا کی

اسبابوں اور تکلّفات میں نہیں۔ بلکہ اللہ کے ذکر
میں ہے۔ اس کے ساتھ محبت و شوق میں ہے۔
مادہ پرست انسان جس قدر روحانی لطف حاصل کرے گو
دُنیا دار یا مادہ پرستی کی فراوانی کے اس نعمت سے
محروم ہو چکے ہے۔ اس لئے مبارک ہیں وہ لوگ جو
دلوں کی مسرتوں کو اللہ کی یاد میں تلاش کرتے ہیں۔

حلِ لغات

طُوْبٰی۔ انتہا مسرت و فرحت کے لئے آتا ہے
یعنی خوشی و خوش طبعی۔ یہ طیب سے ہے۔ طیب کے
معنی عمدہ خوش اور خوشی و خوش طبعی کے ہیں۔
مَتَاب۔ جائے رجوع۔

اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

۳۲- وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ۝

۳۳- اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ

تسلی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو سب آدمیوں کو ہدایت کرے۔ اور کفار (مکہ) پر ان کی کرتوت کے سبب ہمیشہ ایک آفت آتی رہے گی۔ یا ان کے گھروں کے قریب اترے گی۔ یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آپہنچے بے شک خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا ۝

۳۲- اور تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھے کر چکے ہیں۔ سو میں نے اوّل کافروں کو مہلت دی، پھر ان کو پکڑا، تو میرا عذاب کیسا تھا ۝

۳۳- بھلا جو شخص (یعنی اللہ) ہر کسی کے سر پاس کا کیا لئے کھڑا ہے۔ (وہ اُن کو بغیر سزا کے چھوڑے گا) اور انھوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں۔ تو کہہ ان کے نام بتاؤ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا

ف نہ کہنے والوں کی انتہائی بدبختی یہ ہے کہ انھوں نے حضور اور قرآن کو آخر وقت تک نہ سمجھا۔ قرآن سراسر روشنی ہے۔ امن ہے، ہدایت ہے اور پیغام ہے۔ اس میں دلوں کو بدل دینے کی صلاحیت ہے۔ اسی انسانی کے مخفی خزائن میں ایک انقلاب آفرین گونج ہے۔ ہنگامہ خیز آواز ہے۔ مُردوں کو جلانے والا اعجاز ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر رکھ دینے والا جادو ہے۔ مگر پھر بھی کہنے والوں کی چشمِ بصیرت بند ہے۔ وہ ظاہری اور مادی کرشمہ سازیوں کے منتظر ہیں۔ عداوت و تعصب دشمنانِ اسلام کو اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ کیا دلوں کی تبدیلی، پہاڑوں کو ہلا دینے سے زیادہ مشکل نہیں؟ وہ ہر آن دیکھتے ہیں کہ خدا کی زمین میں ہدایت وسعادت کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ اور اسلام کا پیغام ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ قرآن کا تقاضا یہی ہے کہ مادی طور پر یہاں چشمے بہہ نکلیں جب چاہیں ہر وقت مُردے زندہ ہوتے رہیں۔ مگر وہ ترک کی ماہیں قرآن کے حیات آفرین پیغام کو سُن کر نئی نئی اخلاقی زندگی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ ہیں کہ گڑے مُردے اکھاڑنا چاہتے ہیں۔ اور اس وقت تک مطمئن نہیں، جب تک ان کے آبا و اجداد ان کے سامنے زندہ کھڑے کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر قرآن میں یہ تاثیر بھی پیدا ہو جائے۔ تاہم یہ لوگ نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں تعصب و عناد کی آگ بھڑک رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بصیرت کی استعداد باقی نہیں رہی ۔

بات اصل یہ ہے کہ فطرت کا منشا ہی نہیں، کہ سب کے سب ہدایت قبول کر لیں۔ گو کہ یہ صلائے عام ہے اور توفیق و آسانی کے لئے سب کو یکساں مواقع حاصل ہیں۔ مگر ہدایت وہی قبول کریں گے جن کے سینے پہلے سے روشن ہیں اور تعصب کی آلودگیوں سے پاک ہیں ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کا عذاب ان بدبختوں پر آکر رہے گا۔ کیونکہ یہی قاعدہ ہے۔ اور قاعدے کے خلاف نہیں ہوا کرتا ۔

تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ
اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ
وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝
۳۴ - لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝
۳۵ - مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ
تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖۗ
وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

آیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو وہ زمین
میں نہیں جانتا۔ یا ظاہری باتیں بناتے ہو؟
نہیں بلکہ کافروں کے فریب اُن کیلئے سجائے گئے ہیں
اور وہ اللہ کی راہ سے روکے گئے ہیں اور جسے
اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہیں ۝ ف۱
۳۴ - اُن کے لئے حیاتِ دنیا میں عذاب ہے
اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور اللہ
سے اُنہیں کوئی بچا نہیں سکتا ۝
۳۵ - جنت کی صفت جس کا متقیوں سے وعدہ
کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں
بہتی ہیں۔ اس کا میوہ اور سایہ دائمی ہے
یہ انجام ڈرنے والوں کا ہے اور کافروں
کا انجام آگ ہے ۝ ف۲

ف۱

یعنی چونکہ بُرائیوں سے انہیں نفرت نہیں بلکہ طبیعت کا میلان معصیت کی جانب زیادہ ہے۔ اس لئے گمراہ ہیں۔ اور ہدایت جب کوئی شخص معصیت کے اس مقام پر پہنچ جائے جہاں احساس زیاں اُٹھ جائے۔ اس وقت ہدایت کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے اس آیت میں قرآن حکیم نے اپنے مخصوص انداز میں یہی حقیقت بیان کی ہے۔

جنت کا سادہ اور واقعی تخیل

ف۲ متقی اور پرہیزگار لوگ دنیا میں اپنی خواہشاتِ نفس کو اللہ کے تابع کر دیتے ہیں۔ ان کا کوئی ارادہ اپنا ارادہ نہیں ہوتا۔ خواہشیں اور مطالبے سب منشاءِ ایزدی کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اپنی ہستی کو اللہ میں گم کر دینے کا نام ہی تو اتقاء ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کے لئے مسرت و ابتہاج کے تمام سامان موجود ہیں۔ جس طرح دنیا میں کامیابی کا نتیجہ اور نشاۃ دنیوی آسائشوں کا وفور ہے۔ اسی طرح آخرت میں جو کہ انسانی زندگی کی تکمیل کا نام ہے۔ ضروری ہے کہ تمام مادی مسرتیں جو جائز ہیں۔ موجود ہوں۔

یہ انسان کی فطرت ہے۔ تمام انسان دل سے چاہتے ہیں کہ انہیں زندگی کے ایسے پُرامن لمحات میسر ہوں جس میں حزن و ملالت کا شائبہ نہ ہو۔ جس میں کم مائیگی و افلاس کا خطرہ نہ ہو۔ ظاہر ہے یہ لمحات یہاں میسر نہیں ہیں۔ یہاں ہر عیش کے ساتھ غم لگے ہوئے ہیں۔ جو قبر تک ساتھ جاتے ہیں۔ کیا یہ فطرت کی آواز نہیں؟ کیا یہ معنوی تقاضے ہیں؟ جواب ہے گا۔ نہیں یہ عین انسانی خواہش ہے۔ یہ وہ آرزو ہے جو دل میں موجزن ہے۔ پھر اس کی تکمیل کہاں ہوگی؟ قرآن کہتا ہے۔ تم اگر یہاں خواہشات نفس کے منہ میں لگام دو۔ اور اپنی زندگی کو خدا کے تابع رکھو تو آخرت میں اللہ تمہاری اس آرزو کو پورا کرے گا۔ کتنا سادہ اور واقعی تخیل ہے۔ جنت کا جس کو اسلام پیش کرتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۶۰۶)

٣٦ - وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ
الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ
قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ
اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ
اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ○
٣٧ - وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا
عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ؕ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّلَا وَاقٍ ○
٣٨ - وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ
قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا

٣٦ - اور جنہیں ہم نے کتاب دی ہے (یعنی اہل کتاب) وہ اس سے جو تجھ پر اترا ہے خوش ہیں اور بعض فرقے اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ تُو کہہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے۔
٣٧ - اور اسی طرح ہم نے قرآن حکیم عربی نازل کیا ہے۔ اور اگر تُو بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے اُن کی خواہشوں پر چلا، تو اللہ سے تیرا کوئی حمایتی اور بچانے والا نہیں ○
٣٨ - اور تجھ سے پہلے ہم نے کتنے رسول بھیجے۔ اور اُن کو ہم نے عورتیں اور اولاد

مگر وہ لوگ جو جاہل ہیں۔ اس حقیقت پر مسترض ہیں۔ دنیا میں ان کی تمام تگ و دو کا مقصد دنیا کی اغراض و خواہشوں کی تکمیل ہے۔ یہ بات اللہ کو محبوب ہے۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ یہ سب کچھ تمہیں دوسری زندگی میں مل جائے گا۔

حلِ لغات

السَّبِيْلُ۔ راہ حق۔ اسلام کے نزدیک چونکہ ایک ہی راہ حق ہے۔ اس لئے وہ بصرف السَّبِيْل کے لفظ کے ساتھ اس کو تعبیر کرتا ہے۔
مَثَل کے معنے وصف کے بھی آتے ہیں۔ جیسے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ میں ہے۔

وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ
اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ○
۳۹ - يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ
وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ○
۴۰ - وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ
نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ○
۴۱ - اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ
يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○
۴۲ - وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

دی۔ اور کوئی رسول بغیر حکم خدا
کوئی معجزہ نہیں لا سکا۔ ہر وعدہ
لکھا ہوا ہے ○ ف۱
۳۹ - اللہ جو چاہے اس میں سے مٹا دے اور جو چاہے رکھے
اور اس کے پاس اصل کتاب ہے (یعنی لوح محفوظ) ○
۴۰ - اور جو وعدے ہم نے ان سے کئے ہیں ان میں سے
اگر کوئی وعدہ ہم تجھے دکھلا دیں یا تجھے وفات دیں تیرا
ذمہ صرف پیغام پہنچانا ہے اور ہمارا ذمہ حساب لینا ہے ○ ف۲
۴۱ - کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین عرب کو اس کے
اطراف کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ اور اللہ حکم کرتا
ہے۔ اور کوئی اس کے حکم کو پیچھے ہٹانے والا نہیں
اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ○ ف۳
۴۲ - اور ان سے اگلے بھی مکر کر گئے ہیں

ظہور آیات کیلئے ایک وقت مقرر ہے

ف۱ مکہ والوں کی ذہنیت یہ تھی کہ وہ بات بات پر اظہار عجائب کی خواہش کرتے۔ کبھی کہتے، یہاں چشمے پھوٹیں۔ کبھی کہتے ہمارے اسلاف کو زندہ کر دو۔ کبھی کہتے مکے کے پہاڑ سونے چاندی کے بن جائیں۔ غرضیکہ وہ خوئے بد را بہانہ بسیار •

ان دونوں میں قرآن حکیم نے اصولی جواب دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اظہار خوارق کا تعلق منشاء ایزدی سے ہے۔ رسول کے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے کوئی کرشمہ کر دکھائے۔ یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے۔ کہ جب مصلحت جانے انبیاء کے ہاتھوں عجائب و خوارق کا اظہار کر دے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ رسول تمہاری ہر خواہش کو بلاواسطہ پورا کرے •

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ سے غرض یہ ہے کہ ہر حقیقت موعود کے لئے جو وقت مقرر ہے۔ اسے خدا ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ یہ غرض نہیں کہ ہر صدی کے بعد رسول کی ضرورت ہے۔ یا کتاب شریعت کی حاجت ہے۔ وہ یہ مقصود ہے کہ ہر حالت کے لئے ایک دور ہے۔ جب وہ ختم ہو جائے تو کتاب کا نزول ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ آیت کے سیاق و سباق کو اس سے کوئی تعلق نہیں •

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ کا یہی مدعا ہے کہ ظہور آیات کے لئے خاص قسم کے حالات و فضا کی ضرورت ہے جبکہ دل رو گرداں ہوں اور لغزشوں سے درگزر کرتا ہے اور مہلت دیتا ہے کہ منکرین سنبھل جائیں۔ مگر جب توجہ اور رجوع کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت وہ عذاب بھیجتا ہے •

ف۲ یعنی آپ ابھی ظہور آیات کے منتظر رہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جن جن باتوں کا وعدہ ہے وہ سب آپ کی زندگی میں ہی پوری ہو جائیں۔ آپ کا فرض یہ ہے کہ بلا انتظار تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہیں۔ محاسبہ ہمارے ذمے ہے •

ف۳ فتوحات اسلامی کی وسعت کی جانب اشارہ ہے یعنی مسلمان سیلاب کی طرح کفر کی مملکت پر چھا رہے ہیں۔ (باقی برصفحہ ۶۰۸)

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

۴۳ - وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۵۲) رُكُوْعَاتُهَا (۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

۱ - الۤرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

سو سب مکر اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جانتا ہے جو ہر نفس کماتا ہے۔ اور اب کافروں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ پچھلا گھر کس کے لئے ہے ○

۴۳ - اور کافر کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔ تو کہہ۔ تمہارے اور میرے درمیان اللہ گواہ کافی ہے۔ اور وہ شخص بھی گواہ ہے جسے کتاب کی خبر ہے ○

سُورۂ ابرٰہیم

مکی ـــ آیتیں ۵۲ ـــ رکوع ۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○

۱ - الٓرٰ۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کی تاکہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لائے۔ ان کے رب کے اذن سے۔ راہ پر غالب سزاوار حمد کی ف۱ ○

(بقیہ حاشیہ)

کیا اس کامیابی کو مخالفین بنظرِ استحسان نہیں دیکھتے؟ اور کیا اس وسعت اور پھیلاؤ میں ان کے لئے کرشمہ سازی کا کوئی سامان نہیں؟ کیا یہ کم معجزہ ہے کہ مٹھی بھر مسلمان دنیا کے کفر کو فتح کر لینے کا عزم رکھتے ہیں۔ اور ہر آفتاب جو طلوع ہوتا ہے اسلامی اقبال و عروج کی خبر دیتا ہے۔

روشن کتاب

ف۱ یعنی قرآن حمید نور و روشنی کی دعوت ہے۔ اجالے کی جانب بلاوا ہے۔ ظلمت و تاریکی سے بیزاری ہے۔ اس میں وہم و تخمین کو دخل نہیں۔ لایعنی رسوم و خرافات کا وجود نہیں۔ جو بات ہے علم و یقین کی نپی تلی۔ حشو و زوائد کا شائبہ نہیں۔ سراسر خوبی و حقائق کا مرقع ہے۔

حضور کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ آپ اس مستقل ہدایت کو ہاتھ میں لے کر سارے عرب میں اجالا کریں۔ لوگوں کو تعصب و جہالت کی تاریکیوں سے نکالیں۔ اور علم و عرفان کی روشنی میں لائیں۔ ان کو خرافات و ظنون کی وادیوں سے نکالیں۔ اور سلوک و احسان کے مرغزاروں میں لا بسائیں۔ یہ نسخہ تاریکی جہالت اور تعصب دور کرنے کا مجرب نسخہ ہے۔ دنیا کی تمام مصیبتیں اس کتاب پر جب عمل پیرا ہونے سے دور ہو جاتی ہیں۔ اس پر عمل کرنے سے عزت و دولت حاصل ہوتی ہے۔ قومیں کثرت و غلبہ کے ہم قرین ہو جاتی ہیں۔ اور قابل ستائش بن جاتی ہیں۔ کائنات کفر میں چھا جاتی ہیں۔ ظفر و تسلط ان کے پاؤں چومتے ہیں۔ کیونکہ یہ عزیز و حمید خدا کی کتاب ہے۔ بزرگ و غالب خدا کا پیغام ہے۔ زمین اور آسمانوں کے مالک کا کلام ہے۔ بدبخت ہیں وہ نفوس جو انکار کرتے ہیں۔ اور اس کے فیض و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

حل لغات ۱ - اَجَل۔ وقت۔ وقت مقررہ۔ کِتَاب۔ مصدری معنے مراد ہیں۔ اُمُّ الْکِتَاب۔ علم الٰہی سے تعبیر ہے۔ اَطْرَافِہَا۔ بعض نے شیوخ و اشراف مراد لئے ہیں۔ فَلِلّٰہِ الْمَکْرُ۔ تدبیر [illegible]

۲- اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ۚ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ
مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ
۳- الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ
اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ○
۴- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۚ
فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
۵- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ
اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

۲- راہ پر اللہ کی جو آسمانوں اور زمین کی چیزوں کا مالک ہے۔ اور خرابی ہے کافروں کی سخت عذاب کے سبب ○

۳- جو آخرت پر دُنیا کی زندگی پسند کرتے ہیں، اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں عیب تلاش کرتے ہیں وُہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں ○

۴- اور ہم نے جو رسُول بھیجا، وہ اپنی ہی قوم کی بولی بولتا تھا۔ تاکہ اُن کے آگے کھول سکے، پھر جسے چاہے اللہ گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت کرے، اور وہ غالب حکمت والا ہے ○ ف۱

۵- اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اندھیرے سے نکال کر روشنی

ف۱

پیغمبر وقت قوم کی زبان اور قوم کی نفسیات سے خوب واقف اور آگاہ ہوتا ہے۔ تاکہ قولِ بلیغ سے ان کے دلوں میں جگہ حاصل کر سکے، اس کا الہام قوم کے محاورات و ادب کے ماتحت ہوتا ہے۔ تاکہ اتمامِ حجت ہو سکے قوم یہ نہ کہے اور عذر نہ کر سکے۔ کہ رسُول کی زبان ہمارے لئے ناقابلِ فہم تھی ۔

عرب چونکہ حضورؐ کے مخاطب اوّل تھے، منشاءِ الٰہی یہ تھا۔ کہ اس مرکز ضلالت و گمراہی کو اوّلاً درست کیا جائے۔ وہاں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی جائے۔ تاکہ وُہ دوسروں کے لئے چراغِ راہ بنیں۔ اس لئے حضورؐ کو جو قرآن دیا گیا۔ وہ عربی زبان میں ہے تاکہ یہ لوگ آسانی سے اپنی گمراہیوں کا مطالعہ کرسکیں۔ اور دُوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔

حلِ لغات

وَيْلٌ ۔ بمعنے واسطے، وکلمہ افسوس، وبمعنے سختی، عداوت، وشور و فغاں، پر مصیبت، و بمعنے ہلاکت ۔

اِلَی النُّوْرِ ۵ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
شَكُوْرٍ ○
۶ - وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ
ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○
۷ - وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ
عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ ○
۸ - وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ

میں لا، اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا،
اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے
نشانیاں ہیں ○
۶ - اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ
اللہ کا احسان جو تم پر ہوا ہے یاد کرو جب
اس نے قومِ فرعون سے تمہیں نجات دی وہ تمہیں
بری طرح عذاب دیتے تھے، تمہارے لڑکوں کو
ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو جیتا رکھتے تھے
اور اس میں تمہارے رب سے تمہاری بڑی آزمائش تھی ○ ف
۷ - اور جب تمہارے رب نے سنا دیا تھا کہ اگر شکر
کرو گے تو تم کو زیادہ دوں گا۔ اور جو ناشکری کرو گے
تو میرا عذاب سخت ہے ○
۸ - اور موسیٰ نے کہا تھا کہ اگر تم اور سب اہلِ زمین

داستانِ استقلال!

ف حضرت موسیٰ و فرعون کا قصہ قرآن میں بار بار آیا ہے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ صرف حضرت موسیٰ و فرعون کا واقعہ نہیں۔ بلکہ حریت و آزادی کی داستان ہے، استقلالِ قومی کا نمونہ ہے۔ غلامی کے مضر اثرات کا مرقع ہے۔ قوموں کے عروج و زوال کی بحث ہے۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ جب قوم میں فرعون پیدا ہوتے ہیں، اللہ کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ اور موسیٰ جیسے جلیل القدر انقلاب پسند حضرات پیدا ہوتے ہیں۔ اور کس طرح صدیوں کی غلام قومیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ اور آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوتی ہیں ۔

بنی اسرائیل چار سو سال سے غلام تھے قبطی ان پر کس طرح کے ستم ڈھا رہے تھے۔ بچوں کو ذبح کیا جاتا، عورتوں کو زندہ رہنے دیا جاتا۔ عمدہ اعلیٰ مناصب پر فرعونی قابض تھے۔ محنت و مشقت کے ذلیل کام بنی اسرائیل کے سپرد تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ قوم کے جوہر ہی ختم تک کی تمام آسائشوں سے محروم ہوتی جاتی تھی۔ غلامی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی۔ اور قریب تھا قوم کی قوم فنا کے گھاٹ اتر جائے ۔

اللہ نے ایوانِ فرعون میں موسیٰ کی تربیت کی جو فرعونی شان و شوکت کے طول و عرض سے آگاہ تھے۔ اُنہوں نے قوم کو انقلاب و آزادی کی دعوت دی اور اسلام و توحید کی جانب بلایا۔ اور فرعون سے ڈنکے کی چوٹ کہہ دیا۔ کہ اب اسرائیلی غلام نہیں رکھے جا سکیں گے ۔

حلِّ لُغت

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ - وقائع عذاب، عبرتناک حوادث ۔
تَاَذَّنَ - بڑا، کہہ دیا ۔

وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○
۹- اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِیْنَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا
اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا
كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا
لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ
مُرِیْبٍ ○
۱۰- قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ

کافر ہو جاؤ۔ تو اللہ بے پروا، لائق
تعریف کے ہے ○ ف

۹- کیا قوم نوح وعاد وثمود کی خبریں جو تم کو
پہنچی تھیں اور ان کے بعد کے لوگوں کی
خبریں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تم کو
نہیں پہنچیں ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے
تھے پھر ان کی قوم نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں رکھ
(قبول نہ کیا) اور کہا جو تم لائے ہو ہم اسے نہیں مانتے
اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں
شک ہے ایسا کہ دل کو اطمینان نہیں ہوتا ○
۱۰- ان کے رسولوں نے کہا کیا خدا کی ذات میں
شک ہے۔ جو زمین اور آسمانوں کا خالق ہے،
تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے بعض گناہ

ف

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ نے قوم کو زندگی کا پیغام دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب تک تم شاکر رہو گے۔ اللہ کے حکموں کو مانتے رہو گے۔ اسی کی اطاعت کو ضروری سمجھتے رہو گے۔ اور اس کے سوا ہر معبود کا انکار کرو گے۔ تو اللہ تمہیں سرفرازی عنایت کرے گا۔ غنی رکھے گا۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ دے گا۔ اور اگر انکار کرو گے، تو یاد رکھو ناشکری سے قوموں کو عذاب شدید دیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے یہی سمجھا دیا کہ تمہاری عبادت اور اطاعت سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کی اطاعت ساری دنیا تمہاری اطاعت کرے گی۔ اور اگر تم اور تمہارے ساتھی انکار کردیں۔ تو یاد رکھو۔ اللہ بے نیاز

ہے۔ اور ہر طور پر قابل ستائش ومدح ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ جس قدر تم میں بیداری ہوگی۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور جس قدر تم غفلت و بے اعتنائی سے کام لو گے، اللہ کی رحمتوں سے دور رہو گے ○

حلِّ لُغات

نَبَاٌ ۔ قصہ، بات ○
فَاطِرٌ ۔ بغیر استمداد کے پیدا کرنے والا ○

ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا
فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
۱۱- قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ
نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
۱۲- وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ

بخش دے اور مقررہ وقت (موت) تک
تمہیں مُہلت دے؟ بولے تم تو ہماری ہی
مانند انسان ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں اُن کی
عبادت سے جنہیں ہمارے بڑے پُوجتے تھے
روکو، پس ہمارے پاس کوئی صاف دلیل لاؤ ف ۝
۱۱- اُن کے رسُول بولے، ہم تمہاری مانند
انسان ہیں۔ لیکن خدا اپنے بندوں
میں جس پر چاہے، احسان کرے،
اور دلیل لانا ہمارا کام نہیں،
مگر خدا کے حکم سے،
اور چاہیئے کہ مومن اللہ پر بھروسہ
کریں ۝
۱۲- اور ہم اللہ پر کیوں بھروسہ نہ کریں،

ایمان افروز استفہام
ف

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ۔ کا انداز بیان نہایت یقین افزا اور ایمان پرور ہے۔ یعنی دنیا کی ہر بات میں شک و شبہ کی گنجائش ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ رب فاطر کے باب میں کسی شبہ کا اظہار کیا جائے۔

قرآن حکیم کے نزدیک اللہ کا وجود اور اس کی توحید مسلّمات فطرت میں سے ہے۔ یعنی وہ ایسی حقیقت ہے جس کا احساس ہر دل میں موجود ہے۔ اس لئے قرآن تعجب سے پوچھتا ہے کیا تمہیں اللہ کی نسبت شک ہے؟ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔

قرآن نے الفاظ میں استفہام پیدا کر کے مضمون میں عجیب اثر پیدا کر دیا ہے۔ وہ لوگ جو عربی ذوق سے آشنا ہیں جب اس جملہ کو پڑھیں گے، تو بے اختیار اُن کا جی چاہے گا کہ خطب

وال کو سراسر تحیّر سے معمور کر لیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ پڑھ کر ایک دہریہ بھی محسوس کرے گا۔ کہ کسی نے اُسے ہلا کر خواب غفلت سے بیدار کر دیا ہے۔ بشرطیکہ اُس کے پہلو میں دل ہو۔ اور مذاق ادب سے بھی آشنا ہو۔ ان تین حروف میں وہ اثر ہے جو شاید ہزاروں دلائل میں نہیں۔

اس قسم کی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قرآن ایک علمی اور ادبی معجزہ ہے۔

ان تین حروف میں کفر و شرک پر اظہار تعجب ہے یقین افروزی ہے۔ زجر و توبیخ ہے۔ فطرت و قلب کی جانب رجوع کی دعوت ہے۔ جلال و ہیبت ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ایک زبردست قوت کسی کو پکڑ کر جھنجھوڑ رہی ہے۔ اور آنکھیں لال پیلی کر کے پوچھ رہی ہے کہ کیوں بے وقوف! تمہیں بے مطلع کا بھی انکار ہے؟ سبحان اللہ!

اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن زبان میں (باقی بر صفحہ ۶۱۳)

وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ
عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝
۱۳ - وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ
لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى
اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝
۱۴ - وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ
مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝
۱۵ - وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ
جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝
۱۶ - مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى

اور اس نے ہماری راہیں ہمیں بتلائیں اور جو
تم ہمیں دکھ دیتے ہو ہم اس پر صبر کریں گے اور توکل
کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل چاہیئے ۝
۱۳ - اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا،
کہ ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے،
ورنہ ہمارے دین میں پھر آجاؤ۔ سو ان کے
رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کریں گے
۱۴ - اور ان کے بعد تمہیں زمین میں بسائیں گے
یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑے
ہونے سے اور میرے ڈرانے سے ڈرتا ہے ۝
۱۵ - اور رسولوں نے فتح مانگی، اور ہر سرکش
ضدی نامراد رہ گیا ۝
۱۶ - اس کے پیچھے دوزخ ہے۔ اور اسے

طاقت نہیں، کہ وہ ان حروف کے اثر کو
بیان کرسکیں۔ اس مختصر سی آیت میں
غفلت و تساہل کی مذمت ہے، توحید
و تفرید کی جانب دعوت ہے۔ گویا
یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کسی چیز
نے چونکا دیا ہے۔ اور قلب سے تمام
حجاب ایک ایک کرکے اٹھ رہے ہیں؛
اور وہ روشنی جو دل میں موجود تھی۔ اور
ماند پڑ گئی تھی۔ اب پھر اجاگر ہو گئی
ہے۔ اور توحید کی کرنوں سے دل جگمگا
اٹھا ہے۔

حلِ لغات

سُبُلَنَا۔ یعنے کامیابی و کامرانی کی
راہیں۔
جَبَّارٍ۔ سرکش و متکبر، جبکہ اللہ کی صفت
ہو، تو اس کے معنے شکستہ حالات کو
درست کرنے والے کے ہوتے
ہیں۔

مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ○
۱۷ - يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ
يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۔ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ
عَذَابٌ غَلِيْظٌ ○
۱۸ - مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِ اشْتَدَّتْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۔
لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى
شَيْءٍ ۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
الْبَعِيْدُ ○
۱۹ - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۔ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

پیپ کا پانی پلایا جائے گا ○
۱۷ - اُسے گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے سے نہ
اُتار سکے گا۔ اور ہر جگہ سے اس پر موت آ رہی ہوگی
اور وہ نہ مرے گا۔ اور پیچھے اس کے
سخت عذاب ہوگا ○ ف۱
۱۸ - جو لوگ اپنے رب کے منکر ہیں اُن کی مثال
ایسی ہے کہ گویا اُن کے اعمال راکھ ہیں جسکو
آندھی کے دن زور سے ہوا چلے۔ وہ اپنی
کمائی میں سے کسی شئے پر قادر نہ
ہوں گے۔ یہی پرلے درجے کی
گمراہی ہے ○ ف۲
۱۹ - کیا تُم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور
زمین کو ٹھیک پیدا کیا اگر چاہے تو تمہیں نیست

ف۱

سرکشوں اور معاندوں کے لئے سزا کا ذکر ہے۔ جن کا سر کبھی حق کے سامنے نہ جھکے گا۔ جو اللہ کے آستانۂ جلال پر نہ جھکے۔ جو محض عناد و دشمنی کے لئے حق و صداقت کی مخالفت کریں۔ جو سچائی کی آواز کو نہ سنیں۔ دلائل و براہین اُن کے سامنے موجود ہوں۔ اور دل میں حرارت ایمان پیدا نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے جہنم جگہ ہے جو اللہ کی جانب سے مقام عتاب ہے۔ یہاں دُنیا میں یہ لوگ کام و دہن کی لذتوں کے لئے زندہ رہے۔ آخرت میں انہیں پیپ پی سکنے کے لئے بے قرار ہوں گے۔ اور یہ چیزیں انہیں میسر نہ ہوں گی۔ اس لئے انہیں محسوس ہوگا۔ کہ ہم نے دُنیا میں اگر صرف خواہشات نفس کو جائز و ناجائز طریق سے پورا کیا ہے۔ اور کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ جو لائق اعتناء ہو۔ اور یہاں جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ ہمارے پلے نہیں۔ نتیجہ خسران اور گھاٹا ہے ○

شیرازۂ اعمال

ف۲

اعمال کے لئے ایک شیرازہ کی ضرورت ہے۔ اور جب تک یہ شیرازہ موجود نہ ہو۔ اعمال میں غرض و ترتیب پیدا نہیں ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے۔ یہ شیرازہ ایمان صحیح ہے۔ ایک دیوانہ ہے اس کے افعال کو کیوں آپ قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔ اور اس کی تمام حرکتیں کیوں عبث قرار پاتی ہیں۔ اس لئے کہ اس کے اعمال میں شیرازہ عقل موجود نہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو ضمیر و عمل صالح کے مفہوم سے آگاہ نہیں۔ جو انسانیت کے صحیح پروگرام سے واقف نہیں کیونکر صالح قرار دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ اس کے اعمال میں شیرازہ ایمان موجود نہیں۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو نہایت عمدہ مثال میں بیان فرمایا ہے۔ فرمایا اُن کے اعمال عدم وزن اور ثبات و قرار کے لحاظ سے یوں ہیں جیسے کوئی شخص پتھر پر راکھ کا ڈھیر جمع کر دے۔ تو آندھی چلنے پر وہ سب کی سب اُڑ جائے۔ اُن کے اعمال بھی اسی طرح کے ہیں۔ وہ راکھ کے ڈھیر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے جب تک شیرازہ

وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ○
٢٠ - وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ○
٢١ - وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ
الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا
إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ
مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ
أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ
مَّحِيصٍ ○
٢٢ - وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ
إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ
وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ

کرڈالے۔ اور نئی خلقت آ بسائے ○
٢٠ - اور اللہ پر یہ کام کچھ مشکل نہیں ○ ف١
٢١ - اور اللہ کے سامنے سب آ کھڑے ہوں گے پھر ضعیف لوگ سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے پیچھے تھے، سو کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم سے دفع کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر (دنیا میں) اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے۔ اب ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہمارے لئے سب برابر ہے ہم کسی طرح نہیں چھوٹ سکتے ○ ف٢
٢٢ - اور جب فیصلہ ہو چکے گا تب شیطان بولے گا کہ خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی

ف١

قرآن حکیم نے متعدد بار اس حقیقت کو دہرایا ہے، کہ اللہ تعالے نے کائنات کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب تک تم اس مقصد کو نباہتے رہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتے رہیں گے اور جہاں تم نے انکار کیا۔ وہ تم سے رُوگردانی کرے گا اور تمہیں دُنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دے گا۔ اور ایک دوسری قوم کو پیدا کرے گا۔ جو اس کے مقصد کو سمجھے گی۔ اور پورا کرے گی۔ اور اس میں کچھ بھی دقت اللہ تعالے محسوس نہیں کریں گے۔ یہ اس کا اٹل قانون ہے۔

کمزوروں کی فریاد بڑوں سے

ف٢ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہوں گے اور اپنے اپنے نامۂ اعمال سے آگاہ ہو جائیں گے تو اس وقت زمین کا وہ طبقہ جو ضعفاء اور کمزور لوگوں کا ہے۔ کبرا اور بڑے بڑے لوگوں سے کہے گا۔ ہم دُنیا میں تمہارے تابع تھے۔ جب تم نے عیش و تنعم کی مصلحتیں اختیار کیں۔ شراب و نے سے شغل کیا تو ہم نے تمہاری تقلید کی۔ ہم سمجھے، جب سمجھدار اور بڑے بڑے لوگ ان باتوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ تو واقعی یہ بات جائز ہوگی۔ ہم نے بے تحاشے گناہ کی جانب قدم بڑھائے۔ کیا آج تمہارے یہاں شنوائی نہیں ہے؟ تمہارا اثر و رسوخ کیا ہوا۔ کیا یہاں رشوت نہیں چلتی۔ اور کیا تم ہمیں عذاب سے نہیں بچا سکو گے؟ کبرا کہیں گے کہ ہم اور تم دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ اس لئے سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے چھوٹے میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ اور سب ایک صف میں کھڑے کئے جاتے ہیں۔

لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ
وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۚ اِنِّيْ كَفَرْتُ
بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۚ
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
۲۳- وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ تَحِيَّتُهُمْ
فِيْهَا سَلٰمٌ ۝
۲۴- اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ
مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

اور میری کچھ تم پر حکومت نہ تھی۔ صرف یہ کہ
میں نے تمہیں پکارا تھا۔ تم نے میری بات مان لی۔ تو
مجھے ملامت نہ کرو اور اپنی جانوں کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا
فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔ تم نے جو
پہلے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا میں اُسے اب قبول
نہیں کرتا۔ ظالموں کیلئے دُکھ دینے والا عذاب ہے ۝ ف۱
۲۳- اور ایماندار اور نیک کردار
باغوں میں داخل ہوں گے۔ جن کے نیچے
نہریں بہتی ہیں۔ اُن میں اپنے رب کے
حکم سے ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کی ملاقات
کے وقت کی دُعا اُس میں سلام ہوگی ۝
۲۴- کیا تُو نے نہ دیکھا کہ خُدا نے نیک بات
کی مثال کیونکر بیان کی ہے، کہ وہ ستھرے

ف۱

وہ شیطان جس نے دُنیا میں عیب کو عین
صواب دکھایا۔ جس نے گناہوں کو سنوار سنوار کر
پیش کیا۔ کہے گا۔ جناب اللہ کا وعدہ سچا
ہے۔ میں نے اب تک جو کچھ کہا۔ جھوٹ تھا
مگر میں آپ کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ میں
نے تو صرف دعوت دی ہے۔ وسوسہ اندازی
سے کام لیا ہے۔ بُرے خیالات کی تائید
کی ہے۔ لیکن یہ تمہارا قصور ہے۔ کہ تم نے
میری دعوت پر کان دھرا۔ اور میری رائے سے
اتفاق کیا۔ آج میں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔
اور نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ ہم دونوں
ظالم ہیں۔ اور دونوں کے لئے عذاب مقدر
ہے۔
وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ۔

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان شریر
نفوس کی مذموم مساعی کیا ہیں؟ مضبوط اور
پکے عقیدے کے لوگ ان کے شر سے
محفوظ رہتے ہیں۔ اور ضعیف الایمان
وسوسہ اندازیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حلّ لغات

بِمُصْرِخِكُمْ۔ فریاد رس۔

طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا
فِي السَّمَآءِ ○
۲۵ - تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ
بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ○
۲۶ - وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ
خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ
۲۷ - يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ
اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ

درخت کی مانند ہے جس کی جڑ مضبوط زمین میں اور شاخ آسمان میں ہے ○ ف۱

۲۵ - وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ آدمیوں کو مثالیں سناتا ہے۔ شاید وہ سوچیں ○

۲۶ - اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی مانند ہے جو زمین کے اوپر سے اکھاڑا گیا۔ اسے قرار نہیں ○ ف۲

۲۷ - اللہ ایمانداروں کو مضبوط بات کے ساتھ زندگی دنیا اور آخرت میں ثابت رکھتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور اللہ جو چاہے

پاک درخت

ف۱ نیک بات، پاکیزہ خیالات کی مثال عظمت و بقاء اور نفع کے لحاظ سے ایک خوش منظر درخت کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوط ہوں۔ جس کی بلندی آسمان سے باتیں کرتی ہو ہر وقت پھلوں سے لدا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اسلام جڑوں کے لحاظ سے مضبوط ہے۔ دنیا کی کوئی قوت اسے اکھاڑ نہیں سکتی اس کی عظمت درخت کا یہ عالم ہے۔ کہ آسمان تک بلند ہے ہر وقت نسل انسانی اس کے پھلوں سے استفادہ کرتی رہتی ہے اس کے برکات و فیوض ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ یہی اسلام شجرۂ طیبہ ہے۔ ایک پاک اور نفع رسان درخت کی مانند ہے۔

کفر و شرک شجرہ خبیثہ

ف۲ کفر و شرک کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جو بے اصل ہو۔ بدوضع اور مکروہ ہو۔ بے فائدہ ہو۔ جس کی جڑیں زمین پر پھیلی ہوں۔ اور قعر زمین میں گڑی ہوئی نہ ہوں یعنی جو بے بنیاد ہو۔ دلائل و منطق جس کی تائید کریں عقل سلیم ٹھکرا دے۔ قلب و ضمیر قبول نہ کرے۔ اور اس کے تنفی الاطائل کی وجہ سے دنیا اسے مردود قرار دے۔ یہ کفر و شرک کی کتنی عمدہ مثال ہے۔ پاک قلب اور سلجھے ہوئے دماغ کے لوگ کبھی کفر کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ اس نوع کے عقائد کو ثبات و قرار نہیں ہوتا۔ ایمان کے مقابلہ میں یہ پنپ نہیں سکتے۔ صداقت اور سچائی کو دوام حاصل ہے۔ اور کفر و ضلال کو فنا و زوال۔

حل لغات

اُجْتُثَّتْ۔ اکھاڑا جائے۔ جثہ سے مشتق ہے جس کے معنے اس جسم کے ہوتے ہیں۔ جو ابھرا ہوا ہو۔ والجثۃ ما ارتفع من الارض کالاکمۃ۔

مَا يَشَاءُ ۝
۲۸ - اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ۝
۲۹ - جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۔ وَبِئْسَ
الْقَرَارُ ۝
۳۰ - وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ
مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝
۳۱ - قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

سو کرے ۝ ف۱
۲۸ - کیا تُو نے اُن کی طرف نہ دیکھا جنھوں نے
اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدلا۔ اور اپنی قوم کو
تباہی کے گھر میں جا اُتارا ؟ ۝
۲۹ - کہ دوزخ ہے جس میں داخل ہوں گے اور بُرا
ٹھکانا ہے ۝
۳۰ - اور اللہ کے لئے شریک مقرر کئے ہیں تاکہ اُس کی
راہ سے لوگوں کو بہکائیں۔ تُو کہہ کوئی دن فائدہ
اٹھا لو۔ پھر تمہیں آگ میں جانا ہے ۝
۳۱ - میرے ایماندار بندوں سے کہہ نماز
پڑھیں۔ اور جو ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے
چھپا کر اور اعلانیہ خرچ کرتے رہیں اس سے پہلے کہ وہ
دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت اور دوستی نہ ف۲

قولِ ثابت

ف۱ - حدیث میں آیا ہے کہ قبر کی تنہائی میں کام آنے میں یہ قولِ ثابت یعنی حقیقتِ توحید ہے۔ جو لوگ وحدت و توحید کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ تو دُنیا میں مصائب سے گھبراتے ہیں اور نہ عالمِ قبر میں اُن کے لئے فزع و خوف ہے۔ اللہ ان کو توحید کے وسیلے سے توفیق دیتا ہے کہ جرأت سے دُنیا میں مشکلات کا مقابلہ کریں۔ ان کے دل منور ہو جاتے ہیں۔ توحید کا نُور قلب میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور قبر کی تاریکی بھی نور جنت کی روشنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں اس دُنیا میں اس حقیقت سے آگاہ [illegible] دنیا و آخرت میں خائب و خاسر رہتے ہیں۔ نہ یہاں انہیں کامیابی و کامرانی میسر ہوگی۔ اور نہ آخرت میں ۔

ف۲ - یعنے ایمان کے لئے ضروری ہے کہ عمل کی توفیق بھی حاصل ہو۔ اور صرف اقرار و اعتراف اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ مومن وہ ہے۔ جو اعمال و طاعت سے ایمان کا ثبوت دے۔ جس کا سر صبح کو خدا کے سامنے جھکے۔ جو عین عبودیت کی نشانی ہے۔ دیکھنے والا آنکھ ہو۔ جو اللہ تعالےٰ میں اور بندے میں تعلق ہے۔ نیز مال خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ اپنی قوت خرچ کرکے تنگی رفع کرے۔ غافل نہ ہو کیونکہ وقت آنے والا ہے۔ کہ زرِ حیات ختم ہو جائے گی۔ اور اس وقت نہ کچھ خریدا اور بیچا جا سکے گا۔ دوستی محبت اور تعلقات اس وقت کام نہ آئیں گے ۔

حلِ لغات

دَارُ الْبَوَارِ ۔ ہلاکت کا گھر ۔ یعنے دوزخ ۔
خِلٰلٌ ۔ دوستی ، دوستاں ۔

۳۲- اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ
بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی
الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الْاَنْهٰرَ ۚ

۳۳- وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ
دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ
وَ النَّهَارَ ۚ

۳۴- وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ
وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا
تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
كَفَّارٌ ۠

۳۲ - اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور آسمان سے پانی اُتارا، پھر اُس سے پھل نکالے، جو تمہاری روزی ہے اور کشتیاں تمہارے بس میں کیں، کہ اُس کے حکم سے دریا میں چلیں۔ اور نہروں کو بھی تمہارے قابو میں کیا ○

۳۳ - اور سُورج اور چاند کو بھی جو ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں تمہارا مسخر کیا۔ اور دن رات کو تمہارے لیے قابو میں رکھا ○

۳۴ - اور جو کچھ تم نے اُس سے مانگا اُس نے تمہیں دیا۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو ہرگز نہ کر سکو گے۔ بیشک آدمی بڑا بے انصاف ناشکرا ہے ○ ف۱

چاند سُورج مُسخّر ہیں!

ف۱

اسلام نے انسان کا مرتبہ بہت بلند رکھا ہے۔ اُسے کائنات میں مرکزی مقام عنایت فرمایا ہے۔ اور کہا ہے، کہ جو کچھ دُنیا میں ہے۔ وہ تمہارے لئے ہے۔ چاند، سُورج، رات، دن، نہریں اور سمندر سب تمہارے تابع ہیں۔ تمہاری حکومت اور تسخیر کا دائرہ وسیع ہے تمہیں اللہ نے ہر طرح کی نعمتیں بخشی ہیں۔ مگر تم ہو کہ اللہ کی نعمتوں سے استفادہ نہیں کرتے، اُس نے تمہارے لئے سمندر مسخر کئے، چاند اور سُورج کو تمہارے تابع بنایا۔ رات اور دن تمہارے فائدے کے لئے بنائے۔ مگر تم ہیئت کا فریفتہ ہو۔ کہ ذرّے ذرّے کے سامنے جھکتے ہو۔ ہر چیز کو اپنا معبود کہتے ہو۔ اور اپنے ماتھے کو ہر بلند و بالا شے کے سامنے جھکا دیتے ہو۔ یہ ظلم ہے انسانیت کے حق میں۔ اور کفر ہے شرافت نفسی کا۔

حلِّ لغات

ظَلُوْمٌ۔ ناانصاف۔

۳۵- وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ
بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝
۳۶- رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ
النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ
وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
۳۷- رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ
بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ
اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝
۳۸- رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا

۳۵- اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب اس
شہر (مکہ) کو جائے امن بنا۔ اور مجھے اور میری
اولاد کو بُت پرستی سے بچا ۝ ف
۳۶- اے رب ان بتوں نے آدمیوں میں سے بہتوں کو
گمراہ کیا ہے۔ سو جو میرے تابع ہوگا وہی مجھ سے ہے
اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو تُو بخشنے والا مہربان ہے ۝
۳۷- اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد میں سے
بعض کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس الیے میدان
میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں اے ہمارے رب یہ میں نے
اس لئے کیا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو ایسا کر کہ لوگوں
میں سے بعض کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں میووں
سے روزی دے۔ شاید وہ شکر کریں ۝
۳۸- اے ہمارے رب جو ہم چھپاتے اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں

نقطۂ توحید کی تعمیر!

ف یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے کعبہ کی تاسیس کی۔ اخلاص و توحید کی بنیاد رکھی۔ جب قوم کے لئے ایک مرکز وحدت مہیا کیا جب معبد عموی نقطۂ توحید سے منقطع ہو چکے تھے۔

اس وقت قرب و جوار کے لوگوں میں بت پرستی کا رواج تھا۔ لوگ غیر اللہ کی پوجا میں منہمک تھے۔ اور اللہ کی چوکھٹ کو چھوڑ کر جبینوں کو غیروں کے آگے جھکا رہا تھا۔

حضرت ابراہیم نے دعا کی۔ کہ تو اس اخلاص و توحید کے گھر کو دار الامن بنا۔ جہاں دُنیا اور دین کی بے چینیوں سے لوگ پناہ حاصل کریں۔ مجھے اور میری اولاد کو توفیق دیجیو۔ کہ لوگوں کو اس مرکز توحید پر جمع کریں۔ اور بت پرستی سے بچیں۔ نیز اس ذریت کی طرف اشارہ ہے جسے آپ نے اس وادی غیر ذی زرع میں لا بسایا ہے۔ اور وہاں کا ساکن قرار دیا ہے۔ کہ وہ لوگ کعبہ کی تولیت کرتے رہیں۔ اور دور دور سے ان کی

زیارت کے لئے آئیں۔ اور تیرا نام بلند کریں۔ انہیں رزق کی نعمت سے سرفراز فرمائیو۔

درمیان میں اللہ کی نعمت کا ذکر فرمایا۔ کہ اس نے ہمیشہ میری دعاؤں کو سنا ہے۔ اور بڑھاپے کے وقت عنایت کر دی ہے۔ اس وقت اولاد بخشی ہے۔ جب عام لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور یقین افروز انداز میں فرمایا ہے۔ کہ میرا رب یقیناً دعاؤں کو سنتا۔ اور قبول کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت حضرت ابراہیم کی ذہنی کیفیت کیا تھی۔ نبیل رب تھے اور دل میں ایمان کا سمندر موجزن تھا۔ کہ دعا قبول ہوتی ہے حقیقت یہ ہے۔ جب اللہ پر اس درجہ بھروسہ اور اعتماد ہو تو دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔

حل لغات

الاَصْنَامَ- بُت۔ جمع صَنَمٌ۔
اَفْئِدَۃً - دل۔ جمع فُؤَادٌ۔
تَھْوِیْ- ھَوٰی اِلَیْہِ۔ جھکا۔ مائل ہوا۔

نُعۡلِنُ ؕ وَمَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ
شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿
۳۹- اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ
عَلَی الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ
اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ
الدُّعَآءِ ﴿
۴۰- رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ
وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ
دُعَآءِ ﴿
۴۱- رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ
لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿
۴۲- وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا
یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ؕ

ظاہر کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان میں کوئی
چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ○
۳۹- سب تعریف اللہ کی، کہ اس نے مجھے
بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ
بخشا ہے۔ بے شک میرا رب دعا
سُنتا ہے ○ ف ۱
۴۰- اے رب مجھے (بھی)، اور میری اولاد کو
(بھی) نمازی رکھ۔ اور اے ہمارے رب!
میری دعا قبول کر ○
۴۱- اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور سب
مومنین کو جس دن حساب قائم ہو تو بخش دینا ○
۴۲- اور تو گمان نہ کر کہ اللہ ظالموں کے کام
سے بے خبر ہے ○

اخلاص کی پکار

ف ۱ دعا کا بقیہ حصہ یہ ہے۔ کہ اللہ اپنا نیاز مند بنائے رکھ، رکوع و سجود کی توفیق دیجئے۔ مجھے اور میرے والدین کو اپنے آغوش رحمت میں جگہ دیجئے۔

مخلص دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی۔ آج کئی ہزار سال گزرنے کے بعد بھی حضرت ابراہیمؑ کے معبد کی وہی شان ہے۔ زائرین کا ہر وقت تانتا لگا رہتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ بالخصوص ہر سال زیارت کعبہ کے لئے جاتے ہیں۔ حوالیہ من کل فج عمیق۔ روزی کی ہر چیز فراخی کے ساتھ موجود ہے۔ غور فرمایئے کہ ایک غیر معروف شخص ایک لق و دق صحرا میں ایک معبد تعمیر کرتا ہے۔ اخلاص اور قوت روحانی کا یہ اثر ہے۔ کہ دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور وہ آخر کعبہ مرکز حیات روحانی قرار پاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کعبہ کوئی عمارت کے لحاظ سے کوئی خاص خوبصورت چیز نہیں۔ نہایت سادہ چار دیواری ہے۔ مگر انوار و تجلیات کی مینا کاری نے اسے دنیا جہان کے لئے قابل رشک بنا دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل میں اخلاص ہو۔ باتوں میں صداقت ہو۔ اللہ کی جانب سے مقبولیت کا خلعت عطا ہو۔ تو اس کے بعد نشر و اشاعت کی ضرورت نہیں۔ شان و شکوہ کی حاجت نہیں۔ کہیں بیٹھ جایئے۔ آبادیوں سے دور اپنا مسکن بنایئے دل کھنچے ہوئے چلے آئیں گے۔ اور صداقت و سچائی کو قبول کریں گے۔

اور اگر سچائی کی نعمت سے آپ محروم ہیں۔ تو پھر باوجود منظم سامان کے کامیابی ممکن نہیں۔

ہندوستان کی تبلیغی تاریخ ملاحظہ فرمایئے۔ چند نفوس قدسیہ آن کر جنگلوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اور ان کی روحانیت سے دور دور تک اسلام پھیل گیا ہے۔ آج ہندوستان میں جس قدر مسلمان موجود ہیں۔ وہ انہیں (ابکاتی) برکت (۳۳)

إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ
فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝
۴۳- مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ
لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ
أَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝
۴۴- وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ
الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۙ
نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ
أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ
قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ۝
۴۵- وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ
الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَ

اُن کو تو اُس دن تک مُہلت دیتا ہے جب کہ
آنکھیں اُوپر لگی رہ جائیں گی ۝
۴۳- اپنے سر اُوپر اُٹھائے دوڑتے ہوں گے
اُن کی آنکھیں اُن کی طرف نہ لوٹیں گی اور
اُن کے دِل اُڑ جائیں گے ۝
۴۴- اور لوگوں کو اُس دن سے ڈرا جس دن اُن کو
عذاب آ لے گا۔ تب ظالم کہیں گے اے
ہمارے رب۔ ہمیں تھوڑی مُدت تک مُہلت دے
کہ تیری دعوت کو مانیں اور رسولوں کے تابع ہوں
(کہا جائے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہ کھاتے تھے کہ
تمہیں کچھ زوال نہ ہوگا؟ ۝
۴۵- اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ستم کیا
تم اُن کے گھروں میں رہتے تھے اور

(بقیہ حاشیہ ۳)

لوگوں کی برکات کا نمونہ ہے کہ ہندوستان میں ہزار سالہ حکومتِ اسلامی نے وہ کام نہیں کیا۔ جو اُن اللہ والوں نے کیا ہے۔ آج جب کہ تبلیغ کے وسائل زیادہ وسیع ہیں۔ لوگ زیادہ قابلیت کے ساتھ اسلام کو پیش کر سکتے ہیں۔ تو کیوں اسلام کی ترقی کی رفتار نہایت حوصلہ شکن ہے؟ محض اس لئے کہ اب دعوت و تبلیغ کا ہنگامہ تو خاصہ موجود ہے۔ مگر اخلاص و عمل کا وہ جذبہ موجود نہیں۔ زبان میں حلاوت ہے۔ مگر وہ دِل کی گھلاوٹ نہیں۔ جو اُن لوگوں کا حصہ تھا۔

حَلِّ لُغات

تَشْخَصُ۔ التَّشَخُّصُ۔ دُور سے جو انسانی شکل کھڑی نظر آئے۔

تَشْخَصُ الْاَبْصَارُ۔ آنکھیں چڑھ گئیں۔

مُهْطِعِيْنَ۔ دراصل اونٹ جب گردن اُٹھائے۔ اُس ہیئت کو کہتے ہیں۔ هطع۔

اَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ۔ بدحواسی سے کنایہ ہے۔ هَوَآءٌ کے لغوی معنے فارغ اور خالی کے ہیں۔

تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝

۴۶ - وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

۴۷ - فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

۴۸ - يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

۴۹ - وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝

تم پر کھل چکا تھا۔ کہ ہم نے ان سے کیا سلوک کیا تھا۔ اور ہم کہاوتیں تمہیں سنا چکے تھے ۝

۴۶ - اور وہ داؤں کر چکے، اپنا مکر کر چکے ہیں۔ اور ان کا مکر اللہ کے سامنے ہے۔ اور ان کا مکر ایسا نہیں کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں ۝

۴۷ - سو تو یہ خیال نہ کر۔ کہ اللہ اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے ۝ ف۱

۴۸ - جس دن یہ زمین ایک اور زمین سے بدل دی جائے گی۔ اور سب آسمان بھی اور اللہ اکیلے زبردست کے سامنے سب نکل کھڑے ہوں گے ۝

۴۹ - اور تو اس دن گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے گا ۝

خلفِ وعید اور مسئلہ بدا

ف۱ اس سے قبل یہ فرمایا تھا۔ کہ اللہ ظالموں کی ظالمانہ حرکات سے غافل نہیں ہے۔ وہ ضرور ان کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے دنیا کو اپنے گناہوں سے معمور کر دیا ہے اور جو یہاں عقوبت حق سے بچ گئے ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کا قانونِ مکافات ختم ہے۔ اور جب وہ یہاں سزا سے بچ گئے ہیں تو قیامت میں بھی اللہ کی گرفت سے چھوٹ جائیں گے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبان سے جو کہلوایا ہے۔ ضرور اس کو پورا کرے گا۔ ایک دن ضرور ایسا آئے گا۔ جب مجرم پابجولاں اس کے سامنے انصاف کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ اس وقت ان سب کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دی جائے گی۔ آگ ان کے چاروں طرف چھا جائے گی اور ان کے چہرے جھلس جائیں گے۔

ان آیات میں اسی قانون کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور کہا ہے۔ کہ اللہ نے جو کچھ حشر کے کوائف کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ وہ صرف تخویف نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ۔ سے صاف ظاہر ہے کہ خلف وعید کی صورت میں پیغمبروں کی رسوائی ہے۔ وہ چونکہ اللہ کے محبوب ہیں۔ اور ان کے ذریعے اسلام پھیلتا ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ وہ اپنی بات کو جھٹلا کر کے انہیں لوگوں کے سامنے ذلیل کرے۔ نیز خلف وعید میں یہ بھی عیب ہے۔ کہ اس سے علم الٰہی کی کوتاہی میں نقص بالالتزام آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا علم ہمہ گیر نہیں۔ کبھی تو وہ بعض مصالح کی بنا پر اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتا۔ اور یہ مصالح وہ ہیں۔ جن کا وعدہ کرتے وقت اسے علم نہ تھا۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

بات اصل یہ ہے کہ خلف وعید کا عقیدہ، عقیدۂ بداء سے لیا گیا ہے۔ جو جھوٹے خدا پرستوں نے اپنی تعلیمات کی پردہ پوشی کے لئے ایجاد کر لیا تھا۔ آج بھی (باقی بر صفحہ ۶۲۴)

۵۰۔ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى
وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ○

۵۱۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

۵۲۔ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ
لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۹۹) رُكُوْعَاتُهَا (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۱۔ الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ
قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

۵۰۔ اُن کے کُرتے گندھک (یا رال) کے ہوں گے
اور اُن کے چہرے آگ چھپالے گی ○

۵۱۔ تاکہ خدا ہر کسی کو اُس کی کمائی کا بدلہ دے،
بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

۵۲۔ یہ لوگوں کو پہنچا دینا ہے، اور تاکہ وہ اِس
سے ڈرائے جائیں۔ اور تا جانیں، کہ
وُہی ایک معبود ہے۔ اور تاکہ عقلمند
نصیحت پکڑیں ○

سُورۂ حجر

مکی ––– آیتیں ۹۹ ––– رکوع ۶

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱۔ الٓر۔ یہ کتاب اور قرآن بیان کرنے والے
کی آیتیں ہیں ○

(بقیہ حاشیہ)

اس عقیدہ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ بعض غلط پیچیدگیاں جو از قبیل خلقت ہیں۔ نقد و نظر سے بچ جائیں۔ اور آسانی سے ان کے متعلق کہا جا سکے۔ کہ یہ بعض مصالح کی بنا پر خلعت وجود میں شامل ہیں۔ درحقیقت اس قسم کا عقیدہ بدترین قسم کا الزام ہے، جناب باری پر۔ جسے اسلام کی غیرت حق ہرگز قبول نہیں کر سکتی ●

حلِ لغات

(صفحہ گذشتہ)

ذُو انْتِقَامٍ۔ اعمال بد کا بدلہ لینے والا، سزا دینے والا، نَقِمَتْ کے معنی سزا کے ہیں ●

اَلْقَهَّارُ۔ غالب ●

مُقَرَّنِيْنَ۔ بندھے جڑے ●

اَلْاَصْفَادُ۔ جمع صَفَدٌ۔ قید، زنجیر ●

۲- رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○

۲- کافر کبھی وقت آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ○ ف۱

۳- ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○

۳- انہیں چھوڑ کہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور امیدوں میں بھولے رہیں آئندہ معلوم ہوگا ○

۴- وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ○

۴- اور جو بستی ہم نے ہلاک کی ہے اس کا ایک مقرر لکھا تھا ○

۵- مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ○

۵- کوئی جماعت اپنے وقت سے آگے نہیں جا سکتی اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے ○ ف۲

۶- وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ○

۶- اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر (قرآن) اترا ہے تو مجنون ہے ○ ف۳

۷- لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

۷- تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر سچا ہے ؟ ○

۸- مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا

۸- ہم فرشتوں کو نہیں اتارا کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت

جب نشۂ غفلت کافور ہو جائیگا

ف۱ اصل تقسیم تعدد ہے۔ پاروں کی تقسیم ہوئی ہے۔ اور اس میں مضمون کی رعایت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے۔ بعض دفعہ پارہ شروع ہو جاتا ہے کہ مضمون کا تعلق سابقہ آیات سے ہوتا ہے۔ سورۃ الحجر شروع ہے۔ ایک آیت اوپر ہے اور ایک آیت بعد پارہ شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ مضمون کا تقاضا یہ تھا۔ کہ پارہ کو ابتداء سورت سے شروع کر دیا جاتا۔

سورت میں قرآن حکیم کا تعارف ہے کہ یہ واضح اور یقینی ہدایت نامہ ہے۔ آج گو منکرین اس کے حقائق و صداقت کا انکار کرتے ہیں مگر ایک وقت آنے کا۔ جب یہ لوگ پچھتائیں گے۔ اور کہیں گے اے کاش! ہم نے اسلام کی ہدایت کو قبول کر لیا ہوتا۔ اس کے بعد حضور کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان کی جہالت و حماقت پر افسوس نہ کیجئے۔ انہیں دنیا کی جنس کی نعمتوں میں حصہ لینے دیجئے۔ خوب کھا پی لیں۔ باطل خیالی

در غفلت میں مبتلا رہنے دیجئے جو انہیں دین کی جانب سے غافل رکھیں۔ وہ وقت قریب ہے۔ جب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ تو انہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کس عزیز اور کتنا قیمتی حصہ ضائع کیا ہے۔

ف۲ جس طرح افراد کی زندگی ہے۔ اسی طرح جماعتوں کی زندگی ہے۔ جس طرح افراد کے لئے موت [illegible] ہوتی ہیں۔ اسی طرح قوموں کے حق میں لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو ان کو ختم کر دیتے ہیں۔ عذاب الٰہی کے معنے قوموں کی ہلاکت اور موت کے ہیں جب وقت آ جاتا ہے قوموں کی زندگی کا جنازہ تیار ہو جاتا ہے۔ جب ان کی مصیبتیں اور گناہ ان کی زندگی کو ختم کر دیتے ہیں۔ اور موت کو قریب کر دیں۔ اس وقت ایک لحظہ کا توقف نہیں ہوتا۔

در اصل یہ حکمت ان لوگوں کو اس لئے بتا رہا ہے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ قرآن کی زندگی ہی سے [illegible] ان کے [illegible] اور اس [illegible] ... [illegible] زندہ نہیں رہ سکتے۔

باقی آئندہ

إِذًا مُّنظَرِينَ ۝ — اُن کو مہلت نہ ملے گی ۝

۹ - إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

۹ - یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ اُتارا ہے اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ۝ ف۱

۱۰ - وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝

۱۰ - اور کئی اگلے فرقوں میں تجھ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے تھے ۝

۱۱ - وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

۱۱ - اور اُن کے پاس جو رسول آتا تھا اُسی سے ٹھٹھے کرتے تھے ۝

۱۲ - كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝

۱۲ - یوں ہم مجرموں کے دلوں میں اُس کو ڈالتے ہیں ۝

۱۳ - لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝

۱۳ - پس وہ ایمان نہ لائیں گے اور پہلوں کی رسم چلی آتی ہے ۝

۱۴ - وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝

۱۴ - اور اگر ہم اُن کے لئے آسمان میں ایک دروازہ کھول دیں اور یہ دن بھر اُس میں چڑھتے رہیں ۝

۱۵ - لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝

۱۵ - تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی ہوئی ہے نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ۝ ف۲

دانائے عرب کے متعلق جاہلوں کا فتویٰ

ف۲ مجنون کے معنے یہی ہیں کہ ان لوگوں کی سمجھ میں جو باتیں نہ آسکیں [illegible] جب کسی نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا تو [illegible] کہہ دیا کہ آپ کا دماغ مختل ہے۔

[illegible] یہ بھی ہے کہ یہ لوگ خود دیوانے اور عقل و بصیرت سے بیگانہ تھے [illegible] بصیرت والوں کا کام ہے۔ [illegible] نہیں سمجھ سکتے۔ کیا یہ جنون ہے کہ عجائب و معارف کا [illegible] دیا جائے۔ [illegible] نعمت سے سرفراز کیا جائے [illegible] کیا جائے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

قرآن کیونکر محفوظ ہے!

ف۱ قرآن حکیم کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ یہ محفوظ ہے اس کی زبان محفوظ ہے، ادب محفوظ ہے، ترجمہ و معانی محفوظ ہیں، مطالب و مقاصد محفوظ ہیں۔ اور وہ تمام چیزیں محفوظ ہیں، جو قرآن کے لئے ضروری ہیں۔ قرآن کے الفاظ اس باب میں نہایت [illegible] ہیں۔ ارشاد یہ نہیں ہے کہ قرآن محفوظ ہے۔ بلکہ ذمہ داری یہ ہے کہ ذکر محفوظ رہے گا۔ یعنی قرآن [illegible] رشد و ہدایت کے۔ کیونکہ صرف قرآن کی حفاظت الفاظ و حروف کی صورت میں بے معنی ہے۔ جب تک قرآنی تہذیب و تمدن قرآنی مفہوم و مقصد قرآنی پیغام اور قرآنی عمل محفوظ نہ ہو۔ الفاظ و حروف کا مجموعہ اگر محفوظ بھی رہ جائے تو دنیا کے لئے مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ [illegible] حضور والا صفات کی سیرت کے نقوش باقی نہ رہیں۔ چنانچہ عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کا حرف حرف محفوظ و مرتسم ہے۔ حضور کی تمام زندگی احاطۂ تحریر میں آچکی ہے۔ اور آج دنیا میں محفوظ اور غیر مشکوک پیغام کو اگر کوئی پیش کر سکتا ہے تو وہ [illegible]

۱۶- وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝

۱۶- اور ہم نے آسمان پر بُرج بنائے اور آسمان کو ناظرین کے لئے زینت دی ۝

۱۷- وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝

۱۷- اور ہر شیطان مردود سے ہم نے اُس کی حفاظت کی ۝

۱۸- اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝

۱۸- مگر جو شیطان چوری سے کوئی بات سُن گیا اُس کے پیچھے چمکتا انگارا لگا ۝ ف۱

۱۹- وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝

۱۹- اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا۔ اور اُس پر بوجھ ڈال دیئے۔ اور اُس میں ہر موزون شے اُگائی ۝

۲۰- وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۝

۲۰- اور تمہارے لئے اُس میں روزیاں پیدا کیں اور اُن کی بھی جن کے تم روزی دینے والے نہیں ۝

۲۱- وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

۲۱- اور کوئی چیز نہیں کہ جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اُسے مقررہ انداز پر اُتارتے ہیں ۝

۲۲- وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا

۲۲- اور ہم نے رس بھری ہوائیں چلائیں اور آسمان

(بقیہ حاشیہ)

ف۲ یعنی مکہ والوں کا تعصب اس قدر بڑھا ہے کہ اگر حقائق کو یقینی طور پر دیکھیں جب بھی اقرار نہ کریں۔ اگر یہ لوگ آسمان کو دیکھیں کہ اس کے دروازے اُن کے لئے وا ہیں۔ اور وہ آسمان کی جانب پرواز کر رہے ہیں۔ جب بھی یہی کہیں گے۔ ہماری آنکھوں پر عمل سحر کر دیا گیا ہے۔ ورنہ در اصل ہم آسمان کی جانب نہیں اُڑ رہے ہیں۔

یہ اس لئے فرمایا کہ وہ کہتے تھے۔ فرشتے نازل ہوں تو ہم جانیں۔ تم اللہ کے رسول ہو۔ قرآن کتاب ہے۔ فرشتے تو فرشتے تم خود بھی اگر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ جب بھی یہ ... منکر رہنے کے لئے ڈھکوسلے ہیں۔ ضد طبیعتوں میں وہ استعداد ہی باقی نہیں جس کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

اطلاع علی الغیب کے تمام دروازے مسدود ہیں

ف۱

حضور سے قبل شیاطین آسمان تک چلے جایا کرتے تھے۔ اور کچھ کچھ غیوب سماوی سے معلوم کر لیتے تھے۔ جب حضور پیدا ہوئے اور آپ کو خلعت نبوت عطا ہوا۔ تو اس وقت اطلاع علی الغیب کے تمام ابواب اُن پر مسدود ہو گئے۔ اب جو خبیث کوشش سے آسمان کی جانب چڑھ گیا۔ تو فرشتوں اور چمکتے ہوئے شعلوں نے اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور اُن کو بے نیل و مرام واپس لوٹا دیا۔ قرآن حکیم کو اطلاع علی الغیب کی آخری صورت ہے۔ اور حضور کے بعد کوئی شخص علوم مخفیہ کا وارث نہیں۔ اس لئے اللہ نے سماوات غیب کے تمام ذرائع علم بند کر دیئے ہیں۔ یہ حضور کی فضیلت و ختم نبوت کی بہترین دلیل ہے۔

حل لغات

بُرُوْجًا - برج کی جمع ہے۔ برج محل کو کہتے ہیں یعنی جہاں ستارے رہتے ہیں۔ جیسے مجاہد کی روایت ہے۔ یا ستارہ [illegible]۔
رَوَاسِیَ - گڑے ہوئے پہاڑ اور جمے ہوئے۔

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ ۚ
وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ○
۲۳ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ
الْوَارِثُونَ ○
۲۴ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ
وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ○
۲۵ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهُ
حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○
۲۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ○
۲۷ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ
السَّمُومِ ○
۲۸ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ

سے پانی اُتارا۔ اور تمہیں پلایا۔ اور تمہارے
پاس اُس کا خزانہ نہیں ○ ف۱
۲۳۔ اور ہم ہی جلاتے اور مارتے اور ہم ہی
وارث ہیں ○
۲۴۔ اور ہم تمہارے آگے بڑھنے والوں اور پیچھے
رہنے والوں کو جانتے ہیں ○
۲۵۔ اور تیرا رب اُنہیں جمع کرے گا وُہ حکمتوں
والا خبردار ہے ○
۲۶۔ اور ہم نے انسان کو سڑے کیچڑ کی کھنکھناتی
مٹی سے بنایا ہے ○
۲۷۔ اور پہلے ہم جنات کو لُو کی آگ سے بنا
چکے تھے ○ ف۲
۲۸۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا تھا کہ میں ایک

ف۱

ان آیات میں مذکورہ آیات انسان کے اصول کے مطابق اشیاء کے اظہار قدرت کی جانب توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ قرآن فطرت کے گوشوں پر پردہ نہیں پڑنے دے گا۔ کہ لطافت ان چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا ایک مقصد ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب چیز یہ بتائی ہے کہ ہوائیں جو پانی سے بھری ہیں۔ وہ بادل بنتی ہیں۔ اور عادت کی طرح وقت پر ... بارش کی ولادت ہوتی ہے۔

درحقیقت اس وقت ظاہر فرمائی ہے۔ جب عرب بارش کے متعلق صرف اسی قدر جانتے تھے۔ کہ آسمان سے پانی برستا ہے۔ ... سے بادل آتا ہے۔ ... اسی پانی سے بادل بن کر برستی ہیں۔ علاوہ ازیں ... سے گویا ... اور پانی کی ... کا تذکرہ ہے کہ ہوائیں بادل کو اٹھائے اٹھائے پھرتی ہیں اور ایک وقت مقررہ پر برس جاتی ہیں۔

جنوں کا وجود

ف۲

جنوں کی پیدائش آدم سے پہلے ہے۔ ان کی فطرت اجزائے نار سے ہے۔ اس لئے یہ انسان سے زیادہ لطیف اور سبک ہوتے ہیں گو یہ نظر نہیں آتے۔ مگر ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج نئے تجربوں نے بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ کچھ لطیف اجسام ایسے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ مگر وہ ہماری طرح ایک اعلیٰ قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ ان کے اجسام ہیں۔ ان کی خاص شکلیں ہیں۔ اور اپنے اپنے مخصوص مشاغل رکھتے ہیں۔

یورپ میں بعض ایسی علمی مجلسیں ہیں۔ جنہوں نے برسوں کی تحقیقات کے بعد یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جنات کا انکار واقعات کا انکار کرنا ہے آج سے نصف صدی پیشتر ان کا انکار روشن خیالی میں داخل تھا مگر آج مسئلہ الٹ رہا ہے۔ جنوں کا وجود برحق ہے۔ اور اب مجال انکار نہیں۔ مشرق تو صدیوں سے قائل تھا۔ مگر اب دانایانِ مغرب بھی قائل ہو گئے ہیں۔ اس لئے جنوں کی صورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ جیسے جیسے ترقی کرے گا۔ قرآن کے حقائق مستور آشکارا ہوتے جائیں گے

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○
۲۹- فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○
۳۰- فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○
۳۱- اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ ○
۳۲- قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ ○
۳۳- قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ
مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○
۳۴- قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○
۳۵- وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○
۳۶- قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○

بشر سڑے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے بناؤں گا ○
۲۹- تو جب میں اُسے درست کرلوں اور اپنی روح
اُس میں پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا ○
۳۰- پھر سب فرشتوں نے اکٹھے اس کے آگے سجدہ کیا ○
۳۱- لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ سجدہ کرنے والوں میں ہونے
سے انکار کیا ○ ف۱
۳۲- فرمایا۔ اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے
والوں میں شامل نہ ہوا ○
۳۳- کہا میں وہ نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے
سڑے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے بنایا ○
۳۴- فرمایا۔ تو تو یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے ○
۳۵- اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت ہے ○
۳۶- بولا۔ اے میرے رب! اس دن تک کہ مردے اٹھیں مجھے مہلت دے ○

ف۱

حضرت آدمؑ کے قصے کو قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان اپنے شرف و مجد سے آگاہ ہو۔ اُسے معلوم ہو کہ اللہ نے اس کو درجہ کتنا بلند دیا ہے۔ آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتے جھکتے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ اس کا سر ہمیشہ اونچا رہے۔ وہ اس جبین پر وقار کو جو مسجود ملائک رہ چکی ہے۔ بجز رب العالمین کے اور کسی کے آگے نہ جھکائے۔

اللہ نے فرشتوں کو اسی لئے جھکایا۔ اور سجدہ کا حکم دیا۔ تاکہ ابتداء ہی سے آدم کے دل میں خود شناسی کا مادہ پیدا ہو۔ اور وہ اپنے مرتبت سے واقف ہو۔ اُسے معلوم ہو کہ جس فرشتوں کو اپنے سامنے جھکا سکتا ہوں۔ اور اللہ نے مجھے تمام مخلوقات میں اشرف بنایا ہے۔

شیطان نے انکار کیا۔ وہ آج بھی انسانی فضیلت کا معترف نہیں۔ غرض یہ ہے۔ کہ آدم اپنی زندگی کی تگ و دو میں دشمنوں سے آگاہ رہے۔ اور شیطانی حربوں سے ہوشیار رہے۔

حل لغات

مِنْ رُّوْحِيْ۔ روح کا انتساب اپنی جانب تشریف کے لئے ہے۔

٣٧- قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○
٣٨- إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ○
٣٩- قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ
لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○
٤٠- إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○
٤١- قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ○
٤٢- إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ
إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ○
٤٣- وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ○
٤٤- لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ
جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ○
٤٥- إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ○
٤٦- ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ○

٣٧- فرمایا- تجھے مہلت دی ○ ف
٣٨- مقررہ وقت کے دن تک ○
٣٩- بولا، اے رب اس لئے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی
ان سب کو بھی زمین میں بہاریں دکھلاؤں گا اور گمراہ کروں گا ○
٤٠- سوائے ان کے جو تیرے برگزیدہ بندے ہیں ○
٤١- فرمایا یہی (برگزیدگی) میرے تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے ○
٤٢- جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہ ہوگا مگر
جو گمراہوں میں سے تیرا پیرو ہوا ○
٤٣- اور ان سب کی وعدہ گاہ دوزخ ہے ○
٤٤- جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے
کے لئے ان میں سے ایک فرقہ مقرر ہے ○
٤٥- بے شک جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ○
٤٦- سلامتی سے امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ ○

شیطان کی وجہ تخلیق!

ف شیطان کو سجدہ نہ کرنے کی یہ سزا ملی کہ ہمیشہ کیلئے مردود ہوا۔ اسے حکم دیا گیا۔ کہ تم اب آسمان کی وسعتوں سے نکل جاؤ اور مکروفریب کے لئے زمین پر رہو۔ تمہیں قیامت تک مہلت ہے اپنی شیطنت کو بڑھنے کا موقع۔ پوری قوت کے ساتھ اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرو۔ یاد رکھو۔ وہ لوگ جو پاکباز اور متقی ہیں وہ تیری دستبرد سے ہمیشہ بالا رہیں گے۔ اور تو انہیں ہرگز گمراہ نہیں کر سکے گا۔ سوائے ان چند شریر النفس لوگوں کے جو تیرے ہم خیال ہیں۔ اور کوئی تیری دوستی کا دم نہیں بھرے گا۔ اور بالآخر تم سب لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ شیطان اپنے تمام گروہ کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور کوئی قوت انہیں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گی۔

اس مقام پر دو شبہے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے شیطان کو کیوں قیامت تک مہلت دی۔ کہ وہ اس کی بھولی بھالی مخلوق کو گمراہ کرتا ہے۔ کیا وہ گمراہی کو پسند کرتا ہے؟ اور کیا اسے شیطان کے مشاغل محبوب ہیں؟ دوسرا یہ کہ شیطان کو آخر نافرمانی کی جرأت کیوں ہوئی۔ جب کہ وہ جناب باری کے بالکل قریب تھا۔ نافرمانی کا ارتکاب تو اس وقت ہوتا ہے۔ جب حقائق کے حجاب دل پر چھائے ہوں۔ ابلیس جیسی شخصیت نے جس کو قرب حاصل تھا۔ جو خدا سے بالمواجہ باتیں کر رہا ہے کیونکر انکار کیا؟ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ نے مختلف چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور اسی اختلاف و تنوع میں ہی دنیا کی زندگی مستتر ہے۔ دن پیدا کیا۔ تو ساتھ رات کی تاریکی لگا رکھی ہے۔ پھولوں کی پتیاں پیدا کیں۔ تو کانٹے بھی ہیں۔ عسل و لبن کی اگر فراوانی ہے۔ تو حنظل و زقوم بھی ہے۔ غرضیکہ دنیا کی رونق اس بوقلمونی پر موقوف ہے۔ شیطان کا وجود انسان کے ساتھ ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے آفتاب کے ساتھ تاریکی اور ظلمت کی حکمرانی، پھول کے ساتھ کانٹے۔ اور شہد کے ساتھ زہر۔
شیطان نے انکار اس لئے کیا۔ کہ اس کی [illegible]

۴۷ - وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ○	۴۷ - اور جو اُن کے دلوں میں خفگی ہو ہم اسے نکال ڈالیں گے بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ○
۴۸ - لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ○	۴۸ - اُنہیں وہاں کچھ تکلیف نہ پہنچے گی اور وہاں سے کبھی نکلیں گے ○
۴۹ - نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○	۴۹ - میرے بندوں سے کہہ دے کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں ○ ف۱
۵۰ - وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ○	۵۰ - اور کہ میرا عذاب دُکھ دینے والا عذاب ہے ○
۵۱ - وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ○	۵۱ - اور اُنہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سناؤ ○
۵۲ - إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ○	۵۲ - جب اُس کے پاس گئے بولے سلام وہ بولا ہم تم سے ڈرتے ہیں ○
۵۳ - قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ○	۵۳ - بولے خوف مت کر ہم تجھے ایک ہوشیار لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ○
۵۴ - قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ	۵۴ - کہا تم مجھے خوشی سناتے ہو جب کہ مجھ پر بڑھاپا

آنکھوں پر بھی خود حسد کے پردے پڑ گئے۔ اسے گو قرب حاصل تھا۔ مگر پھر بھی محبت سے حجاب ایسے تھے جن کی وجہ سے گمراہ ہوا۔ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جیسے بیسیوں حجاب ہیں۔ اسی طرح فرشتوں اور اللہ کے درمیان بھی بے شمار پردے حائل ہیں۔ جن کی تفصیل کو ہم نہیں جانتے۔ اس لئے شیطان کی گمراہی تعجب خیز نہیں ●

خدا اصل میں غفور و رحیم ہے!

ف۱

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے بتا دیا ہے کہ اصل صفت میں حقیقتاً عفو و مغفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے بندے ہمیشہ اس کے انعامات سے متمتع ہوں اور اس کی رحمتیں ہمیشہ اس کے بندوں پر چھائی رہیں۔ مگر جب بندے دائرہ عبودیت سے نکل جائیں۔ اور اللہ کے کرم و عفو سے استفادہ نہ کریں۔ تو پھر اس کے غضب میں جوش پیدا ہوتا ہے اور اس کا غصہ نافرمانوں پر بھڑک اٹھتا ہے۔ یہ غصہ اور غضب بھی درحقیقت غفران و رحمت کا نتیجہ ہے۔ جس طرح والدین نالائق بیٹے پر بھی اُن کی ناراضی میں بھی شفقت کا ایک رنگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ جو والدین سے زیادہ رحیم ہے۔ جب ناراض ہوتا ہے تو اس کی ناراضی میں بھی الوان شفقت کی جھلک ہوتی ہے ● یہ عجب لطیفہ ہے کہ رحمت کو تو مؤکد ترین انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ اِنِّی، اَنَا، وغفور، و رحیم کی تکرار، اور معرف الف لام کے ساتھ تعریف و تخصیص مگر عذاب الیم کو بیان کرنے میں اس قدر تاکیدات کا اظہار نہیں فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ رحمت کا پلہ بہت غالب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رحمت جب جوش میں آ جائے تو پھر عذاب و ثواب کس قطار و شمار میں!

حلِ لغات

غِلّ ۔ کینہ، خیانت، و کشمکش ●
سُرُر ۔ جمع سریر ۔ تخت ●
نَصَبٌ ۔ تکان، تھکن، مکد یا تکلیف ●
وَجِلُونَ ۔ خوف زدہ ●

اَلْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۔ آچکا، تو کس بات کی خوشی سناتے ہو ○

۵۵ - قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ○

۵۵ - کہا ہم تجھے ٹھیک بشارت دیتے ہیں سو تو ناامیدوں میں نہ ہو ○ ف

۵٦ - قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ○

۵٦ - بولا۔ اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا اور کون ناامید ہوتا ہے ○

۵۷ - قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○

۵۷ - بولا۔ اے رسولو! تمہارا مطلب کیا ہے ○

۵۸ - قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ○

۵۸ - بولے۔ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں ○

۵۹ - اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○

۵۹ - مگر لوط کے گھر والے کہ ہم ان سب کو نجات دیں گے ○

٦٠ - اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○

٦٠ - لیکن اس کی عورت کو نہیں کہ ہم نے مقرر کر دیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو ○

٦١ - فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ ○

٦١ - پھر جب رسول لوط کے گھر آئے ○

٦٢ - قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○

٦٢ - بولا۔ تم اوپرے لوگ معلوم ہوتے ہو ○

٦٣ - قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ

٦٣ - بولے نہیں ہم تیرے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں

ف

قرآن حکیم کا یہ مخصوص شیوہ بیان ہے کہ احکام کا ذکر کرتے ہوئے عبرت و بصائر کا انبار لگا دیتا ہے۔ اور درمیان میں اقوام و ملل کے قصص بھی بیان کرتا جاتا ہے کہ حالات کا موازنہ ہوتا رہے۔ اور قرأت میں تنوع و حلاوت قائم رہے۔ اس سے قبل دعوت رسالت کا ذکر تھا۔ پھر ٹکنے والوں کے تعصب کو بیان کیا۔ پھر نوع انسانی کو اپنے ابتدائی حالات کی جانب توجہ دلائی۔ تاکہ وہ اپنے اصلی مقام کو پہچانیں۔ اب حضرت ابراہیم کا قصہ اور قوم لوط کے حالات ہیں۔ ابراہیم کے قصہ میں اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ کی تشریح ہے۔ اور قوم لوط کی داستان میں وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۔

اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے پاس جب فرشتے آئے تو انہوں نے سلام عرض کیا۔ حضرت ابراہیم نے جواب دیا۔ مگر ڈر گئے۔ خیال یہ تھا کہ کہیں دشمن اور مخالف نہ ہوں۔ انہوں نے کہا۔ آپ ڈریں نہیں ہم آپ کے لئے خوشخبری لائے ہیں۔ اللہ آپ کو ایک لائق بچہ عنایت فرمانے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم چونکے اور تعجب سے کہا۔ اس بڑھاپے میں اب اولاد ہوگی؟ فرشتوں نے سمجھا۔ یاس ہے۔ اس لئے تردیداً اصرار کیا۔ کہا۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ حق اور واقعہ ہے۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ اللہ ضرور آپ کو ایک بچہ مرحمت فرمائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے معاملہ سمجھ لیا۔ اور کہا میں نے رحمت سے مایوسی نہیں کی۔ کیونکہ مایوسی تو گمراہی ہے۔ بلکہ اس لئے کہا تھا کہ اس عمر میں اولاد نہیں ہوتی۔ اس کے بعد تشریف آوری کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ ہم قوم لوط کے گنہگاروں کی جانب آئے ہیں۔ [illegible] کا پیغام سنانے۔ اس قصے میں چند بصائر و اسباق ہیں۔ [illegible]

(۱) مہمان جب آئے۔ تو پہلے سلام کرے۔

(۲) مہمان کے متعلق کوئی [illegible]

[illegible]

يَمۡتَرُوۡنَ ○ — جس میں اہل شہر شک کرتے تھے (یعنی عذاب) ○

۶۴ - وَاَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ○ — ۶۴ - اور ہم تیرے پاس حق بات لائے اور ہم سچے ہیں ○

۶۵ - فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ○ — ۶۵ - سو تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے نکل لے اور خود اُن کے پیچھے چل اور تم میں کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہوتا ہے ○

۶۶ - وَقَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِكَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ○ — ۶۶ - اور لوط کے دل میں ہم نے یہ بات قائم کر دی تھی کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی ○ ف

۶۷ - وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ○ — ۶۷ - اور اہل شہر خوشیاں کرتے آئے ○

۶۸ - قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ○ — ۶۸ - بولا - یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو ○

۶۹ - وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ○ — ۶۹ - اور خدا سے ڈرو اور میری آبرو مت کھوؤ ○

۷۰ - قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَـنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ — ۷۰ - بولے کیا ہم نے تجھے جہان کی حمایت سے روکا نہ تھا ○

۷۱ - قَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ○ط — ۷۱ - بولا - یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں اگر (نکاح) کرنا چاہو ○

قوم لوط کی ہلاکت!

ف حضرت لوط جس قوم کی جانب مبعوث ہو کر آئے تھے، وہ لوگ بحر میت کے شمال میں تھے۔ یہ فواحش کے ارتکاب میں نہایت دلیر تھے۔ اور اس درجہ پست اور ذلیل قسم کے جذبات کے مالک تھے کہ تسکین نفس کے لئے لونڈوں کو بہ نسبت عورتوں کے پسند کرتے، قوم کی قوم اس خبیث مرض میں مبتلا تھی۔ اخلاقی حس مردہ ہو چکی تھی، ہر آن شہوت پرستی میں مشغول اور بدمست رہتے ۔

حضرت لوط کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ انہوں نے ہر چند عفت و پاکبازی کی تلقین کی۔ مگر بدبخت کہاں مانتے تھے۔ بدمعاشی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی۔ بالآخر اللہ کی غیرت نے فیصلہ کر لیا کہ اس ناپاک قوم کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ تاکہ بدمعاشی کے جراثیم دوسری نسلوں تک منتقل نہ ہونے پائیں۔ اور انہیں ان کی بدعملی کی سزا مل جائے۔ چنانچہ اللہ کے فرشتے آئے۔ مگر حضرت لوط نے نہیں پہچانا۔ جب انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ تو حضرت لوط کو معلوم ہوا۔ کہ قوم کی تباہی کا وقت آپہنچا ہے ۔

فرشتوں نے کہا۔ آج ہی رات اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ صبح ہوتے ہوتے قوم کو تباہ کر دیا جائے۔ اور ان کی ساری نسل کو برباد کر دیا جائے۔ مزید یہ بھی بتلایا۔ کہ جس وقت جاؤ۔ تو عجلت سے جاؤ۔ پیچھے مڑ کر دیکھنا بلکہ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اس ارض سے جلد تر دور نکل جانے کی کوشش کرو۔ شہر والوں نے جب سنا کہ حضرت لوط کے ہاں نہایت خوبصورت لڑکے مہمان آئے ہیں تو خوش خوش ان کے ہاں آئے اور اپنی خواہش نفس کا اظہار کیا۔ حضرت لوط نے کہا۔ کمبختو! یہ تو دیکھو کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ کیا تم میں [illegible] ذرہ بھر بھی شرافت باقی نہیں رہی۔ خدا سے ڈرو۔ اور تم اپنی بدکرداریوں سے مجھے رسوا نہ کرو۔ مگر وہ نصیحت اور پاکبازی کی باتوں کو کہاں سنتے تھے۔ ان کے دل تو خباثت نفس کی وجہ سے سیاہ ہو چکے تھے۔ وہ شہوت سے اندھے ہو رہے تھے، انہوں نے اصرار کیا۔ حضرت لوط نے [illegible] یہ میری بیٹیاں [illegible] سے کیوں نفرت ہے۔ تم [illegible] پاکبازی [illegible]

٧٢ - لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ○
٧٣ - فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ○
٧٤ - فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ○
٧٥ - اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ○
٧٦ - وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ○
٧٧ - اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○
٧٨ - وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ○
٧٩ - فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ م وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○
٨٠ - وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ○
٨١ - وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ○
٨٢ - وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا

٧٢ - تیری جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں ○
٧٣ - سو سورج نکلتے وقت انہیں چنگھاڑ نے پکڑ لیا ○
٧٤ - پھر ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا اور ان پر کنکر کی قسم سے پتھر برسائے ○
٧٥ - بیشک اس قصہ میں صاحبان فراست کے لئے (کھلی) نشانیاں ہیں ○
٧٦ - اور وہ بستی سیدھی راہ پر ہے (یعنی شاہراہ عام پر) ○
٧٧ - البتہ اس میں مومنین کے لئے نشانیاں ہیں ○ ف١
٧٨ - اور ایکہ والے بھی ظالم تھے (ایکہ جنگل کو کہتے ہیں) ف٢
٧٩ - ہم نے ان سے بدلہ لیا - اور یہ دونوں شہر راہ پر نظر آتے ہیں (مکہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے) ○
٨٠ - اور حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ○ ف٣
٨١ - اور ہم نے انہیں معجزے پہنچائے سو انہوں نے ان کو نظر انداز کر دیا ○
٨٢ - اور پہاڑوں میں خاطر جمعی سے گھر تراشتے

جذبہ شہوت کی تسکین نہیں کرتے۔ یہ واقعہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کے اخلاقی تنزل کا آپ کو اندازہ ہو سکے۔ اور آپ جان سکیں کہ کس طرح وہ سامان بدمعاشی کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ جہاں کوئی کے لئے کان میں بھنک پڑتی۔ اٹھ دوڑتے۔ ان کی بدمعاشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بستی کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ اور قوم لوط زمانہ کے لئے عبرت قرار پائی۔

قوم کا وجود اخلاق سے تعبیر ہے

ف١ حضرت لوط کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ بدکردار لوگوں کو معلوم ہو کہ بدکرداری کا حشر کیا ہوتا ہے۔ جو قوم جس میں فواحش پھیل جائیں۔ اور اخلاق و روحانیت کا احساس نا تر ہو جائے۔ اس کی ہلاکت قطعی اور یقینی ہے۔ قومیں اپنے مادی ساز و سامان کی وجہ سے زندہ نہیں رہتیں۔ بلکہ ان کا قیام و بقا درحقیقت اخلاقی قوتوں پر موقوف ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تعمیم کے ذریعہ وضاحت ہے۔ کہ جو قوم بگڑ چکی ہے۔ جس کی حس اخلاقی مردہ ہو چکی ہے۔ اس کے تن مردہ میں بقا و حیات کی روح نہیں پھونکی جا سکتی۔ اس کا ہلاک ہو جانا حتمی اور لابدی ہے۔

ف٢

اصحاب ایکہ سے مراد حضرت شعیب کی قوم ہے۔ جو جنگلوں میں آباد تھی۔ ان کا اصل مسکن مدین تھا۔

ف٣

اصحاب الحجر، قوم ثمود کا نام ہے۔ ان کی جانب حضرت صالح مبعوث ہو کر آئے۔ یہ قوم خوشحال تھی۔ پہاڑوں میں رہتی۔ حضرت صالح سے انہیں سخت عناد تھا۔ یہی وجہ ہے۔ باوجود منع کرنے کے انہوں نے حضرت صالح کی اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

ماحصل یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے مختلف اوقات میں اللہ کے رسولوں کی مخالفت کی۔ ان کے گناہ حد اعتدال سے تجاوز کر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

حل لغات: بِاِمَامٍ ۔ راستہ۔ طریق۔

أٰمِنِيْنَ ○

۸۳- فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ○

۸۴- فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

۸۵- وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ○

۸۶- اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ○

۸۷- وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○

۸۸- لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

تھے ○

۸۳- سو صبح ہوتے ہی اُنہیں چنگھاڑ نے آپکڑا ○

۸۴- پھر جو کماتے تھے۔ اُن کے کچھ کام نہ آیا ○

۸۵- اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے ف۱ اور وہ گھڑی ضرور آنے والی ہے سو تو اچھی طرح درگزر کر ○

۸۶- بیشک تیرا رب جو ہے وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ○

۸۷- اور ہم نے تجھے سبع مثانی (سات چیزیں کہ دہرائی جاتی ہیں یعنی سورۂ فاتحہ) اور قرآن بڑے رتبہ کا دیا ہے ف۲ ○

۸۸- اُن کافروں کو جن کی کئی طرح کی نعمتوں کے ساتھ ہم نے بہرہ مند کیا ہے تُو اے محمدؐ اپنی آنکھیں ان نعمتوں کی طرف نہ پسار اور ان پر غم نہ کر اور اپنے بازو مومنین کے لئے جھکا ف۳ ○

ف

ف۱ یعنی اس کارگاہِ حیات کو کسی مقصد کے ماتحت پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد انسان کی تکمیل ہے۔ انسانی جدوجہد کا امتحان ہے۔ تقوے و پرہیزگاری کی آزمائش ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ چل رہا ہو جس میں لاکھوں طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ اور اس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ انسان کے لئے یہ کافی نہیں کہ وہ کھائے پئے اور مر جائے۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ دنیا میں اپنے اصل موقف کو معلوم کرے۔ اپنی اہمیت کو جانے۔ اور اپنے فرائض محسوس کرے۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کس سمت رواں ہے اور کس کل کا جزو ہے۔ وہ کیوں زندہ ہے۔ اور اس کی زندگی کو کیونکر مفید و معنی بنایا جا سکتا ہے۔

ف۲ سبع مثانی کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مقصود فاتحہ ہے۔ بعض کے نزدیک سات سورتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے غرض سات مضامین ہیں۔ بعض کہتے ہیں سارا قرآن مقصود ہے۔ مگر قوی قول یہ ہے کہ اس سے مراد فاتحہ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضورؐ کی سیرت کے دو پہلو

ف۳ قرآن حکیم کے جن متعدد احکام میں حضورؐ کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کے معنے یہ ہیں کہ حضورؐ کے عمل کی یہ تصویر ہے۔ اور امت کو ان کے اسوہ کی تلقین کی گئی ہے۔

اس آیت میں حضورؐ کی سیرت کے دو پہلو بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ دنیا کے تعلقات پر ریجھے ہوئے نہیں۔ طبیعت میں انتہا درجہ کا استغنا ہے۔ اور ایک یہ کہ آپ مسلمانوں کے لئے آیۂ رحمت ہیں۔ آپ کے دل میں امت کے لئے شفقت کا بے پناہ جذبہ موجزن ہے۔

غور فرمایئے حضورؐ دعوت عام فرما چکے ہیں۔ مخالفت کی آگ بھڑک چکی ہے۔ لوگوں نے ابو طالب سے کہا۔ اپنے بھتیجے کو سمجھاؤ۔ ورنہ ہم اس سے بھی تعرض کریں گے۔ ابو طالب نے جب حضورؐ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا۔ چچا! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ ماہتاب رکھ دیں۔ جب بھی میں دعوت توحید سے نہیں رک سکتا۔ کس قدر [illegible] ہے۔ قوم سونے چاندی کے ڈھیر ... کر رہی ہے (باقی بر صفحہ ۶۳۶)

۸۹ - وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۚ
۸۹ - اور کہہ کہ میں تو ڈر سنانے والا ہوں ○

۹۰ - كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۙ
۹۰ - جیسے ہم نے بانٹنے والوں پر ○ ف

۹۱ - الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ○
۹۱ - جنھوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا تھا، کتاب نازل کی تھی ○

۹۲ - فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ
۹۲ - سو تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے پوچھیں گے ○

۹۳ - عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○
۹۳ - جو کام وہ کرتے تھے ○

۹۴ - فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○
۹۴ - سو جو تجھے حکم ہوا کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے منہ موڑ لے ○

۹۵ - اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ
۹۵ - ٹھٹھے بازوں کو ہم تیری طرف سے کافی ہیں ○

۹۶ - الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○
۹۶ - وہ جو اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کرتے ہیں، سو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا ○

۹۷ - وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ
۹۷ - اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تیرا دل تنگ ہوتا ہے ○

۹۸ - فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ
۹۸ - سو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور سجدہ

(بقیہ حاشیہ)

حسین و جمیل رشتے پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر حضور آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ رحمت و رافت کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ لوگ جو منافق ہیں۔ آپ کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اُن سے ہر طرح اغماض و چشم پوشی کرتے۔ عبداللہ ابن ابی مرتا ہے۔ تو آپ پیراہن مبارک تبرک کے لئے بھی دیتے ہیں ؞

ف

مقتسمین سے مُراد کتے والوں کا وہ گروہ ہے۔ جو مکے کی پہاڑیوں میں پھیل جاتا تھا۔ اور حضورؐ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا۔ جب دیکھتا کہ لوگ حضورؐ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ تو طرح طرح کے الزام تراشتے۔ کبھی کہتے ساحر ہے کبھی کہتے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مقصد یہ ہے۔ غرض یہ ہوتی کہ کسی طرح سے لوگ حضورؐ سے متنفر ہو جائیں اور حق کی پکار کو نہ سنیں ؞

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کے استراق والے حصوں کو اپنے زعم باطل کے مطابق چھانٹ لیتے۔ اور لوگوں کے سامنے رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرتے ؞

مگر باوجود ان مکاریوں اور خباثتوں کے اسلام پھیل کر رہا۔ اور ان کی کوششیں بالکل رائگاں گئیں۔ دُنیا نے دیکھ لیا کہ آفتاب نبوت کی کرنیں کس طرح دور دور تک پھیل گئی ہیں اور یہ لوگ کیونکر ناکام رہے ؞

حلِ لُغات

عِضِیْن۔ ٹکڑے ٹکڑے، اور حصے حصے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ قرآن میں ایک خاص نوع کا ربط ہے۔ جب اس ربط سے اسے الگ کر دیا جائے۔ تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اور معنویت منافع ہو جاتی ہے ؞

السّٰجِدِيْنَ ○

۹۹ - وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۱۲۸) رُكُوْعَاتُهَا (۱۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۱ - اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

۲ - يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ
اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا
فَاتَّقُوْنِ ○

۳ - خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

کرنے والوں میں ہو)

۹۹ - اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے ○

سُورۂ نحل

مکی ——— آیتیں ۱۲۸ ——— رکوع ۱۶

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱ - اللہ کا حکم آیا چاہتا ہے، سو اس کی جلدی نہ کرو۔ ان کے شرک سے وہ پاک اور بلند ہے ○ ف۱

۲ - وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ ڈراؤ، کہ سوائے میرے کوئی معبود نہیں سو مجھ سے ڈرو ○ ف۲

۳ - اس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک پیدا کیا اور ان کے شریکوں سے (بہت ہی) بلند ہے ○

عذاب آ پہنچا!

ف۱ حضور مخالفین سے کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تمہارا کفر وعناد اسی طرح قائم رہا۔ اور نفس کی طغیانیوں میں کوئی فرق پیدا نہ ہوا اور تم بدستور اللہ کی نصرت کو جھٹلاتے رہے، تو یاد رکھو۔ قانون انتقام بروئے کار آئے گا۔ اور تمہیں بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے گا۔

وہ لوگ بار بار از راہ تمسخر کہتے۔ وہ عذاب کہاں ہے؟ کیوں آسمان نہیں ٹوٹ پڑتا۔ اور کیوں زمین نہیں پھٹ جاتی؟ اللہ کی غیرت کیوں جوش میں نہیں آتی؟ اور یہ کیا ہے کہ ہم باوجود نافرمانیوں کے زندہ ہیں؟ کیا اللہ کو ہمارا کفر پسند ہے کیا ہم حق پر ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ گھبراتے کیوں ہو؟ جلدی نہ کرو، عذاب آ پہنچا۔ اللہ کے ان تمہاری تباہیوں اور بربادیوں کا فیصلہ ہو چکا۔ قضا و قدر نے تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت تک تمہیں مہلت دی گئی تھی۔ ہاں اگر اب بھی باز آؤ۔ اور اللہ کی طرف جھک جاؤ۔ اور اب جبکہ تم نے اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، تمہارا فنا کے گھاٹ اتر جانا یقینی ہے۔

بدر کے میدان میں تم سے انتقام لیا جائے گا۔ نصرت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ قیامت قریب ہے۔ جب وقت آ گیا بات پوری ہو جائے گی۔ اور تم عذاب میں مبتلا ہو گے اس وقت تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اور کوئی قوت تمہارے کام نہیں آ سکے گی۔

ف۲ یعنی نبوت اللہ کی بخشش و موہبت ہے۔ اس میں کسب واکتساب کو دخل نہیں یہ اللہ کا دین ہے جسے چاہے دیدے۔ روح سے مراد وحی ہے۔ یا جبرائیل ہے جو حامل وحی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ فرشتے جب نبوت کا خلعت لے کر آتے ہیں تو ان کی تلقین یہی ہوتی ہے کہ ایک خدا کے سامنے جھکو۔ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ نہ شرک کی تائید کے لئے نہیں آتے۔

[illegible]

۴ - خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ
خَصِيمٌ مُّبِينٌ ○
۵ - وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ
وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ○
۶ - وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ
وَحِينَ تَسْرَحُونَ ○
۷ - وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ
لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ
إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○
۸ - وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ
لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ
مَا لَا تَعْلَمُونَ ○
۹ - وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا

۴ - آدمی کو نطفہ سے پیدا کیا - پھر وہ فوراً ہی
صریح جھگڑالو ہوگیا ○ ف۱
۵ - اور تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے ان میں تمہارے
لئے جاڑے کے کپڑے ہیں اور کئی فائدے ہیں اور بعض کو ان میں سے کھاتے ہو ○
۶ - اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب شام کو لاتے
اور چرانے جاتے ہو ○ ف۲
۷ - اور وہ تمہارا بوجھ اس بستی تک اٹھا لیجاتے ہیں
جہاں تم بغیر جان توڑ مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے
بے شک تمہارا رب شفقت کرنے والا مہربان ہے ○
۸ - اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری
سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے اور اب پیدا
کرتا رہتا ہے جو تم نہیں جانتے ○
۹ - اور سیدھی راہ جو ہے خدا پر پہنچتی ہے اور بعض

ف۱

نطفہ سے مراد آب منی ہے۔ قرآن حکیم عام طور پر ایسے مقامات میں بہترین الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جن سے ذوق سلیم ابا نہ کرے۔ غرض یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت پر غور کرے اور سوچے کہ کیونکر اللہ تعالےٰ نے پانی کے ایک قطرے سے جیتا جاگتا انسان بنا دیا ہے ۰

ف۲

ان آیات میں حیوانات کا ذکر ہے کہ کیونکر اللہ نے ان کو تمہارے لئے مفید بنایا ہے۔ ان میں کس قدر تمہارے لئے منافع ہیں ۰

انداز بیان ان لوگوں کے لئے جو دیہاتی زندگی کی ضروریات سمجھتے ہیں۔ نہایت عجیب وجاذب ہے ۰

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ میں ان بے شمار ایجادات کی جانب اشارہ ہے جو باربرداری اور سواری کے کام آسکتی ہیں اور جن سے بجائے حیوانات کام لیا جا سکتا ہے ۰ نزول قرآن کے وقت یہی گھوڑا، گدھا، اور اونٹ وغیرہ موجود تھے۔ اس لئے ان کے منافع گنائے ہیں مگر چونکہ یہ کتاب تمام زمانوں کے لئے راہنما ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ کچھ ایسے برقی اور غیر برقی حیوانات بھی ہیں جن کو اس وقت تم نہیں جانتے۔ مگر آئندہ زمانے میں وہ ظاہر ہوں گے ۰

حلِّ لغات

خَصِیْمٌ - جھگڑالو ۰

دِفْءٌ - حرارت، گرمی ۰

تَسْرَحُوْنَ - سَرَحَ کے معنے مطلق مال وغیرہ کو چراگاہ میں چھوڑنے کے ہیں ۰

جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ
اَجْمَعِيْنَ ۟

۱۰- هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ
شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۟

۱۱- يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ
وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۟

۱۲- وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ
الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۟

راہ ٹیڑھی بھی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو
ہدایت کرتا ○ ف ۱

ع ۱

۱۰ - وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا
اس سے تم پیتے ہو اور اس سے درخت ہوتے
ہیں۔ جہاں تم جانور چراتے ہو ○

۱۱ - اس سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون، اور
کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اگاتا
ہے۔ بے شک فکر کرنے والوں کے لئے
اس میں نشانی ہے ○

۱۲ - اور تمہارے لئے رات اور دن، اور سورج
اور چاند کو اس نے مسخر کیا۔ اور ستارے اس کے
حکم کے تابع ہیں۔ بے شک اہل عقل کے لئے
اس میں نشانیاں ہیں ○

فلسفہ اختلاف

ف ۱

یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اختلاف رنگ و بو کو قائم رکھا ہے۔ اور اس گلشن حیات میں جو رنگا رنگی رکھی ہے۔ وہ بھی بوقلموں اشجار پر، لیل و نہار میں اختلاف ہے۔ اندھیرے اور اجالے میں اختلاف ہے پھول، پتے، اور کانٹے میں اختلاف۔ آہن و سیم میں اختلاف ہے۔ حقیقت و ملمع میں اختلاف ہے سچ اور جھوٹ میں اختلاف ہے۔ حق و باطل میں اختلاف۔ اللہ نے اس بزم کو انواع و اقسام کے گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کیا ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

کچھ وہ ہیں کہ فطرت میں سلامتی ہے۔ حق کے جویا ہیں۔ طبیعت میں غور اور فکر کرنے کا مادہ ہے۔ یہ ہدایت پر ہیں۔ کچھ ایسے ہیں۔ جو گمشدہ ہیں۔ گندہ ذہن لے کر آتے ہیں۔ جن کے کان حق کی آواز کو نہیں سنتے۔ جو دل کے مقفل ہیں۔ اور صلاحیت کلیہ سے محروم ہیں۔ یہ تقسیم خدا کی طرف سے ہے۔ اللہ اگر چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا۔ مگر اس لئے کہ حق و باطل میں امتیاز ہو سکے۔ اور حق پوری تابانی کے ساتھ چمک سکے۔ باطل کی تاریکی باقی رکھتا ہے ۔

آیت کا یہی مقصد ہے کہ توفیق اللہ کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔ اور بندوں کا کام ہدایت کے لئے سعی و طلب کو جاری رکھنا ہے ۔

۱۳ - وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝
۱۴ - وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا
مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى
الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
۱۵ - وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ
تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا
لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
۱۶ - وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ
يَهْتَدُوْنَ ۝

۱۳ - اور جو اس نے تمہارے لئے زمین میں مختلف
رنگوں کی چیزیں پھیلائی ہیں۔ بیشک اس میں نصیحت
پکڑنے والوں کے لئے نشانی ہے ۝ ف
۱۴ - اور وہی ہے جس نے دریا کو قابو کیا۔ تاکہ تم
اس سے تازہ گوشت (مچھلی) کھاؤ۔ اور اس میں سے
زیور (موتی مرجان) نکالو، جسے تم پہنتے ہو اور تو
دیکھتا ہے کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں ۝
اور تاکہ تم اس کے فضل سے معیشت طلب کرو اور تاکہ تم شکر کرو ۝
۱۵ - اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو اس لئے گاڑا
کہ وہ تمہیں لے کر کہیں جھک نہ پڑے اور نہریں اور رستے
بنائیں، تاکہ تم راہ پاؤ ۝
۱۶ - اور بہت سی نشانیاں بنائیں۔ اور وہ ستاروں سے
راہ پاتے ہیں ۝

ف

قرآن چونکہ کتاب فطرت ہے۔ اس لئے وہ عجائب مخلوقات سے استدلال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ آسمان کو دیکھو۔ پانی اور بارش کے فوائد پر غور کرو۔ کیونکر کھیت اور باغات ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر طرح طرح کے پھل اور اثمار پیدا ہوتے ہیں۔ کیا اس میں غور وفکر کے لئے کوئی سامان موجود نہیں ہے؟

رات اور دن کی ترتیب۔ سورج چاند اور ستاروں کی باقاعدہ گردش ان میں جولانیٔ عقل کے لئے کس قدر میدان ہے؟ اسی طرح اشجار رنگا رنگ میں قدرت کی کس قدر صنعت کاریاں نمایاں ہیں۔ اور باعث تذکیر و نصیحت ہیں۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ کہ ان سب باتوں کو سوچو اور غور کرو۔ تو تمہیں عقل اور ذکر کا قیمتی ذخیرہ ملے گا۔

غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان حیوانات، نباتات اور علم الفضا سب علوم کے ماہر ہوں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور صحیح معنوں میں اللہ کے شکر گزار بندے بنیں۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ سمندر کے ان فوائد سے متعلق ہے۔ جو زمانۂ حال میں ظاہر ہوئے۔ کیونکہ سمندر پر قبضہ و استیلاء استعمار کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ افسوس مسلمان "شکر" کے اس عظیم و وسیع مفہوم اور حق سے آگاہ و متمتع نہیں۔

حل لغات

ذَرَاَ - پیدا کیا۔ ذریت اسی سے مشتق ہے۔
لَحْمًا طَرِيًّا - یعنے مچھلی۔

۱۷- اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

۱۷- تو کیا جو پیدا کرے برابر ہے اُس کے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچتے نہیں؟ ۝

۱۸- وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

۱۸- اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو انہیں پورا نہ گن سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝

۱۹- وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝

۱۹- اور جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ جانتا ہے ۝

۲۰- وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ؕ

۲۰- اور جن کو وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ اور آپ پیدا ہوتے ہیں ۝ ف

۲۱- اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝

۲۱- مُردے ہیں جن میں جی نہیں۔ اور انہیں معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ۝

۲۲- اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ

۲۲- تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ سو جو آخرت کو نہیں مانتے۔ اُن کے دل انکاری

بتوں نے کیا پیدا کیا جو اُن کی پوجا کرتے ہو

ف

مکے والے بُت پرست تھے۔ لات و منات کی پوجا کرتے تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے اور انہیں مستقل خدا جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیا ان بتوں کا کارخانات میں کچھ ہے؟ کیا زمین و آسمان میں کسی چیز کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ آہ یہ کہ خود مخلوق ہیں۔

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ایک ایک سانس جو ہم لیتے ہیں اس کے لئے اللہ کے ہزاروں کارکن سرگرم عمل ہیں۔ عمر بھر اگر اس کی توصیف میں صرف کر دیں۔ جب بھی اس کی حمد سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ یہی تو ہے جس نے ہمیں نعمت وجود بخشا ہے۔ اور زندگی عنایت کی ہے۔ ہمیں ضمیر اور عقل سے نوازا ہے گونا گوں نعمتیں دی ہیں۔ اور ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ دنیا میں مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ ایسے محسن خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کہاں کی دانشمندی ہے۔

مذکور بالا میں ہوا اسے برہمن خدا تو چشم تیز وا کر
خدا کا بندہ بتوں کو سجدہ، خدا خدا کر خدا خدا کر

مکے والوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کچھ تو سوچو۔ اور غور کرو تم کہاں تک حق کا جواب ہو۔ وہ بت جو نعمت حیات سے محروم ہیں۔ مردہ ہیں۔ وہ تمہاری ضروریات کو کیونکر پورا کر سکتے ہیں؟ اور کس طرح سے تمہیں زندگی بخش سکتے ہیں؟ سچ

مکہ کے تراشے ہوئے بت آج خدا بنتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس فضیلت کے جو عقیدۂ توحید میں موجود ہے۔ لوگ زیادہ تر شرک ہی کی جانب مائل ہیں حالانکہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ تمام لوگ ایک اللہ کی چوکھٹ پر جبہ سائی کریں۔

حل لغات

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ۔ بے جان لاشیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں۔ بتوں کے متعلق ہیں۔

مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○
۲۳۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○
۲۴۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○
۲۵۔ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ○
۲۶۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ
الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ
مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

ہیں۔ اور وُہ سرکش ہیں ○ ف
۲۳۔ بلاشک ٹھیک ہے کہ خدا کو معلوم ہے جو وہ چھپاتے
ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ بیشک وہ سرکشوں کو
پسند نہیں کرتا ○
۲۴۔ اور جب اُنہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل
کیا ہے تو کہتے ہیں کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں ○
۲۵۔ تاکہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اٹھائیں اور
جنہیں بے علمی سے گمراہ کیا اُن کے بوجھوں میں سے
بھی کچھ بوجھ اٹھائیں سنتا ہے بُرا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ○
۲۶۔ اُن کے اگلوں نے مکر کیا تھا (یعنی نمرود نے)
سو اُن کی عمارتوں پر بنیادوں کی طرف سے اللہ کا
عذاب آیا۔ پھر اُن کے اُوپر سے اُن پر چھت
گر پڑی۔ اور اُن پر اُدھر سے عذاب آیا

ع

ف

آخرت کے عقیدہ کو اسلام نے نہایت اہمیت
کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کیونکہ جب تک نظام
مکافات پر یقین نہ ہو۔ اور جزا و سزا کو نہ مانا
ہو۔ ناممکن ہے کہ اخلاق و عادات کی درستی ہو
سکے۔ بلکہ جب آخرت کا ڈر دل سے اُٹھ جاتا ہو
تو دلوں میں انکار و تمرد پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ
جب زندگی یہیں تک محدود۔ قیامت، حشر نشر
سب افسانہ ہے۔ اگر جوابدہی اور مکافات عمل کا
مسئلہ غلط ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی اُٹھنا محال
ہے۔ تو شرافت اور نیکی کی کیا ضرورت ہے؟
جب ظالم اور مظلوم دونوں کے لئے ابدی فنا
ہے۔ تو پھر کوئی شخص ظلم سے کیوں باز آئے، رحم
مروت، انصاف اور حسن سلوک کی کیا حاجت ہو
اور انسان کیوں نہ تمام دنیا کو خود غرض اور طماع
بن جائے؟
آیت کا یہی مقصد ہے۔ کہ جو لوگ آخرت پر
ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں انکار و کبر
پیدا ہو جاتا ہے۔ وُہ خود غرض ہو جاتے ہیں،
کیونکہ ایسے بلند نصب العین کا انکار گویا [illegible] کا
اقرار و اعتراف ہے۔

حلِّ لُغات

اَسَاطِيْر۔ جمع اسطورہ۔ کہانی، قصہ۔
اَوْزَارَهُمْ۔ اوزار۔ وزر کی جمع ہے، بمعنے بارگراں۔ و بمعنے گناہ۔

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
۲۷ - ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝
۲۸ - الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
۲۹ - فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

جہاں کی انہیں خبر نہ تھی ۝ ف۱
۲۷ - پھر اللہ انہیں قیامت کے دن رُسوا کریگا اور کہے گا۔ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارہ میں تم جھگڑا کرتے تھے۔ وہ جنہیں علم ملا تھا، کہیں گے آج رُسوائی اور برائی کافروں پر ہے ۝
۲۸ - وہ جن کی رُوح فرشتے اس وقت قبض کرتے تھے کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر وہ اطاعت کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم کچھ برائی نہ کرتے تھے کیوں نہیں؟ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے تھے ۝ ف۲
۲۹ - سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو، ہمیشہ وہاں رہو۔ سو سرکشوں کا

چاہ کن را چاہ در پیش!

ف۱ پہلے لوگوں کے حالات بیان فرمائے ہیں کہ انکار و تمرد کی کیا کیا برائیاں ہیں۔ ابتداء سے بعض بدبخت ایسے موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے کفر و عناد سے حصہ وافر پایا ہے۔ اور حق کے خلاف سازشیں کی ہیں۔ شمع ہدایت کو گل کرنے کی سعی کی ہے۔ گلشن حق و صداقت کی بربادی کے منصوبے باندھے ہیں۔ مگر اللہ نے انہیں کے دام میں انہیں گرفتار کیا ہے۔ جس طرح سے انہوں نے حق پرستوں کے خلاف محاذ کا انعقاد کیا ہے۔ اسی طرح سے اللہ نے ان کو بربادی کی راہیں دکھائی ہیں۔

اس آیت میں تمثیل کے ذریعے اس حقیقت کو سمجھایا ہے کہ فرض کرو کہ ایک شخص نے ایک بڑا قلعہ طیار کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے حق پرستوں کی مخالفت کرے۔ ان کو شکست دے۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے۔ کہ وہی قلعہ ان کے لئے بربادی کا سامان بن جائے۔ قلعہ کی چھت گر جائے۔ دیواریں اپنی جگہ سے آ رہیں۔ اس شکست میں یہی حصار حفاظت اُن کے لئے مصیبت و عذاب کی شکل اختیار کرلے۔

فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَہُمْ۔ ہلاکت سے تعبیر ہے۔ ورنہ اللہ کے لئے آنا جانا کے الفاظ بے معنی ہیں۔

بعض مفسرین کی رائے میں اس آیت میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہے۔ اس آیت میں جس کی بربادی کا ذکر ہے۔ بعض کے نزدیک نمرود ہے جس نے ایک نہایت اونچا اور بلند محل طیار کیا تھا۔ تاکہ اللہ سے جنگ کرے۔ بعض کی رائے میں بخت نصر ہے۔ بعض کے خیال میں کوئی قبطی فرمانروا ہے۔ بہرحال آیت میں عموم ہے۔ اور کسی خاص واقعہ کی تاویل کے لئے ضرورت نہیں۔

ف۲ موت کے فرشتے کئی ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ملک الموت حضرت عزرائیل کا مخصوص نام ہے۔ جو موت کے عملہ کا اعلیٰ افسر ہے۔

دُنیا میں جس قدر حادثے ہوتے ہیں۔ اُن کے [illegible]

لغات - تُشَاقُّوْنَ: مخالفت، جھگڑتے تھے۔

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○
۳۰- وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ
اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوْا خَيْرًا ۚ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ
دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ○
۳۱- جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا
يَشَآءُوْنَ ۚ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ
الْمُتَّقِيْنَ ○
۳۲- الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

کیا بُرا ٹھکانا ہے ○
۳۰- اور پرہیزگاروں سے کہا گیا کہ تمہارے ربّ نے
(محمدؐ پر) کیا نازل کیا ہے؟ بولے نیک بات جنہوں نے
اس دُنیا میں بھلائی کی۔ اُن کے لئے بھلائی ہے،
اور آخرت کا گھر اچھا ہے۔ اور مُتقیوں کا
گھر کیا خوب ہے ○
۳۱- رہنے کے باغ ہیں، جن میں وہ داخل ہونگے
اُن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جو چاہیں وہاں
اُن کے لئے ہے۔ اللہ ایسا بدلہ مُتقیوں کو
دیتا ہے ○
۳۲- جن کی جانیں پاکیزہ حالت میں فرشتے نکالتے
ہیں۔ کہتے ہیں سلام علیکم۔ تم اپنے اعمال
کے بدلے میں بہشت میں جاؤ ○ ف۱

اسباب دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو مادی ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جن کا تعلق فوق العادۃ قوتوں اور طاقتوں سے ہوتا ہے یہ دونوں قسم کے اسباب لازم ہیں، جو مادی اسباب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چنانچہ موت کے لئے کچھ اسباب ظاہری ہیں، جنہیں امراض کہتے ہیں۔ کچھ باطنی اسباب ہیں۔ یہ فرشتے ہیں۔ صوفیا کے نزدیک امراض ہی ملائکۂ موت ہیں۔

فرشتے رُوح کا استقبال کرتے ہیں!

ف۱

جس طرح ولادت کے وقت بچّے کا استقبال کرنے کے لئے عزیز و اقربا موجود ہوتے ہیں۔ سوغاتیں ہم پہنچانے کے لئے قابلہ اور نرسیں ہوتی ہیں۔ اور بچّہ اگر خوبصورت اور تندرست ہو، تو مبارک سلامت کی آوازیں بلند ہوتی ہیں، اور اگر بدصورت یا بیمار ہو۔ تو سب کو انقباض ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرے عالم میں فرشتے استقبال کے لئے موجود ہوتے ہیں اگر روح نیک اور صالح ہو۔ تو فرشتے مرحبا کہتے ہوئے خوشی اور مُسرت سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ اور ملاءِ اعلیٰ سے شادیانے بجتے ہیں۔ اور اگر بد اور مکروہ ہو۔ تو روحانی تعفّن کی وجہ سے فرشتے بھی منقبض ہوتے ہیں۔ آج تخاطبِ ارواح کے تجربے نے اس چیز کو خوب واضح کر دیا ہے۔ کہ آخرت میں بھی روح کے خیر مقدم میں کوئی شک نہیں۔ جدید انکشافات روحانی، قرآنی نظریات کی تائید کر رہے ہیں۔

حلِّ لغات

مَثْوٰی۔ ٹھکانا۔

۳۳- هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ
كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○
۳۴- فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ
حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○
۳۵- وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ
اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ
شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا
حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ
كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

۳۳- کافر کس انتظار میں ہیں، کیا اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم (عذاب) آ پہنچے۔ ایسے ہی ان کے اگلوں نے کیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے تھے ○ ف۱

۳۴- پھر ان کے اعمال کی برائی ان پر آئی۔ اور ان کی ٹھٹھے بازی نے ان کو گھیر لیا ○

۳۵- اور مشرکوں نے کہا کہ اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے اس کے سوا کسی کو نہ پوجتے۔ اور ہم بغیر حکم اس کے کسی شے کو حرام نہ ٹھہراتے۔ ایسے ہی ان سے اگلوں نے کیا تھا۔ سو رسولوں پر صرف کھول کر پیغام

ف۱

آیت کے دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ لوگ فرشتوں کو آدمیوں کے روبرو نازل ہونے کو حضور کے صدق کا معیار قرار دیتے تھے اور کہتے تھے، کہ اگر آپ حق پر ہیں۔ اور واقعی فرشتے آپ پر نازل ہوتے ہیں۔ تو ہم بھی دیکھیں کہ کیونکر فرشتے نازل ہوتے ہیں؟

قرآن کہتا ہے کہ یہ فرشتوں کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور حق کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور (۲) آیت کا مقصد ہے، کہ یہ لوگ عذاب کے فرشتوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے عمل بروں کی وجہ سے فرشتے نازل ہوں اور ہماری بستیوں کو الٹ دیں۔ کیونکہ حضور فرماتے تھے کہ اگر تم حق کا انکار کرو گے۔ اور تمہارے انکار و تمرد کا یہی عالم رہا۔ تو یاد رکھو۔ تمہاری ہلاکت قریب ہے۔ اس خیال کی بنا پر وہ لوگ ازراہ تمسخر عذاب طلب کرتے تھے۔ اور کہتے تھے اگر ہم سچائی پر نہیں ہیں۔ اور آپ اللہ کی جانب سے رسول ہیں۔ تو پھر کیوں اللہ کا غضب نہیں بھڑکتا۔ اور ہم کیوں فنا نہیں ہوتے ۔

حل لغات

اَمْرُ رَبِّكَ ۔ اللہ کا حکم۔ یعنی عذاب ۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ۔ یعنی ان کے اعمال بد ہی ان کے لئے اسباب عذاب بن گئے ۔

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○
٣٦- وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ
فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ
مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا
فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○
٣٧- اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا
لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○
٣٨- وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ
لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۚ
بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ

پہنچانا ہے ○ ف۱
۳۶- اور ہر اُمت میں ہم نے ایک رسول بھیجا ہے
کہ اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے بچے رہو
پھر اُن میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت کی اور
کسی پر گمراہی قائم ہو گئی۔ سو زمین میں
سیر کرو۔ پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا
انجام کیا ہوا ○
۳۷- اگر تو اُن کی ہدایت پر للچائے (تو کیا کر سکتا ہے)
جسے اللہ گمراہ کرے اُسے وہ ہدایت نہیں کرتا
اور ان کا مددگار کوئی نہیں ○ ف۲
۳۸- انہوں نے اپنی پکی قسموں سے خدا کی قسم کھائی
ہے۔ کہ جو مر گیا۔ خدا اُسے نہ اُٹھائے گا۔
کیوں نہیں۔ اس پر سچا وعدہ ہے لیکن

کیا ہم مجبور ہیں؟

ف۱ مشرکین کو ایک شبہ یہ تھا۔ کہ نبوت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب کہ ہم سب معصیت پر مجبور ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ ہم شرک کی آلودگیوں میں مبتلا نہ ہوں، اور اپنی مرضی سے چیزوں کو حلال و حرام نہ ٹھہرائیں، تو بھلا یہ کب ہو سکتا تھا۔ کہ ہم شرک کا ارتکاب کرتے۔ اللہ نہ چاہے اور ہم کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ گویا مسئلہ جبر کو ان لوگوں نے برہان بناتے جہالت انکار کا سبب بنایا۔ اس شبہ کو اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات میں ذکر فرمایا ہے۔ سورۂ انعام میں ہے۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا یعنی اگر ہم مشرک ہیں تو معاذ اللہ یہ اللہ کا قصور ہے۔ وہ ہمیں موحد پیدا کرتا۔ اس نے کیوں نہیں سمجھ بوجھ دی؟ کیوں توفیق نہ دی کہ ہدایت کو قبول کریں۔ اور ضلالت کو چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے۔ کہ انبیاء کا کام تم تک حق کو پہنچا دینا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ اللہ نے تمہیں مجبور پیدا نہیں کیا۔ بلکہ بڑی حد تک مختار پیدا کیا ہے جبھی تو انبیاء اور رسول بھیجے ہیں۔ تاکہ تم کو گمراہی کے گڑھے سے نکالیں۔ اور ہدایت کے بلند بام پر لا بٹھائیں۔ اللہ چاہتا تو یہی ہے کہ تم سب کے سب رشد و ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اس نے تمہیں آزاد پیدا کیا۔ اور اختیار دیا ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کرو۔ یا نہ کرو۔ البتہ بعض حالات میں انسان مجبور بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں، کہ وہ سب باتوں میں مجبور ہوتا ہے۔ اللہ کی گرفت اس حد تک ہے۔ جہاں تک اختیار کا تعلق ہے۔ پس یہ بات اصلاً کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔

ف۲ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ پیغمبرانِ خدا انسانوں کی ہدایت کے لئے کس درجہ بے قرار ہوتے ہیں۔ ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ سب لوگ ہدایت کو قبول کر لیں۔ اور اللہ کی آغوشِ رحمت میں آ جائیں۔ وہ دن رات شفقتِ انسانی کی وجہ سے بے چین رہتے ہیں۔ انہیں گمراہی اور ضلالت [illegible]

۳۶- الطاغوت - طاغوت: شیطان، کاہن، بُت، سرکش، گمراہی کا سرغنہ، سب معبودانِ باطل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹائے۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝
۳۹ - لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ
كَانُوا كَاذِبِينَ ۝
۴۰ - إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ
أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
۴۱ - وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ
بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي
الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ
أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝
۴۲ - الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُونَ ۝
۴۳ - وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا

اکثر آدمی نہیں جانتے ۝
۳۹ - وہ اس لئے اُٹھائے گا کہ جس بات میں وہ جھگڑتے
تھے اُن کے لئے ظاہر کرے اور تاکہ کافر جان لیں کہ
بیشک وہ جھوٹے تھے ۝
۴۰ - جب ہم کسی شئے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے
لئے ہمارا فرمان یہی کافی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے ۝
ع ۱۰
۴۱ - اور جنھوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے
گھر چھوڑا۔ ہم انہیں دُنیا میں اچھا ٹھکانا
دیں گے۔ اور آخرت کا ثواب تو بہت
بڑا ہے۔ اگر وہ جانیں ۝ ف۱
۴۲ - جنھوں نے صبر کیا۔ اور اپنے رب پر بھروسا
رکھتے ہیں ۝
۴۳ - اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے آدمی ہی بھیجے

کی وجہ سے کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اُن کے دن اطمینان کی راتیں کرب و اضطراب میں گزرتی ہیں۔ نوع انسانی کی ہمدردی کے لئے وہ اپنے شکم اور چین کو برباد کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب فطرتی تقسیم یہ ہے۔ کہ ایک طبقہ طاغوت کا طالب ہے حق کو عمداً ترک کر دے۔ راہ صواب سے ہٹ جائے۔ تو پھر آپ کی ہمدردی بے سود ہے۔ جو شخص گمراہی پر اصرار کرے اور روحانیت کی صدائے حق کو نہ مانے۔ تو آپ ہی خیال کیجئے کہ آپ کیونکر اس کو متاثر کر سکیں گے۔ جو کان بند کر لے۔ کیا وہ آواز سن سکتا ہے؟ جو ناک بند کر لے کیا خوشبو اس کے دماغ کو معطر کر سکتی ہے؟

اگر آپ کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جو سچائی کی آواز نہ سننا چاہے۔ آپ کیونکر اپنی آواز کو اس تک پہنچا سکیں گے جو اسلامی برکات و فیوض سے محروم رہنا چاہتا ہے اس لئے توفیق ہدایت اسے نہیں ملے گی۔

لہذا حضور کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ آپ ایسے بدبختوں کے لئے اپنا جی تھوڑا نہ کریں۔

ضمیر و قلب کی مظلومیت ناقابل برداشت ہے!

ف۱ یہ آیت حضرت صہیب، بلال، عمار، خباب، عابس، ابو جبیر کے حق میں نازل ہوئی۔ بات یہ تھی۔ کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کرنے پر ان لوگوں کو بہت سخت سزائیں دیں۔ بلال کی پیٹھ پر دہکتے ہوئے کوئلے رکھتے۔ حضرت عمار کی تکلیفوں کو دیکھ کر حضور نے فرمایا صبر یا آل یاسر۔ صہیب نے اپنی ساری جائداد دے دی۔ جب جا کر مشرکوں سے رہائی حاصل کی۔

جب ان لوگوں پر حد سے زیادہ سختیاں ہونے لگیں۔ اور مسلمان مظلومیت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگ مکہ کو چھوڑ دیں۔ اور اپنے لئے کوئی وطن اختیار کریں۔ کیونکہ اسلام میں ضمیر کی مظلومیت و مجبوری ناقابل برداشت ہے۔ مسلمان ہر طرح کی آزمائش کو جھیل سکتا ہے۔ ہر تکلیف کو برداشت کر سکتا ہے۔ مگر ضمیر و قلب کی مجبوریاں ناقابل احتمال ہیں۔ (بقیہ حاشیہ)

رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا
اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝
۴۴۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝
۴۵۔ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ
اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ
اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
۴۶۔ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا
هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
۴۷۔ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ

تھے ان کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو اگر
تم نہیں جانتے تو اہل ذکر یعنی اہل کتاب سے
پوچھ لو ۝ ف۱
۴۴۔ انہیں ہم نے دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے
تیری طرف ذکر (قرآن) اتارا۔ تاکہ تو لوگوں کے لئے
جو ان کی طرف نازل ہوا ہے بیان کرے تاکہ وہ فکر کریں ۝
۴۵۔ سو جو لوگ بدی کے منصوبے (مکر کی نسبت) کرتے ہیں
کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا
دے۔ یا جدھر سے ان کو معلوم بھی نہ ہو ان پر
عذاب آ جائے ۝
۴۶۔ یا اللہ انہیں چلتے پھرتے دھر پکڑ لے
سو وہ نہ تھکا سکیں گے ۝
۴۷۔ یا ان کو بعد ڈرانے کے پکڑے،

ہو نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی مسلمان اللہ حق سے باز آ جائے۔
آیت کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ شخص جو اللہ کے لئے اپنی گھر بار کو چھوڑ دے گا۔ محض دین کے لئے وطن عزیز کو ترک کرے گا اور ہجرت کے لئے وطن سے دوری قبول کرے گا۔ اللہ اس کے ایثار کو ضائع نہیں کرے گا۔ اسے اجر دے گا۔ اس کی دنیا سنوار دے گا۔ اور آخرت میں اس کے لئے اجر عظیم مستزاد ہو گا۔

یہ بات دیکھنے اور سمجھنے کی ہے۔ کہ صحابہؓ نے جب مکہ چھوڑ دیا۔ اور مدینہ کو وطن بنا لیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں کس درجہ عظیم الشان زندگی عنایت کی۔ وہ لوگ جو گھروں کو چھوڑ گئے تھے۔ ملکوں اور قوموں کے وارث ہوئے۔ اور پھر مکہ میں جو داخل ہوئے ہیں۔ تو فاتحانہ انداز میں۔ حق یہ ہے کہ جو لوگ رب کریم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں ضرور اپنی گوناگون رحمتوں سے مشرف فرماتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

ف ۱

کہنے والوں کا خیال تھا۔ کہ انبیاء کو فوق البشر ہونا چاہئے انسان اس قابل نہیں کہ نبوت کے خلعت کو زیب تن کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار اس اعتراض کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ انبیاء ہمیشہ بشر اور انسان ہوتے رہے ہیں چنانچہ اس آیت کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ تمام رشد و ہدایت میں بجیب انسانی لباس میں آتے ہیں۔ اہل کتاب سے پوچھو دلائل و براہین کی روشنی میں غور کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس حقیقت میں کس قدر صداقت ہے۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ سے معلوم ہوا۔ کہ تفصیلات کو رسول تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور تفصیلات کا پہنچانا حضورؐ کے منصب ہے۔ قرآن احکام کلی کو بیان کرتا ہے اور رسول اکرمؐ کی تفصیلات کو۔

حل لغات

رِجَالًا۔ یعنی انسان • اَهْلَ الذِّكْرِ۔ اہل کتاب، اصحاب علم بصیرت • وَالزُّبُرِ۔ دلائل، کتابیں •

النصف

فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○

۴۸ - أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ○

۴۹ - وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○

۵۰ - يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○

۵۱ - وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ○

سو تمہارا رب بڑا ہی شفقت کرنے والا مہربان ہے ○

۴۸ - کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو شے اللہ نے پیدا کی۔ اُن کے سائے داہنے اور بائیں سے اللہ کو سجدہ کرتے جھکے ڈھلتے ہیں۔ اور وہ عاجزی کرتے ہیں ○ ف۱

۴۹ - اور جو آسمانوں میں ہے اور جو جاندار زمین میں ہے اور فرشتے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○

۵۰ - اپنے اوپر سے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔ اور جو حکم پاتے ہیں سو ہی کرتے ہیں ○

۵۱ - اور اللہ نے کہا ہے۔ کہ دو معبود نہ ٹھہراؤ۔ وہ معبود ایک (ہی) ہے۔ سو مجھی سے ڈرو ○ ف۲

ف۱

اس آیت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ بجز انسان کے کائنات کی ہر چیز فطرت کے قوانین کی تابع ہے۔ آفتاب سے لے کر ذرّہ تک اور ملائکہ سے لے کر ہر قسم کے جو اجسام تک سب اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ یعنی قدرت کی جانب سے جو فرائض ان پر عائد کیے گئے ہیں۔ وہ ان کو پورا کرتے ہیں۔ گو حضرت انسان ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں سرگرم ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ چاند، سورج روزانہ خدا کے حکم کے تحت طلوع و غروب کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ کائنات کا حقیر سے حقیر ذرّہ اپنے وظائف حیات ادا کر رہا ہے۔ یہی قرآن کی اصطلاح میں سجدہ ہے۔ یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتا۔ اور رب کی جانب سے جو فرائض اس پر عائد کیے گئے۔ ان کو پورا کرنے میں کوتاہی کا اظہار کرتا ہے

ثنویت کا عقیدہ غلط ہے!

ف۲

اسلام توحید کا دین ہے۔ وہ کہتا ہے جب ساری کائنات اللہ کی ملک ہے۔ تو پھر کیونکر دو خداؤں کا تخیل ممکن ہو سکتا ہے۔ ثنویت کا عقیدہ اصل اول ایران سے نکلا ہے۔ ان کے نزدیک کائنات میں دو قسم کے عناصر ہیں۔ بشر اور غیر بشر۔ شر کا خدا اہرمن ہے۔ خیر کا یزداں۔ قرآن اس ثنویت کا منکر ہے۔ وہ کہتا ہے صرف ایک خدا کا وجود عقلاً ممکن ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایک ہی قانون ایک ارادہ اور ایک ہی مشیّت کارفرما ہے۔ کائنات کے مظاہر میں اختلاف و ثنویت نہیں۔ لہٰذا دو خداؤں کا وجود عقل و بصیرت کی رو سے صحیح نہیں۔

دنیا میں اگر دو خدا ہوں۔ یا زیادہ تو پھر لازم آئے گا کہ دو اہم مختلف ارادے دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ اور اس صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ کائنات کے نظام میں یک رنگی، وحدت اور یکجہتی ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک وقت اور کیفیت مقرر ہے۔ جس میں تفاوت نہیں۔ باقی بر صفحہ ۶۵۰

۵۲۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ
تَتَّقُوْنَ ○

۵۲۔ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُسی کا ہے
اور اُسی کی عبادت لازم ہے۔ سو کیا تم غیر خدا
سے ڈرتے ہو؟ ○ ف۱

۵۳۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ
ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ
تَجْـَٔــرُوْنَ ○

۵۳۔ اور جو نعمت تم پاس ہے سو اللہ کی طرف سے ہے
پھر جب سختی تم پر آجاتی ہے، تو تم اُسی کی طرف
چلاتے ہو ○

۵۴۔ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا
فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ○

۵۴۔ پھر جب وہ تم سے سختی دور کر دیتا ہے تو تم میں
سے فوراً ہی ایک فرقہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے ○

۵۵۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَ
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○

۵۵۔ تاکہ ہمارے دیئے ہوئے پر ناشکری کریں سو فائدہ
اٹھالو۔ آخر معلوم کرو گے ○

۵۶۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا
مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ○

۵۶۔ اور ہماری ہی دی ہوئی روزی میں اُن بتوں کے لئے جنہیں نہیں جانتے
حصہ تجویز کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جو تم جھوٹ باندھتے تھے
اُس کی بابت تم سے ضرور پوچھا جائے گا ○

(بقیہ حاشیہ)

نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا بھی ایک ہے۔ نیز صحیح وجدان دو خداؤں کے تخیل کو قطعی طور پر قبول نہیں کر سکتا۔ وجدان کہتا ہے۔ قلب کی گہرائیوں میں ایک ہی محبوب جلوہ گر ہے ٭

ف۱

یعنی اطاعت وانقیاد کا جذبہ اللہ کے لئے وقف ہے۔ اطاعت شعاری اور فرمانبرداری صرف رب السموات کے لئے مختص ہے مسلمان اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا ٭

حلِّ لغات

(صفحہ ۶۴۹ و ۶۵۰)

يَتَفَيَّؤُا۔ اصل میں فیئ کے معنے رجوع کے ہوتے ہیں۔ سایہ چونکہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اسے بھی فیئ کہتے ہیں ٭

دَاخِرُوْنَ۔ ذلیل ٭

اِثْنَيْنِ۔ کا اعادہ مزید تنفر پیدا کرنے کے لئے ہے ٭

وَاصِبًا۔ وصب کے معنے لازم دائم کے ہیں۔ بیمار کو بھی واصب کہتے ہیں۔ کیونکہ بیماری اسے چمٹ جاتی ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہو جاتی ہے ٭

۵۷۔ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ○

۵۷۔ اور خدا کے لئے (فرشتوں) بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (اور) وہ ان سے پاک ہے اور اپنے لئے جو دل چاہے مقرر کرتے ہیں یعنی بیٹے ○ ف۱

۵۸۔ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○

۵۸۔ اور جب اُن میں کسی کو لڑکی کی خوشخبری ملتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور (اس کے) دل کو دیکھو تو وہ اندوہناک ہو جاتا ہے ○

۵۹۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○

۵۹۔ اس خوشخبری کی بُرائی کے سبب جس کی اُس کو بشارت دی گئی لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس تردد میں کہ بے عزتی قبول کر کے اُس کو زندہ رہنے دے یا اُسے مٹی میں دبا دے۔ دیکھنا یہ بُرا فیصلہ کرتے ہیں ○

۶۰۔ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۶۰۔ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کی صفت بُری ہے، اور اللہ کی صفت سب سے بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے ○ ف۲

ع ۷ رکوع ۱۴

۶۱۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

۶۱۔ اور اگر اللہ آدمیوں کو اُن کے ستم پر پکڑے، تو زمین پر کوئی جان دار باقی نہ چھوڑے، مگر وہ

خُدا کی صفات میں تنزیہ لازم ہے

ف۱

حجاز میں مختلف مذاہب رائج تھے، کچھ دہریے تھے، جو خدا کے قائل ہی نہ تھے کچھ مشرک تھے، جن کی بھی کئی قسمیں تھیں، کچھ تو بتوں کو پوجتے، کچھ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے۔ ان آیات میں دوسرے گروہ کا ذکر ہے۔

قبیلہ خزاعہ و کنانہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فرشتوں کو بنات اللہ کہتے تھے۔

قرآن حکیم کہتا ہے یہ لوگ بھی عجیب ہیں۔ جس چیز کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اُسے خدا کی جانب منسوب کرتے ہیں، ان کی اپنی کیفیت یہ ہے کہ بچیوں کے انتساب سے گھبراتے ہیں، اگر ان سے کوئی کہہ دے کہ تمہارے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو تیور بدل جاتے ہیں، چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اور مارے شرم و ندامت کے لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ اور یہ سوچتا ہے کہ کیونکر اس کو زمین میں گاڑ دے۔ اور اس ذلت سے نجات حاصل کرے۔

مقصد یہ نہیں کہ قرآن عربوں کی اس لڑکیوں کو ذلیل سمجھنے کی عادت کو بیان کرتا ہے۔ اور اس حقارت آمیز سلوک میں ان کا ہم نوا ہے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرے۔ انہیں بتائے، کہ جس چیز کو بحالیکہ تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ اللہ کے لئے کیونکر بہتر صورت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ کو اپنے سے اعلیٰ اور برتر قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے تنزیہ لازم ہے۔

ف۲ یعنے اللہ تو بلند ترین نصب العین ہے ... معنی قرآن میں کہ اس کے لئے اعلیٰ ترین صفات ثابت کیا جائے۔ مگر یہ بدبخت ہیں کہ اس کے لئے بُری بُری باتیں بیان کرتے ہیں، کوئی اُسے قسیم سمجھتا ہے۔ کوئی اس کے لئے بیٹے ثابت کرتا ہے۔ کوئی جوروں کے انتساب سے نہیں شرماتا، کوئی اس کے بیٹیاں بتلاتا ہے ...

يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ
فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ
سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ○
۶۲- وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ
وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ
لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۖ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ
النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ○
۶۳- تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ
قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ○
۶۴- وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا
لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا

انہیں ایک وقت معینہ پر مہلت دے رہا ہے
پھر جب اُن کا وقت آئے گا، تو نہ ایک گھڑی
پہلے روانہ ہوں گے اور نہ ایک گھڑی بعد ○ ف۱
۶۲- اور جسے خود ان کا جی نہیں چاہتا یعنی بیٹیاں وہ
اللہ کے لئے تجویز کرتے ہیں اور اُن کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں
کہ اُن کے لئے خوبی ہے۔ بے شک اُن کے لئے
آگ ہے۔ اور وہ (دوزخ میں) سب سے آگے ہیں ○
۶۳- اللہ کی قسم تجھ سے پہلے ہم نے بہت اُمتوں میں
رسول بھیجے، سو شیطان نے اُن کے عمل اُنہیں بھلے کر دکھائے
سو وہی آج اُن کا دوست ہے اور اُن کے لئے دکھ
دینے والا عذاب ہے ○ ف۲
۶۴- اور ہم نے اسی لئے تجھ پر کتاب نازل کی ہے
کہ تو اُن کے لئے اُن کی اختلافی باتوں کا کھول کر

تو اس حقیقت سے آگاہ نہیں، کہ اللہ نام ہے بہترین اور مقدس ترین اوصاف و شمائل کے حامل کا۔ اُس کا نام بلند ہے۔ اُس کی صفات بلند ہیں۔ اور اُس کی خدائی میں اُس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ۔

ف۱

غرض یہ ہے، کہ انسان کے گناہ ناقابلِ شمار ہیں۔ یہ اللہ کا کرم ہے۔ کہ اُسے ڈھیل دیتا ہے۔ تاکہ یہ اپنے کئے پر پشیمان ہو، حق کی جانب رجوع ہو۔ اگر وہ گناہوں اور شرارتوں پر سزا دے، تو ہم یہاں دُنیا میں ایک لمحے کے لئے بھی زندہ نہ رہ سکیں ۔

ف۲

غرض یہ ہے، کہ انکار و سرکشی دوست محبت پرانی ہے ان کا ذکر کرتے ہیں پہلے بھی لوگوں نے حق کو جھٹلایا ہے۔ شیطان نے اس سے پہلے بھی اولادِ آدم کو گمراہ کیا ہے ... اب یہ اُن اگلوں کے

آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر جا رہے ہیں۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے ۔

ہو سکتا ہے۔ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ سے مراد قیامت کا دن ہو۔ یعنی دُنیا میں جب ان لوگوں نے شیطان کے ورغلانے پر گناہوں کا ارتکاب کیا ہے تو آج بھی انہیں شیطان ہی کی رفاقت حاصل ہوگی ۔

حلِّ لغات

كَظِيْمٌ۔ یعنی جس کا دل گھٹتے اور غم سے معمور ہے۔
يَدُسُّهُ۔ گاڑ دے، دھنسا دے ۔
الْمَثَلُ الْأَعْلٰى۔ بلند مثال ۔
تَاللّٰهِ۔ اصل میں وَاللّٰهِ تھا۔ واو قسمیہ کو تا سے بدل دیا گیا ہے ۔
وَلِيُّهُمْ۔ دوست، رفیق، ساتھی۔ یعنی مذہب و تکلیف میں ان کا شریک ہے ۔

فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ○
۶۵- وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○
۶۶- وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ
بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا
سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○
۶۷- وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا
حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

بیان کرے۔ اور ہدایت و رحمت ایمانداروں کے لئے ہے ○ ف

۶۵- اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے جلایا، اس میں ان کے لئے جو سنتے ہیں نشانی ہے ○

۶۶- اور البتہ تمہارے لئے چارپایوں میں عبرت ہے کہ جو ان کے پیٹ میں ہے اس سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے حلق میں آسانی سے گزرتا ہے ○

۶۷- اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم نشہ اور اچھا رزق بناتے ہو، بے شک اہل عقل کے لئے اس میں نشانی ہے ○ ف۲

رسول فیصلہ کن تفصیلات بیان کرتا ہے!

ف ان آیات میں یہ بیان کیا ہے کہ پیغمبر خدا کا وجود منصب کیا ہے۔ حضور سے قبل عقائد کے باب میں کثیر اختلاف تھا۔ یہودی اور عیسائی باہم دست و گریباں تھے۔ مجوسی اور مشرکین کٹر باہم دشمن تھے۔ اسی طرح دہریوں میں اور دوسرے مذہب والوں میں اختلاف رائے تھا۔

حضور کا منصب یہ ہے کہ ان کے درمیان حکم ہوں اور تمام اختلافات کو مٹا دیں۔ فیصلہ کن تفصیلات سے سب کو آگاہ کر دیں۔ تاکہ جدال و نزاع کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لِتُبَيِّنَ لَهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے ذمہ تفصیلات کا فرض عائد کیا گیا ہے۔ جو لوگ اسوۂ رسول کی حجت سند نہیں سمجھتے، وہ ذرا اس آیت پر غور کر جائیں۔ لِتُبَيِّنَ کے معنی کسی بات کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ گویا حضور قرآن کے احکام کو تفصیل و تشریح کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اور اپنے اسوہ و عمل سے قرآن کے معضلات و مشکلات کو سلجھاتے ہیں۔

ف۲ یعنے اللہ تعالیٰ قلب ماہیت پر قادر ہیں۔ وہ چاہیں تو کفر و عناد کو محبت و عقیدت مندی سے بدل دیں۔ انکار و کفر کو دم میں ایمان و یقین کا لباس پہنا دیں۔ وہ بنجر اور شور زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ خشک کھیت اور باغات بارش کی وجہ سے لہلہا اٹھتے ہیں۔ گوشت اور خون میں سے سفید دودھ جیسی لطیف شے پیدا کر دیتا ہے۔ کھجور اور انگور میں طرح طرح کے مزے اور غذائیت رکھی ہیں۔ اسی طرح یہ ممکن ہے کہ دلوں کے خبث کو ایمان کی لطافت سے تبدیل کر دے۔

سَكَرًا کے معنے عام مترجمین نے شراب کے کئے ہیں اور کہا ہے کہ بعد کی آیات میں اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ سَكَرًا کو بطور اظہار احسان کے ذکر کیا ہے۔ اور جو چیز احسان کے طور پر ذکر ہو وہ کبھی حرام نہیں ہو سکتی۔ قرآن کی شان کے خلاف ہے کہ کسی حرام ہونے والی چیز کی تعریف کرے۔ بائبل میں یہ نقص ہے کہ اس میں بے شمار الفاظ تشبیہات و مثلات کے رنگ میں ایسے موجود ہیں جو مے نوشی پر آمادہ کرتے ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کوئی اچھی چیز ہے یہاں تک کہ مسیح نے بھی شراب سے احتراز نہیں کیا۔

کو قرآن میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں جس میں شراب نوشی کو اچھا شغل قرار دیا ہو۔ قرآن کا انداز بیان بالکل اچھوتا اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہے۔۔۔ اس لئے سکرا کے

لا سکتے شراب و مسکر شے کے معنی میں ہو سکتے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں، اس کے معنی مطلق طعام کے ہیں، جو صحیح ہے۔ علامہ ابن جریر نے اس معنی کی تائید کی ہے اور تائید میں ایک شعر پیش کیا ہے۔ جو اس کے معنے کا حامل ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ع جعلت اعراض الکرام سکرا۔ یعنے تو نے شریف لوگوں کی عزتوں کو طعام سمجھ کر کھا لینے کا شیوہ بنا لیا ہے۔ حل لغات: ۔۔۔ حسنا۔ خوشگوار

۶۸ - وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ
اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ
مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝
۶۹ - ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ
یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ
لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً
لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
۷۰ - وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۫ؕ
وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ
الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ
شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

۶۸ - اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی بھیجی
کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور بیلوں کی
ٹٹیوں میں گھر بنا ۝ ف۱
۶۹ - پھر ہر طرح کا میوہ کھا۔ پھر اپنے
رب کی راہوں میں چل، کہ صاف پڑی ہیں۔
ان مکھیوں کے پیٹ میں سے پینے کی چیز (شہد)
رنگ برنگ کی نکلتی ہے۔ اس میں آدمیوں
کے لئے شفا ہے۔ بیشک فکر کرنے والوں
کے لئے اس میں نشان ہے ۝
۷۰ - اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں موت دیتا ہے
اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ نکمی عمر تک پہنچایا
جاتا ہے۔ تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے (بڈھا
بے عقل ہو جائے) ف۲ بیشک اللہ جاننے والا قدرت والا ہے ۝

شہد کی مکھی اور یورپ!

ف۱ عجائب مخلوقات میں سے شہد کی مکھی بھی ہے۔ جو پتے پتے پر بیٹھتی ہے اور پھول پھول سے رس حاصل کرتی ہے اور اسی رس سے شہد مہیا کرتی ہے۔ اللہ نے اُسے شہد اکٹھا کرنے کا عجب سلیقہ عطا کیا ہے۔ تم اگر اس کی فراست اور کوشش کو دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔ کہ کس طرح سے وہ پھول سے استفادہ کرتی ہے اور اس کا چھتہ اور اس کے مسدس خانے حیرت انگیز صنعت کاری ہے۔

قرآن حکیم نے سب سے پہلے شہد کی مکھی کے عجائبات کی جانب توجہ دلائی ہے۔ مسلمان اس سے غافل رہے۔ حالانکہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ اس کے مطالعہ میں غور و فکر کا وافر سامان موجود ہے۔ مگر یورپ نے شہد کی مکھی پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ عجیب عجیب تجربے کئے ہیں اور لاکھوں روپے کا شہد حاصل کر کے یورپ اہندوستان بلکہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھیج رہا ہے۔ بیسیوں دوائیں ہیں، جن میں شہد استعمال ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بہترین غذا اور بہترین دوا ہے۔ مگر اس کی اہمیت سے ہمارے ہندوستانی مسلمان کہاں تک آگاہ ہیں؟

اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے چھوٹے جانوروں کو بھی عقل عنایت کی ہے۔ جسے وحی الہام کہتے ہیں۔ آج جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کا یہ نظریہ بالکل درست ہے۔ عقل و فراست کی نعمت سے صرف انسان ہی بہرہ ور نہیں۔ بلکہ دوسری مخلوقات حیوانات وغیرہ بھی بہرہ ور ہیں۔ انسانی عقل اور حیوانی عقل میں فرق یہ ہے کہ انسان میں تفصیلی عقل ہے۔ اور حیوانات میں ذہنی اور جبلی، جو ضروریات طبعی تک محدود ہوتی ہے۔

ف۲ اللہ کے بے شمار مظاہر قدرت میں سے ایک یہ مسئلہ کہولت و شیخوخت انسانی کا بھی ہے۔ کہ کس طرح ایک انسان جوانی سے پیر فرتوت ہو جاتا ہے۔ اور پھر بڑھاپے کی قوتیں کس طرح فرسودہ ہو جاتی ہیں؟

(باقی برصفحہ ۶۵۵)

۷۱ - وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی
بَعۡضٍ فِی الرِّزۡقِ ۚ فَمَا الَّذِیۡنَ
فُضِّلُوۡا بِرَآدِّیۡ رِزۡقِہِمۡ عَلٰی مَا
مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَہُمۡ فِیۡہِ سَوَآءٌ ؕ
اَفَبِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ یَجۡحَدُوۡنَ ۝

۷۱ - اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی۔ سو جنہیں فضیلت ملی ہے وُہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو نہیں دے دیتے۔ تاکہ وہ سب (مالک و غلام) رزق میں برابر ہو جائیں ۔ پس کیا وہ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں؟ ۝

۷۲ - وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ
اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ
مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَ
حَفَدَۃً وَّ رَزَقَکُمۡ مِّنَ
الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ
یُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَتِ اللّٰہِ
ہُمۡ یَکۡفُرُوۡنَ ۙ ۝

۷۲ - اور اللہ نے تمہاری جنس میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں۔ اور تمہاری عورتوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ۔ اور تمہیں ستھری چیزیں کھانے کو دیں۔ سو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ۔ اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟ ۝

۷۳ - وَیَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ

۷۳ - اور اللہ کے سوا اُن کو پُوجتے ہیں، جو

(بقیہ حاشیہ)

اگر زندگی محض مادی اسباب و ذرائع کی رہین منت ہو تو پھر شباب کی قوتوں کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے ۔ مگر چونکہ یہ اللہ کا مقررہ قانون ہے ۔ اس لئے آج بھی باوجود سائنس کی حیرت انگیز ترقیوں اور کمال کے انسان کہولت و پیری کو دُور نہیں کر سکا ۔

علم التشریح نے آج بے انتہا ترقی کر لی ہے اور نظریۂ تجدید شباب بھی کامیاب ہو رہا ہے ۔ مگر اس کا اثر محض بڑھاپے کے اثرات ہے ۔ نفس کہولت کو دُور نہیں کیا جا سکتا ہے ۔

حلِ لغات

النَّحل ۔ شہد کی مکھی ۔ تذکیر و تانیث میں برابر استعمال ہوتا ہے ۔ لغت حجاز میں یہ لفظ مونث ہے ۔ اسی لئے قرآن حکیم نے اس کی رعایت رکھی ہے ۔

حَفَدَۃً ۔ جمع حافد ۔ خدمت گزار ۔ رجل **مَحۡفُوۡدٌ** ۔ یعنی مرد مخدوم ۔ پوتے چونکہ زیادہ خدمت کرتے ہیں ۔ اس لئے ان پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔ ع
حفد الولائد بینہن ۔

مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ ۚ

آسمانوں اور زمین میں سے ان کی روزی کے
کچھ مختار نہیں ہیں اور نہ کچھ مقدور
رکھتے ہیں ○ ف۱

۷۴ - فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

۷۴ - سو تم اللہ کے لئے مثالیں مت بیان کرو، خدا
جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ○

۷۵ - ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا
لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ
مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ○

۷۵ - اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک غلام ہے پرایا
بس ہے، جو کسی شے پر اختیار نہیں رکھتا۔ اور ایک
وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی
سو وہ اس میں سے چھپا کر اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا
(دونوں) برابر ہیں؟ ۔ اللہ ہی کو حمد ہے پر ان میں
اکثر نہیں جانتے ○ ف۲

۷۶ - وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ
اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى

۷۶ - اور اللہ نے ایک مثال بیان کی، دو آدمی ہیں
ایک ان میں گونگا ہے۔ کچھ کام نہیں کر سکتا،

ف۱

مختلف انعام ذکر کرنے کے بعد مضمون توحید کی جانب توجہ ملاتی ہے۔ کہ مشرک اللہ کی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں مگر شکر تو نہیں کرتے۔ بلکہ ان نعمتوں کا انتساب اوروں کا دوسروں کی طرف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ فلاں ولی نے ہمارے حال پر کرم کیا ہے۔ اور ہمیں رزق کی نعمت سے نوازا ہے۔ فلاں فقیر نے ہماری مشکلوں کو آسان کر دیا ہے۔ فلاں قطب اور شیخ نے ہماری سن لی ہے۔ اور بیماریاں دور کر دی ہیں۔ یہ نہیں جانتے، کہ یہ اللہ کی ناشکری ہے وہ سارے پیر فقیر خود اس کے در کے بھکاری ہیں۔ انہیں جو کچھ ملتا ہے۔ اس کے فیض سے ملتا ہے۔ وہ تمہیں کیا دیں گے۔ وہ بذات خود اسی کے محتاج ہیں۔ نادار، نادار کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ اسی سے مانگو۔ جو سب کا داتا ہے جو سب کو دیتا ہے۔ جس کے خزانے ہر وقت بھرپور رہتے ہیں کھلے ہیں۔ خدا تک پہنچنے کے لئے وسیلے کی ضرورت ہے؟ درست ہے۔ مگر کیا تمہاری بیچارگی، حاجتمندی یہ خود وسیلہ نہیں؟ تمہاری بندگی اور حق عبودیت یہ ذریعہ نہیں؟ توحید اور ایک اللہ پر بھروسہ کیا یہ کافی نہیں؟ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ کیا تمہارے اعمال تمہاری سفارش نہ کریں گے جلد کچھ نہیں تو تمہاری گنہگاری اور اللہ کی کبریائی بجائے خود بخشش اور قبولیت کا ایک زبردست بہانہ ہو سکتا ہے۔

فرمایا۔ اللہ کا دربار امراء اور بڑے بڑے لوگوں ہی کے لئے نہیں۔ کہ وہاں منصب داروں کی سفارش کی حاجت ہو۔ اس کا دربار غریبوں اور امیروں دونوں کے لئے یکساں کھلا ہے۔ اس لئے دنیا کی مثالیں اس پر منطبق نہ کرو۔

ف۲

مومن اور مشرک کی مثال بیان کی ہے۔ مومن دل کا فیاض ہوتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور مشرک کا دل بخیل ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی خواہشات و ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۹۵۵)

شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ
اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ
هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ
بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ جدھر
اُسے بھیجتا ہے۔ کچھ بھلائی نہیں لاتا
کیا وہ اُس کے برابر ہے جو انصاف کے
ساتھ حکم کرتا، اور آپ راہِ راست پر
ہے؟ ○ ف۱

۷۷۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ
اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝

۷۷۔ اور آسمانوں اور زمین کے بھید اللہ ہی کے
پاس ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ
پلک جھپکنے کی مانند یا اس سے بھی قریب
ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر
ہے ○

۷۸۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ
اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ
جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

۷۸۔ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں
میں سے نکالا۔ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اور
تمہیں کان، اور آنکھیں، اور دل دیئے

یہ مقصد ہے، کہ جس طرح مملوک کے
اختیار میں کچھ نہیں، بجز اس کے حسبِ ارشاد [illegible]
نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اللہ کے سوا سب
اس کی مخلوق ہے۔ اس لیے خالق اور مخلوق
میں کیونکر مساوات ہو سکتی ہے؟
(حاشیہ صفحہ ھٰذا)

ف۱

یہاں غیر اللہ کو مشرک کی تمثیل ہے، اور
نیک کو اللہ کی شریک کی تمثیل کرتا ہے،
دنیا میں [illegible] پھیلاتا ہے۔ اور جو شر کرو
ہے [illegible] سے روکتا نہیں۔

بلکہ آگے کے ساتھ [illegible] کی انتہائی [illegible] کر دکھانا
ہے۔ اور [illegible] ہوتا ہے؟

حلِ لغات

کَلٌّ ۔ بوجھ، وبال، دوسرے پر بوجھ۔
كَلَمْحِ الْبَصَرِ ۔ آنکھ کا جھپکنا۔
مراد قلت سے ہے۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
۷۹- اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ
فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ
اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
۸۰- وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ
سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ
الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ
اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ
اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝
۸۱- وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا

تاکہ تم شکر کرو ○ ف۱
۷۹- کیا اُنھوں نے پرندوں کو آسمان کی فضا میں
حکم کے باندھے نہیں دیکھا؟ اُن کو اللہ ہی تھام
رہا ہے۔ بے شک ایمانداروں کے لیے اس
میں نشانیاں ہیں ○ ف۲
۸۰- اور خدا نے تمہارے لیے تمہارے گھر رہنے کی
جگہ بنائے، اور چارپایوں کی کھال سے تمہارے
لیے ڈیرے بنائے، جو تمہیں تمہارے سفر کے روز
اور تمہارے اقامت کے دن ہلکے معلوم ہوتے ہیں۔ اور
اُن کی اُون اور اُن کے رؤوں اور بالوں سے کئی قسم
اسباب اور فوائد ایک وقت تک ہیں ○
۸۱- اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کی تمہارے
سائے پیدا کیے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار بنائے

انسان کی عقلی تربیت!

ف۱ انسان اگر اپنے اندر نظر دوڑائے، تو معلوم ہو کہ خود اس میں کس قدر معارف و علوم کا خزانہ پنہاں ہے۔

اس آیت میں داخلی تفکیر کی جانب توجہ دلائی ہے کہ غور کرو اللہ نے لطف بے پایاں سے تمہاری عقلی و ذہنی تربیت کی ہے جب تم پیدا ہوئے تھے۔ اُس وقت تم نہیں جانتے تھے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ تمہاری عقل بڑھی۔ اور تم اپنے حواس سے کام لینے لگے۔ ایک وقت آیا کہ وہ عقل و تجربہ تکمیل تک پہنچ گئی۔ اور تم ہر معاملہ کے حُسن و قبح کو جانچنے لگے۔ بتاؤ جس خدا نے ابتداء سے تمہاری عملی ضروریات کو پورا کیا ہے وہ کیا تمہاری دینی و مذہبی ضروریات کو پورا نہ کرے گا۔ کیونکہ مذہب بھی درحقیقت ایک قسم کی ذہنی تسکین کا نام ہے۔ ہر شخص اپنی طبیعت کے لیے عقیدے اپنی تسکین و طمانیت کے لیے مقرر کر لیتا ہے، تاکہ دل کو تسکین و طمانیت حاصل ہو۔ اس لیے مذہب ہے کہ وہ خدا جس نے ابتداء سے ہماری ذہنی و جسمانی تربیت کی ہے تو دینی ضروریات کو بھی پورا کرے۔

ف۲ پرندے فضا میں اُڑ رہے ہیں۔ یہ پرواز اللہ کے ایک مقرر قانون کے ماتحت ہے۔ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ۔ مگر لوگ جو آج ہیں۔ اس قانون کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قانون پرواز پر غور کرنے کے لیے مسلمان کو ترغیب دی تھی۔ مگر کافر اس کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ پرندوں کی طرح ہواؤں اور فضاؤں میں اُڑ رہے ہیں۔ اُن کے پاس بے شمار ہوائی جہاز ہیں۔ طیارے ہیں۔ جن کی وجہ سے آج وہ ربع مسکون پر حکومت کر رہے ہیں۔

کیا مسلمان کبھی غور کرے گا کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ میں کس قدر غور طلب حقائق ہیں؟

قرآن نے ہر نکتے کی جانب ہماری توجہ کو مبذول کیا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم ہر راہ و رفتار سے دور بیٹھے ہیں۔

حل لغات:- سکنا ۔ سکون اور قابل استقلال مکان۔

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ
يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تُسْلِمُونَ ۝
٨٢- فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ
الْمُبِينُ ۝
٨٣- يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ
يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ۝
٨٤- وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ
شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ
كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝
٨٥- وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

اور تمہارے لئے کُرتے بنا دیئے کہ تمہیں گرمی سے
بچاتے ہیں اور ایسے کُرتے بھی جو تمہیں لڑائی میں بچاتے ہیں
(زرہ)، یُوں وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے کہ شاید
تم مسلمان ہو جاؤ ○ ف۱
٨٢- پھر اگر وہ نہ مانیں، تو تیرا ذمہ تو صاف
سُنانا تھا ○
٨٣- اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں، پھر اس سے
منکر ہوتے ہیں اور ان میں بہت کافر ہیں ○ ف۲
٨٤- اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ
کھڑا کریں گے۔ پھر کافروں کو اذن نہ ہوگا،
اور نہ اُن سے عذر قبول کیے جائیں گے ○
٨٥- اور جب ظالم عذاب دیکھیں گے، تو نہ
اُن سے ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں

ف۱

یہاں جسم کے متعلق انعامات گنائے ہیں کہ کس کس طرح
اللہ نے سہولتیں مہیا کی ہیں۔ یعنی مکانات بنائے
ہیں، جو آرام و راحت کا باعث ہیں۔ یہ مسکن ہیں؛
تمہارے رہنے کیلئے خیموں اور قناتوں کا انتظام کیا ہے، کہ
جہاں چاہو، گھر بنا لو۔ اور جو حضرات غریب ہیں ان کے
لئے ماحول میں سایہ کا انتظام کیا ہے۔ وہ گھنے
درختوں کے نیچے آرام پاتے ہیں۔ تمہیں ملبوسات
عطا کئے ہیں۔ جو سردی اور گرمی کے بچنے کیلئے اور
گرانگران ہیں۔ کچھ وہ ہیں، جو جنگ میں کام آتے ہیں
غرض یہ ہے کہ تم اللہ کی ان تمام نعمتوں کا استعمال کرو
اور شکریہ ادا کرو۔

ف۲

یعنی وہ لوگ جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے تو ہیں، مگر
اعتراف نہیں کرتے۔ اور عملاً اس بات کا ثبوت نہیں
دیتے، کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں سے مشرف
کر رکھا ہے۔

قیامت کے دن یہ لوگ دربار خداوندی میں لا حاضر کئے
جائیں گے۔ پیغمبر اور اللہ کے فرشتے ان کے خلاف
شہادتیں دیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم وہ ہو جنہوں نے
اللہ کی بہت بڑی نعمت کو ٹھکرا دیا یعنی تمہارے پاس اللہ
کا رسول آیا تو تم نے انکار کیا۔ تمہارے پاس اللہ کا دین اور
صحیفہ آیا، تم نے منہ پھیر لیا۔ حالانکہ وہ تمہارے بھلے
اور فائدے کے لئے آیا، تمہیں جہل و تاریکی کے مسئلوں سے
نکالنے کے لئے آیا۔ تم کو علم و معرفت کا سبق دینے کیلئے
آیا۔ اور تمہارے لئے برکات و فیوض کا خزانہ لایا۔ لیکن تم
نے صدائے حق کو نہیں سنا۔ اس لئے آج تمہاری شکایت
تمہاری نہیں سنی جائے گی۔ تمہاری معذرت قبول نہیں
کی جائے گی۔ اور تمہیں کچھ کہنے سننے کی بھی اجازت نہیں
دی جائے گی۔

حل لغات :- سرابیل - سربال کی جمع ہے۔ بمعنے پیراہن، پاجامہ، قمیص، واسکٹ • شہیدًا ۱۴ - گواہ، مشاہد

يُنْظَرُوْنَ ○
٨٦- وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ
شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا
مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ
اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۚ
٨٧- وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣالسَّلَمَ
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○
٨٨- اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ
الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ○
٨٩- وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ

مہلت ملے گی ○
٨٦- اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے
بول اٹھیں گے، اے رب یہ ہمارے شریک ہیں،
جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ تو وہ
شریک اُن کی بات اُن ہی پر ڈالیں گے
کہ تم جھوٹے ہو ○ ف۱
٨٧- اور اُس دن اللہ کی طرف صلح کا پیغام ڈالیں گے
اور اُن کے جھوٹ اُن سے گم ہو جائیں گے ○
٨٨- جو کافر ہیں، اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں
ہم اُنہیں عذاب پر عذاب بڑھائیں گے
بدلہ اُس کا جو شرارت کرتے تھے ○
٨٩- اور جس دن ہم ہر اُمت میں اُنہیں میں کا ایک
گواہ اُن پر کھڑا کریں گے، اور تجھے لائے محمد اُن پر

ف۱

قیامت کے دن جب وہ اپنے معبودوں کو دیکھیں گے۔ تو اُن سے کہیں گے۔ کہ اللہ میاں یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی ہم نے پرستش کی تھی۔ اور اُس وقت اللہ تعالیٰ سے معاملہ طلبی سے گفتگو کریں گے اُس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ خدا کے ساتھ معبودوں کو شریک ٹھہرانا جرم ہے۔ اللہ معاف فرمائیں

بہت گناہِ عظیم ہے۔ اور یقیناً توحید ہی صواب و حق کی راہ ہے۔

حلِّ لغات

السَّلَم۔ صلح و آشتی۔

شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝
۹۰- اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
۹۱- وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا
وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝
۹۲- وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ

پر گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر
کتاب اتاری۔ جس میں ہر شے کا بیان ہے
اور ہدایت اور رحمت اور بشارت (ہے)
مسلمانوں کے لئے ۝ ف۱
۹۰- اللہ انصاف اور بھلائی اور اہل قرابت کو
کچھ دینے کا حکم کرتا۔ اور بے حیائی اور نامعقول
بات اور سرکشی سے منع کرتا۔ تمہیں
سمجھاتا ہے۔ شاید تم یاد رکھو ۝ ف۲
۹۱- اور خدا کا عہد جب تم اس سے باندھو پورا کرو
اور پکی قسمیں کھا کر نہ توڑو۔ حالانکہ تم نے
اللہ کو قسموں میں اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے
اللہ جانتا ہے۔ جو تم کرتے ہو ۝
۹۲- اور تم اس عورت کی مانند نہ ہو جس نے اپنا

ع ۱۸

آخری شہادت!

ف۱ جب تمام پیغمبر شہادتیں دے چکیں گے۔ تب حضور تشریف لائیں گے۔ اور یہ شہادت دیں گے کہ ان تمام انبیاء نے اپنے فرائض سعی کو بااحسن وجوہ پورا کیا ہے۔

تمام شہادتوں کے بعد آپ کی شہادت ہونے کے صاف معنی یہ ہیں کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور اب کسی دوسرے نبی کے لئے قطعی گنجائش نہیں۔ کیونکہ آپ سب کے آخر میں شہادت دیں گے۔ آپ سارے نبیوں کے نبی اور تمام پیغمبروں کے پیغمبر ہیں۔ آپ ہی کمالات نبوت کے آخری مرکز التفات ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کے دروازے بند ہیں۔ کیونکہ قرآن کامل ہے۔ اس میں اخلاق و آداب دین کی سب چیزیں مذکور ہیں۔ اب تشریع و تہذیب کے لئے کسی اور انتظار کی حاجت نہیں۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ضروریات دینی کی تمام اصولی چیزیں قرآن میں مذکور ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ سب کچھ دنیا جہان کی تفصیلات اس میں بتلائی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ کتاب بطور رشد و ہدایت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اس میں ہدایت اخلاق کا پورا پورا ذخیرہ موجود ہے۔ قرآن میں لفظ کل کا استعمال عربی انداز کے مطابق ہے۔ اس سے استغراق مقصد نہیں۔ بلکہ عموم مقصود ہے۔

روحِ اخلاق

ف۲ اس آیت میں اسلام کی اساسی تعلیمات کا ذکر ہے یعنی اللہ کے احکام کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔ یہ جامع کلام انوکھی کا ہے۔ بلکہ اسے اگر روح اخلاق سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ عدل کے معانی میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ اس سے مقصود توحید ہے۔ بعض کہتے ہیں دین متوسط یعنی اسلام ہے۔ بعض کی رائے میں معاملات میں مساوات کا حکم ہے۔ مگر لفظ عام ہے۔ یہ تمام معانی عدل پر یکساں بولا جاتا ہے۔ ترجیح اس لئے عدل ہے اگر (باقی بر صفحہ ۶۶۲)

غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ
تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ
اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ
اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ
وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝
۹۳- وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
۹۴- وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ
بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ
ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ

سُوت بعد محنت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ
تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کرنے کا
حیلہ بناتے ہو۔ محض اس لئے کہ ایک گروہ
دوسرے گروہ سے مال میں بڑھ جائے۔ اللہ تمہیں اس سے
آزماتا ہے۔ اور اللہ قیامت کے دن تمہاری
اختلافی باتوں کو تم سے کھول کر بیان کرے گا ۝ ف۱
۹۳۔ اور اگر اللہ چاہتا، تو سب کو ایک ہی دین
پر کر دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرے اور
جسے چاہے ہدایت کرے۔ اور تمہارے عملوں
کی تم سے پوچھ ہوگی ۝
۹۴۔ اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان حیلہ د
بناؤ۔ کہ کہیں جمے پیچھے کوئی قدم ڈگ
جائے۔ اور تم اللہ کی راہ سے روکنے کا

اعتدال و توازن کی راہ ہے۔ بت پرستی اپنی تمام جزئیات سمیت مذموم ہے۔ علم و جہالت میں غلو سفاہت ہے۔ دین میں افراط اس لئے ہے کہ اس سے قبل کے تمام ادیان میں افراط و تفریط ہے۔ یہودیت میں کٹرپن اور ظاہر پرستی ملحوظ ہے۔ تشدد و تنسخ کی آمیزش ہے۔ عبادت میں شریعت سے بے نیازی ہے۔ صرف اخلاقی نصائح کا ذکر ہے کوئی قانون اور قاعدہ نہیں۔ جو حقیقت بڑا الحاد ہے۔ آریہ مذاہب میں تخیل ہی تخیل ہے۔ وہاں ہر بات مجرد ہے۔ خرافات و اوہام کا جتھہ مسلط ہے۔ وہ مذہب جس میں ظاہر پرستی بھی ہو۔ اور روحانیت بھی۔ اجمال اور شریعت کی تفصیل بھی۔ معارف الٰہی کا ذکر بھی ہو اور فلسفہ و حکمت بھی۔ تو وہ صرف اسلام ہے جو اعتدال و توازن میں سمویا ہوا ہے۔ کوئی بات حد سے زائد نہیں۔ ہر حکم فطرت کے ترازو میں تُلا ہوا۔ اور عقیدت کے پیمانہ میں نپا تُلا ہے۔

عدل کے معنے معاملات میں مساوات کے عام طور پر ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مسلمان پیکر انصاف ہو۔ صداقت شعار ہو۔ احسان مرتبہ اعتدال کا دوسرا نام ہے۔ معاملات میں احسان کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ ہم اپنے فرائض منصبی سے زیادہ کچھ کریں۔ اس کے بعد اللہ کا حکم یہ بھی ہے۔ کہ اقرباء کی خدمت کی جائے۔ ان سے مروت و مواسات کا سلوک کیا جائے۔ ان کو ہر طرح پر ترجیح دی جائے۔ برائیوں اور فواحش سے باز رہنے کی بھی تلقین ہے۔ فَحْشَآء سے ہر وہ برائی مراد ہے جو نمایاں اور ظاہر ہو۔ مُنْکَر کے معنے اس عیب کے ہیں جسے قلب و ضمیر برا سمجھے۔ غرض یہ ہے کہ مسلمان اخلاق کا نہایت بہتر نمونہ ہو۔

ف۱

ان آیات میں وفاء عہد کی تلقین کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ تمہیں عہد و معاہدہ کے معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مضبوط عہد کرنے کے بعد محض اس لئے کہ تم طاقتور حلیف کا ساتھ دو۔ عہد توڑ دو۔ کیونکہ تمہاری مثال بڑھیا دیوانی کی سی ہوگی۔ جو سُوت کات کر تاگا تاگا کر دے۔

قرآن کی اصطلاح میں عہد وہ التزام ہے جو شرع، اخلاق یا کسی کی جانب سے تمہارے اوپر عائد ہوتا ہو۔ یا جیسے تم خود اپنے اوپر

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

۹۵- وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

۹۶- مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

۹۷- مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

باعث ہو کر عذاب چکھو۔ اور تمہیں بڑا عذاب ہو ○

۹۵- اور عہدِ خدا کے مقابلہ میں حقیر قیمت نہ لو۔ جو اللہ کے پاس ہے۔ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ اگر تم جانو ○ ف۱

۹۶- جو تمہارے پاس ہے جاتا رہے گا اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ باقی ہے۔ اور ہم ثابت قدموں کو اُن کے نیک کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے ○

۹۷- مرد ہو یا عورت۔ جو مسلمان ہو کر نیک کام کرے۔ ہم اُسے اچھی زندگی سے زندہ رکھیں گے۔ اور

مسلمان خادمِ دین ہوتا ہے
ف۱

یعنی اسلام کو اپنی اغراضِ نفسانی کے لیے دین فروشی کسی طرح مناسب اور موزوں نہیں۔ کیونکہ دُنیا کی تمام نعمتیں عارضی اور فانی ہیں۔ اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ باقی اور دائم ہے۔ اس لیے عقلمند وہ ہے جو دائم اور باقی رہنے والی چیز کا سودا عارضی اور فانی چیز سے نہ کرے۔

غرض یہ ہے کہ مسلمان دینی مفاد کو دُنیوی منفعت پر ترجیح دیتا ہے۔ دُنیا میں اس کا مطمعِ نظر ہوتا ہے کہ جیسے بھی ہو ہر قدم سے دین کی خدمت ہو۔ یاد رہے کہ اس طرح دیندار کسی طرح گھاٹے اور ٹوٹے میں نہیں رہتے۔ بلکہ ان کو دُنیا و دین دونوں کی نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ مسلمان کا ذہن تنگ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ وسیع ہوتا ہے۔ وہ دُنیا طلب تو ضرور کرتا ہے۔ مگر دینی خواہشوں کی تکمیل کی حد تک۔ حاصل وہ صرف دیندار ہوتا ہے۔ اور یہ دین کی خاصیت ہے کہ وہ دُنیا کی کسی نعمت سے بھی محروم نہیں رہتا۔ دیندار اور دُنیادار انسان میں صرف حرص و آز کا فرق ہے۔ دُنیادار حرص کے لحاظ سے بڑھا ہوتا ہے وہ خواہشاتِ نفس کا تابع ہوتا ہے۔ اور دیندار انسان محض اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے جو خواہشاتِ نفس پر پُورا پُورا قابو رکھتا ہے۔

حلِ لغات

بِعَهْدِ اللّٰهِ۔ یعنے دینِ اسلام۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

اُن کے اچھے کاموں کا جو وہ کرتے تھے بدلہ دیں گے ○ ف۱

۹۸- فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ○

۹۸- سو جب تُو قرآن پڑھے۔ تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ ○ ف۲

۹۹- إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○

۹۹- اُن لوگوں پر جو ایمان لائے۔ اور اپنے ربّ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اُس کا زور نہیں چلتا ○

۱۰۰- إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ○

۱۰۰- اُس کا زور صرف اُنہیں پر چلتا ہے جو اُس کے دوست، اور شرک ہیں ○

۱۰۱- وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ

۱۰۱- اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو وہ کہتے ہیں تُو تو مفتری ہے، بلکہ

ف۱

اسلام نے حصولِ مراتب میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت دونوں یکساں طور پر اللہ کی چوکھٹ پر جھک سکتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کے میدان میں دونوں یکساں بڑھ سکتے ہیں۔ نیکی اور پاکیزگی کے حصول میں دونوں برابر کوشش کر سکتے ہیں۔

اس لئے قرآن کہتا ہے کہ مرد و عورت میں جو کوئی بھی بشرطِ ایمان نیک عمل کرے گا۔ وہ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کرے گا۔

ف۲

قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے نزدیک نقطۂ نگاہ کی تقدیس ضروری ہے۔ ذہن و خیال کی پاکیزگی لازم ہے۔ تاکہ اس مقدس کلام کی حقیقی برکات حاصل ہو سکیں۔ وہ شخص جو نفس کا ناپاک ہے۔ جس کے قلب میں خباثت ہے۔ جس کا باطن درست نہیں۔ وہ اس کے فیوض و برکات سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ کہ جب قرآن پڑھو تو شیطانی وساوس کو دور کر لو۔ دل کو پاک اور یکسو کر لو۔ اعوذ پڑھ لو۔ غرض یہ ہے کہ پوری پاکیزگی کے ساتھ اس پاک کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

حلِ لغات

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ خدا کی پناہ میں آ۔ یعنی حصارِ توحید میں جگہ حاصل کر۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۱۰۲- قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ

مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ

بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

۱۰۳- وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ

الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ

وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝

۱۰۴- اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

۱۰۵- اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ

اکثر اُن میں نہیں جانتے ۝

۱۰۲- تُو کہہ۔ بے شک فرشتے نے تیرے رب

کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے

تاکہ ایمانداروں کو ثابت رکھے۔ اور مسلمانوں

کو ہدایت و بشارت ہے ۝ ف۱

۱۰۳- اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ راہل کہتے ہیں

کہ محمدؐ کو ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ حالانکہ جس کی

طرف نسبت کرتے ہیں اکہ فلاں شخص سکھلاتا ہے، اُس کی

زبان عجمی ہے۔ اور یہ فصیح عربی زبان ہے ۝ ف۲

۱۰۴- جو اللہ کی باتوں پر ایمان نہیں لاتے

اللہ اُنھیں ہدایت نہ کرے گا۔ اور اُنھیں

دُکھ دینے والا عذاب ہوگا ۝

۱۰۵- جو اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے،

قرآن اختراع نہیں ہے!

ف۱ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ قرآن وحی الٰہی نہیں ہے حضورؐ نے خود اختراع کیا ہے۔ اور اللہ کی جانب اسے منسوب کر دیا ہے۔ اس کا جواب دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسے روح القدس لے کر آئے ہیں۔ یہ حق و صداقت کا اعلان ہے۔ مگر جو لوگ ذہنی شکوک و اضطراب میں مبتلا ہیں اُن کی تسلی ہو سکیں ہو۔ اس میں ہدایت و بشارت ہے۔ مگر ایمان و تجربہ شرط ہے۔

وہ کتاب جس نے قوم کے اخلاق کو بدل دیا ہو۔ جس نے گمراہی و ضلالت سے نکالا ہو۔ رُشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کی ہو۔ اور قوم کو خوشخبریاں کا مہبط بنایا ہو۔ کیا وہ ذہنی اختراع ہو سکتی ہے؟

کیا یہ اختراع اور جھوٹ کا نتیجہ ہے کہ قوم ترقی کے فراز اعلیٰ تک پہنچ گئی۔ و پستی اور حضیض سے نکل کر ایمان کی بلند ترین چوٹیوں پر متمکن ہو گئی۔ کیا جھوٹ میں یہ قوت ہے۔ کہ اخلاق کو بدل دے۔ عادات کو سنوار دے۔ قوموں کو بلند کر دے۔ اور خاص طرح کے افکار کو بیدار کر دے۔

ف۲ مخالفین کو خیال تھا۔ کہ حضورؐ نے قرآنی معارف کو کسی شخص سے سیکھ لیا ہے۔ اور اُن کے اپنے علم و بصیرت کا نتیجہ و ثمرہ نہیں ہے۔ اور وہ آدمی جس سے حضورؐ نے سیکھا ہے عجمی ہے۔ اس لئے تعین میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے بعیش ہے۔ کسی کے خیال میں عداس ہے۔ کسی کی رائے میں ابو فکیہہ ہے۔ بہرحال وہ کوئی عجمی ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ اگر حضورؐ نے عجمی سے سیکھا ہے۔ تو پھر اس میں یہ فصاحت و بلاغت کہاں سے آئی؟ کیوں عجمی اثرات اس میں نمایاں نہیں؟

بات یہ ہے کہ اصل میں یہ [illegible]

وہ حضورؐ کی ساری زندگی مخالفین [illegible] آپ نے ساری زندگی میں کہیں تعلیم حاصل نہیں کی۔ ایک [illegible]

نظام دین کسی آدمی سے سیکھ لیں [illegible]

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ وَاُولٰٓئِکَ
هُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۝
۱۰۶- مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖٓ
اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُهٗ
مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ
مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا
فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝
۱۰۷- ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ
الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ ۙ وَاَنَّ
اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝
۱۰۸- اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَ

وہی جھوٹی باتیں بناتے۔ اور وہی
جھوٹے ہیں ۝
۱۰۶- جو کوئی بعد ایمان اللہ کا منکر ہوا سوائے
اس کے کہ جس پر زبردستی ہوئی۔ اور اس کا دل
ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ مگر وہ جو
دل کھول کر منکر ہوا۔ سو ان پر اللہ
کا غضب ہے۔ اور ان کے لیے
بڑا عذاب ہے ۝ ف۱
۱۰۷- یہ اس لیے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا
کی زندگی کو پسند کیا۔ اور خدا کافر
لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ۝
۱۰۸- یہ وہی ہیں۔ جن کے ف۲ دلوں،
اور کانوں، اور آنکھوں پر اللہ نے

اور پھر وہ اُستاذ کہیں [illegible] گیا۔ اور اُسے کہیں
دکھ دیا۔ کہ میاں یہ تو ہم نے لکھایا پڑھایا ہے۔ تم پریشان
نہ ہو جاؤ۔ کہیں یہ شخص جو مجتہد اور علم و بصیرت کا
مالک ہو۔ اس قسم کی حیرت انگیز کتاب پیش کر سکتا
ہے۔ جو علوم و معارف کا خزانہ ہو۔

ف۱

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ۔ الآیۃ۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ غرض یہ
ہے۔ کہ جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ اور ارتداد
اختیار کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ اور عذاب کے
مستحق ہیں۔ الا یہ کہ وہ مجبور ہوں۔ مجلس کے لیے
وہ کفر کا اظہار کریں۔ مگر دل میں ایمان کا دریا موجزن ہو
تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔
یہ [illegible] مجبوری کے وقت [illegible] جائز تو ہے۔ مگر بہتر
نہیں [illegible] اس کا ذکر بطور استثناء کے کیا
گیا ہے۔

ف۲

اس آیت میں واضح طور پر بیان فرما دیا ہے
کہ کن لوگوں کے دل پر مُہریں لگی ہیں۔ کون محروم ہیں۔
جن پر وعظ و نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے
کہ وہ لوگ جنہوں نے عمداً دنیا کو دین پر ترجیح دی۔
جنہوں نے جان بوجھ کر کفر کو قبول کیا۔ اور جو دین کے
معارف سے آگاہ نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو پہلے
پارہ کی ابتدائی آیات جن میں خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی
قُلُوْبِهِمْ پر بحث کی گئی ہے۔

حلِ لغات

مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا۔ یعنی کشادہ دل کے
ساتھ اظہار کفر کرے۔
قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔ یعنی دل سے [illegible] دل
میں تبدیلی کی استعداد نہیں رہی۔ و کان اور آنکھ بصیرت

ف۳ یعنی جبریل علیہ السلام۔ اعجمی

اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ — مُہر لگائی۔ اور یہی غافل ہیں ○

١٠٩- لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ — ١٠٩- بے شک آخرت میں وُہی نقصان اُٹھائیں گے ○

١١٠- ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ — ١١٠- پھر تیرا رب اُن کے لئے جنہوں نے ایذا دیئے جانے کے بعد ہجرت کی۔ پھر جہاد کیا اور ثابت قدم ہو کے لڑے اُن باتوں کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے ○ ف

١٤ ع ٢

١١١- يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ — ١١١- جس دن ہر کوئی اپنے نفس کی طرف سے جھگڑتا ہوا آئے گا۔ اور ہر کسی کو اُس کے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا۔ اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ○

١١٢- وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً — ١١٢- اور اللہ نے مثال سُنائی، کہ ایک گاؤں

اِسلام جُراَت آموز ہے!

ف

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں مصیبتیں کو برداشت کیا۔ جنہوں نے گھر اور وطن کی آسائشوں کو چھوڑا۔ جنہوں نے مسافرت اور ہجرت اختیار کی، جنہوں نے نفس اور باطل قوتوں کے خلاف جہاد کیا۔ اُن کے لئے اللہ کی بخششیں اور عنایتیں ہیں۔ وُہی اس کی مغفرت اور رحمت کے مستحق ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بحالت مجبوری اشتم سے محفوظ رہنے کے لئے کفر کا اظہار جائز ہے۔ بہتر نہیں۔ یعنی اللہ بے اس کی گرفت مواخذہ نہیں کرے گا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ فضیلت کی چیز ہے۔ اس جواز کو جو خصوص حالات میں قابل معافی ہے۔ عام کر دینا۔ اور اسے فضیلت دینا ذوقِ فطرت کی توہین کرنا ہے۔

اسلام جرأت اور اظہار حق کو بہترین فضیلت قرار دیتا ہے۔ وہ مسلمان کو مجاہد دیکھنا چاہتا ہے جو پوری جسارت کے ساتھ باطل کے خلاف صف آرا ہو سکے۔ اور وہ جو بزدل ہے۔ جہاد سے جی چراتا ہے۔ مجاہد نہیں کہلا سکتا۔ یہ کمزوری اور بزدلی کا کھلا اعتراف ہے۔ اسلام ضعیف قریب مدارا کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اس کی تعلیم واضح اور یقینی ہے۔ وہ ہرگز تسمیات و تاویلات کو پسند نہیں کرتا۔

— ✦ —

كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا
رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ
فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ
وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○
۱۱۳- وَلَقَدْ جَاۤءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ
وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○
۱۱۴- فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○
۱۱۵- اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ

(یعنی مکہ) امن چین میں تھا۔ ہر جگہ سے با
فراغت اُس کے پاس اُس کا رزق چلا
آتا تھا۔ پھر اُس شہر نے اللہ کے احسانوں کی
ناشکری کی تو خدا نے بھوک اور خوف کا لباس
اُسے پہنایا۔ اُن کی کرنی کے سبب ○
۱۱۳- اور اُن کے پاس اُنہیں میں سے ایک رسول آیا
تو اُنہوں نے اُسے جھٹلایا۔ اس لئے اُنہیں عذاب نے آپکڑا
اور وہ ظالم تھے ○ ف۱
۱۱۴- سو مسلمانو! تم اللہ کا دیا ہوا حلال اور پاک رزق
کھاؤ۔ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو،
اگر تم اسی کو پوجتے ہو ○
۱۱۵- اللہ نے تو تم پر صرف مُردار حرام کیا
ہے۔ اور خون، اور سُور کا گوشت،

ف۱
غرض یہ ہے کہ اللہ
کی اطاعت اور اس کی
سپاس گزاری بہترین
نعمتوں کی کنجی ہے۔ جو
خدا کی نعمتوں کا انکار کرتا
ہے۔ وہ تمام نعمتوں
کو [illegible]
[illegible]

اور خوف و حزن کو
اپنے اوپر مسلط کر لیتا
ہے۔

[illegible]

وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا
عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
۱۱۶- وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ
الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا
حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○
۱۱۷- مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ○
۱۱۸- وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ
وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو،
پھر جو نہ زور کرتا ہو۔ اور نہ ہی زیادتی، اور
عاجز ہوگیا۔ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ ف ۱
۱۱۶- اور تم اپنی زبانوں کی دروغ گوئی سے
یُوں نہ کہو، کہ یہ حلال ہے، اور یہ
حرام۔ کہ اللہ پر جھوٹ باندھو،
جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں،
اُن کا چھٹکارا نہ ہوگا ○
۱۱۷- تھوڑا فائدہ ہے۔ اور اُنہیں دُکھ
دینے والا عذاب ہوگا ○
۱۱۸- اور یہود پر ہم نے وُہی حرام کیا تھا
جو پہلے ہم تجھے سُنا چکے۔ اور اُن پر ہم
نے کچھ ستم نہیں کیا تھا۔ لیکن وُہ اپنی

کون کون چیزیں حرام ہیں؟

ف ۱

قرآن حکیم ایک مکمل شریعت ہے اس میں تو حید و تفرید کے معارف بھی ہیں۔ اور ضروری آداب و اخلاق بھی ۔

کامل نظام مذہب کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس میں ضروریات انسانی کی ہر چیز موجود ہو۔ چنانچہ قرآن سب باتوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے ۔

کھانا پینا بھی چونکہ تہذیب انسانی کا ایک ضروری جزو ہے اس لئے قرآن اس کے متعلق بھی ضروری ہدایات کا تذکرہ کرتا ہے قرآن کہتا ہے۔ پاکیزہ چیزیں بلا تکلف کھاؤ۔ جن میں مضرت نہ ہو۔ جو ناپاک نہ ہوں۔ جن کو ذوق سلیم گوارا کرلے جن کے کھانے سے اخلاقی و مذہبی مضرتیں نہ پیدا ہوں۔ اور جو چیزیں ان صفات سے عاری ہوں۔ وُہ غذا کے قابل نہیں وہ حرام ہیں اور وُہ یہ ہیں :۔

(۱) مُردار۔ اس کے کھانے سے خباثت پیدا ہوتی ہے قلب مُردہ ہو جاتا ہے۔ زندہ قومیں اس کے کھانے سے پرہیز کرتی ہیں۔ صحت کے لئے بھی مضر ہے۔ پیٹ میں تعفن پیدا کرتا ہے ۔

(۲) خون۔ یہ عہد وحشت کی یادگار ہے۔ اس سے درندگی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دانتوں اور معدہ کے لئے سخت مضر ہے۔ عرب خون کو رکھ لیتے تھے۔ اور دہی کی طرح جم جانے پر کھاتے تھے ۔

(۳) سُؤر کا گوشت۔ یہ تشنج کے مرض کو پیدا کرتا ہے جدید تحقیقات کے مطابق اس کے کھانے سے فوری موت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ میں اس کے متعلق بہت سے مضمون لکھے گئے۔ یہ ذاتی شہوت میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے کھانے والی قومیں بے غیرت ہو جاتی ہیں۔ ان میں جنسی غیرت کا مادہ اُٹھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے آج یورپ میں سب کچھ موجود ہے۔ مگر (باقی بر صفحہ)

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○
۱۱۹ - ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ○
۱۲۰ - إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○
۱۲۱ - شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○
۱۲۲ - وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ

جانوں پر آپ ظلم کرتے تھے ○
۱۱۹ - پھر تیرے رب کی یہ صفت ہے کہ جنہوں نے نادانی سے بدی کی۔ پھر بعد اس کے تائب ہوئے۔ اور اصلاح کرلی۔ تو اُس توبہ کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے ○
۱۲۰ - اصل میں ابراہیم پیشوا خدا کا فرماں بردار یک طرفہ شخص تھا۔ اور مشرکوں میں سے نہ تھا ○
۱۲۱ - اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا۔ خدا نے اُسے پسند کیا۔ اور راہِ راست دکھلائی ○
۱۲۲ - اور ہم نے اُسے دُنیا میں خوبی بخشی اور وہ آخرت میں نیکوں میں

صحت متقلب ہے۔ کیونکہ وہ کثرت سے گوشت کھاتے ہیں۔ روحانی لحاظ سے یہ حرص و آز کے جذبات کو ابھارتا ہے ◆ (۴) غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ۔ اس سے نظامِ شرک کی تائید ہوتی ہے۔ اسلام چونکہ توحید کا مذہب ہے۔ اس لئے تمام ایسے ذرائع بند کر دینا چاہتا ہے۔ جن سے شرک کے پھیلنے کا احتمال ہو ◆

حلِ لغات

اُمَّۃً: مشہور کیا جاتا ہے۔ یہ اول کے معنے مشہور کرنے کے ہیں۔ کیونکہ وہ ... لام شم ... کے معنے ... ہیں۔ ... بولی میں ... کہتے ہیں۔ کہ جب ... ہوتا ہے۔ تو اس کی جانب انگلیاں اٹھتی ہیں ◆

الصّٰلِحِيْنَ ۝
١٢٣- ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
١٢٤- اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ
عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
١٢٥- اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

ہے ۝
١٢٣- پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی، کہ تو
ابراہیمؑ کے مذہب پر چل جو ایک طرف کا ہو رہا تھا
اور وہ مشرکوں میں نہ تھا ۝
١٢٤- ہفتے کا دن اُنہیں لوگوں پر مقرر ہوا
تھا، جنہوں نے اُس میں اختلاف کیا.
اور تیرا رب قیامت کے دن اُن
کی اختلافی باتوں میں فیصلہ
کرے گا ۝ ف۱
١٢٥- تو حکمت اور عمدہ نصیحت سے اپنے
رب کی راہ پر بُلا - اور اُن کو اس
طرح الزام دے، جس طرح
بہتر ہو - تیرا رب اُسے خوب

جُمعہ کا اِحترام!

ف۱

اسلام اور دیگر ادیان میں اصولاً کوئی اختلاف نہیں البتہ بعض لوگوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کی اطاعت میں اللہ کے حکموں میں اختلاف و تشتت پیدا کر لیا •

جمعہ کا دن ہمیشہ سے دینی فرائض کے لئے مختص رہا ہے - مگر یہود و نصاریٰ نے اس میں اختلاف کیا •

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے - ہم سے پہلی قوموں پر بھی جمعہ کا احترام واجب تھا - مگر اُنہوں نے از راہ عناد اس میں اختلاف کیا - اور اللہ نے اس معاملہ میں ہماری صحیح راہنمائی فرمائی - ہمیں توفیق مرحمت کی کہ جمعہ کے احترام کو قائم رکھیں اس صورت میں اختلفوا کے معنے یہ ہوں گے کہ انہوں نے نبی کی تعلیمات میں اختلاف پیدا کیا - نہ یہ کہ سبت کے تعین میں اختلاف کیا •

حَلِّ لُغات

حنیفا - موحد توحید کے لئے وقف •

سبت - احترام کا دن - عیسائیوں میں اتوار اور یہودیوں میں ہفتہ •

أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ
سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ۝
۱۲۶- وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا
بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِلصَّابِرِينَ ۝
۱۲۷- وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا
بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا
يَمْكُرُونَ ۝
۱۲۸- إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

جانتا ہے۔ جو اُس کی راہ سے گمراہ
ہُوا ہے۔ اور وہ ہدایت یافتوں سے
بھی خُوب آگاہ ہے ۝ ف۱

۱۲۶- اور جو تم بدلہ دو، تو اتنا ہی دو،
جس قدر تمہیں تکلیف پہنچی ہے،
اور جو تم صبر کرو، تو صبر صابروں کے
لئے خُوب ہے ۝

۱۲۷- اور صبر کر، اور بغیر خُدا کی مدد کے
تُو صبر نہ کر سکے گا۔ اور اُن پر غم نہ کھا،
اور اُن کے فریبوں سے تنگ دل
نہ ہو ۝ ف۲

۱۲۸- بے شک اللہ (خدا سے) ڈرنے والوں
اور نیکوں کے ساتھ ہے ۝

ف۱

دعوت و بشارت کا صحیح ترین اصُول بتاتا ہے،
یعنے جب خدا کے دین کی طرف لوگوں کو بُلایا جائے
تو نہایت عجیب انداز میں موعظت اور پند کے طریق
پر صلح جوئی اور رواداری کے ساتھ اگر اختلاف کا موقع
آئے، تو احسن طریق سے اُس کو نبٹایا جائے مقصد
جدل و تعصب نہ ہو۔

حضورؐ کا یہی طریق دعوت و تبلیغ تھا۔ یہی وجہ تھی،
لوگ کھچے کھچے اسلام کے قریب آتے، اور اُسے
قبول کر لیتے۔ حضورؐ جب مخالف کو سمجھاتے، تو
ایسے جاذب طریق سے کہ دل میں اتر جاتے۔

آج حضرات علماء کے اخلاق بگڑ چکے ہیں وہ
تبلیغ و اشاعت کی نفسیات سے آگاہ نہیں۔ وہ
نہیں جانتے، قول ہیچ کیا ہے، کس طریق سے لوگوں
کو حق و صداقت کی طرف بُلانا چاہیئے۔ قاعدہ ہے
کہ اچھی بات بھی بُرے انداز میں پیش کیجئے، تو
لوگ ٹھکرا دیں گے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ کلمۂ
حق کا اظہار کیا جائے۔ مگر سُلجھے ہوئے انداز میں،
جس میں مخاطب کی نفسیات کی رعایت نہ ہو۔

ف۲

اِس میں حضورؐ کی شفقت و ہمدردی کا ذکر
ہے۔ اور آپ سے کہا گیا ہے۔ کہ ان کی بدبختی
پر غم نہ کھاؤ۔ جی چھوٹا نہ کرو۔ ان کو آزاد چھوڑ دو
یہ تمام باطل تدبیروں کو آزما دیکھیں۔ تمہارے
خلاف سازشیں کر لیں۔ اللہ انہیں ناکام رکھے گا،
اور یہ اپنے مقصد میں ذلیل و خوار ہوں گے۔

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ

اٰیَاتُهَا (۱۱۱) رُکُوْعَاتُهَا (۱۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱- سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

۲- وَ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ؕ

۳- ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝

سُورۂ بنی اسرائیل

مکی ـــــ آیتیں ۱۱۱ ـــــ رکوع ۱۲

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱- پاک ہے وُہ ذات جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام (کعبہ) ف۱ سے مسجد اقصٰی (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی ہے لے گیا، تاکہ ہم اُسے اپنی بعض نشانیاں دکھلائیں، بیشک وُہ سنتا دیکھتا ہے ۝

۲- ہم نے موسٰیؑ کو کتاب دی، اور اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ٹھہرا کر (کہا) میرے سوا تم کسی کو کارساز نہ جانو ۝

۳- (اے) اُن لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں چڑھایا تھا۔ نوحؑ بندہ شکر گزار تھا ۝

رُوح اور جسم کی انتہائی پرواز

ف۱ میں اس وقت جبکہ مکہ میں حضورؐ کے ہم نواؤں کو ناقابل برداشت تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔ حضورؐ کے وطن مالوف سے نکال باہر کرنے کی سازشیں کی جا رہی تھیں۔ یعنی اُس وقت جب زمین والوں نے کوشش رسالت کو برباد کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ جب یہ طے پا چکا تھا کہ اس شمع ہدایت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا جائے۔ آسمان پر کچھ اور افکار کے سامان ہو رہے تھے۔ قضا و قدر کے دفاتر میں معراج و تقدم کے ہنگامے طے ہو چکے تھے۔

اللہ کی مشیئت نے آپ کو اٹھایا۔ اور مسجد اقصٰی تک لے گئی۔ یہ اظہار و اعلان کا یہ مقدس اس لئے تھا۔ تاکہ آپ کو فتوحات اسلامی کی وسعت کا اندازہ ہو۔ کفار و معاندین کو معلوم ہو کہ جس شخص کو تنگ آئے وطن سے نکال کر شام کی حدود تک پہنچا دیا جائے گا۔ یعنی جس شخص کو تم وطن سے نکال رہے ہو۔ ساری دنیا اس کا وطن قرار پائے گی۔

حضورؐ آسمانوں تک گئے۔ اور جب واپس آئے تو بچھونے بچھے ہوئے جلوے بدرجۂ گئے

تھے۔ باتیں ہوئیں۔ اسرار دین سمجھائے گئے۔ نمازیں عطا ہوئیں اور شریعت کی تفصیلات دی گئیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ قرب الٰہی کا بلند ترین مقام حصہ میں آیا۔

یہ طویل پرواز جسم و جسد کے ساتھ تھی۔ یا رُوح و نفس کے ساتھ مل بحث وطلب ہے۔ اہل حدیث و تفسیر کی اکثریت معراج جسمانی کی قائل ہے اور میں سمجھتا ہوں عارف باللہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک جملہ میں اس تمام کد و کاوش کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ان کی قوت ایمانی نے اجتہاد و نظر کا مرحلہ طے کرایا ہے جو عقل و فکر کو سینکڑوں برس کے بعد بھی میسر نہ ہو سکا۔ وُہ ہے کہ انا اصدقہ بابعد منہ، اصدقہ بخبر من السماء۔ یعنی جب میں نے آپ کی نبوت و رسالت کے کوائف کو مان لیا۔ جب تسلیم کر لیا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ کتابیں عطا کی جاتی ہیں۔ اور نبوت نام ہی ایک رشتہ محبت ہے۔ تو پھر معراج میں کیا استحالہ ہے، خدا نے اپنے محبوب ترین بندے کو اپنے ہاں بلا لیا ہے اس میں کیا اعتراض ہے؟

فلسفۂ عقل کی تمام بحثیں بے معنی ہیں، جو خدا زمین کو حرکت سے محفوظ اور آفتاب کو محوری گردش پر مجبور کر سکتا ہے۔ جس کے اشارے (باقی برصفحہ ۶۷۴)

حل لغات ۱- سُبْحٰن۔ تقدیس کے لئے ہے۔ یعنی معراج کے سلسلہ میں جس قدر اعتراضات۔ عقل کی وادی گمرہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اللہ ان سے

۴- وَ قَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا○

۴- اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں صاف کہہ سنایا۔ کہ تم زمین میں دو بار فساد کرو گے۔ اور نہایت مغرور سرکش ہو گے○

۵- فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا○

۵- پھر جب اُن دو فسادوں میں سے پہلے فساد کا وقت آیا۔ تو ہم نے اپنے سخت جنگ آور بندے تم پر مسلط کر دیے بھیجے۔ پھر وہ گھروں میں آ گھسے، اور خُدا کا وعدہ ہونا تھا○ ف

۶- ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا○

۶- پھر ہم نے اُن پر تمہیں غلبہ دیا، اور مال اور اولاد سے تمہیں مدد دی، اور تمہارا لشکر بڑھایا○

۷- اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ

۷- اگر تم بھلائی کرو تو اپنے ہی لیے بھلائی کرو گے اور اگر بُرائی کرو گے تو بھی اپنے لیے۔ پھر جب

اشارہ پر تمام اجرام گھوم رہے ہیں۔ گیا وہ ایک لطیف و سبک جسم کو آسمان پر نہیں اُٹھا سکتا؟

انسان کی تو یہ جرأت ہے، کہ فضائے آسمانی میں اُڑ رہا ہے۔ ایٹمی طاقت کی ایجاد و ترقی ہو چکی۔ اس طرح کے پرزے لگے ہیں، جنھیں اگلا اور پرلا کہا جاتا ہے اُٹھنے پھرو۔ چاند اور مریخ تک پہنچنے کی جدوجہد ہو رہی ہے کیا ان دنوں میں یہ نہیں کر اپنے محبوب کو اپنے یہاں بُلا لے معلوم ہوا اس باب میں فلسفہ اور سائنس کی بحثیں بیکار ہیں۔ البتہ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ احادیث میں کیا مذکور ہے، اور ائمہ حدیث و تفسیر کی اکثریت نے کیا رائے دی ہے؟

مسئلہ معراج کی حقیقت کہ روح میں معراج جسمانی کی تائید میں احادیث میں اشارہ ہے کہ معراج کا جب روحانی کی تائید نہیں ہوتی۔ ائمہ تفسیر میں اکثر کے ساتھ معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ تاویل کے مجتہد اعظم علامہ رازی سے خلاصہ ہو کہ انھیں کہ وہ معراج جسمانی کے معترف ہیں، اور تمام بے دلیل ارشادات فرماتے ہیں۔

اس میں اس قسم کے الفاظ، نہ اُس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جب

بصیرت دینی سے محرومی ہو، اور دماغ پر دبیز عقل مسلط ہو۔

بنی اسرائیل کی تباہی!

ف اللہ کا قانون ہے کہ جب قوموں کا اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ فواحش کا ارتکاب کھلم کھلا ہونے لگے۔ دین کا احترام و احترام دلوں سے اُٹھ جاتے شہوت کا غلبہ ہو، تو اس قوم کی ذلت کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ رسوائی کو قریب کر دیتا ہے۔ اور کسی طاقتور زبردست قوم کو اُن پر مسلط کر دیتا ہے تاکہ غلامی کی صعوبتوں سے دوچار ہوں۔ اور انھیں آزادی کے ناجائز استفادہ کا نتیجہ معلوم ہو۔ تاکہ وہ جانیں کہ اللہ سے بے اعتنائی ناقابلِ عفو جرم ہے۔

بنی اسرائیل نے جب حق و صداقت سے روگردانی کی اور طرح طرح کی بُرائیاں اُن میں پھیل گئیں۔ تو وہ جالوت کے محکوم بنا دیے گئے۔ اُس نے اُن کو سخت سزائیں دیں۔ پھر توبہ و استغفار اور رجوع و انابت کے بعد حضرت داؤدؑ نے اُس سے جہاد کیا۔ اور فتیاب ہوئے۔ اس کے بعد پھر بنی اسرائیل بگڑ گئے۔ اُن میں بدستور دین کی (باقی بر صفحہ ۶۹۶)

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۤءٗا وُجُوْهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا
تَتْبِيْرًا ۝

پچھلا وعدہ آیا تو ہم نے اپنے دوسرے بندے بھیجے تاکہ بگاڑ دیں
تمہارے چہرے اُداس کر دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے
پہلی بار (کسری) داخل ہوئے تھے اور جس پر غالب آئیں
اُس کو پوری طرح برباد کریں ○

٨- عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ
وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

٨ - اب (بعد اسلام) نزدیک ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے
اور جو تم (نافرمانی میں) لوٹو گے تو ہم بھی (سزا میں) لوٹیں گے
اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو جیل خانہ بنا دیا ہے ○

٩- اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ
هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ
لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝

٩ - یہ قرآن وُہ راہ دکھلاتا ہے، جو بہت
سیدھی ہے۔ اور نیک اعمال مومنین کو
بشارت دیتا ہے، کہ اُن کے لئے
بڑا اجر ہے ○ ف۱

١٠- وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

١٠- اور جو آخرت کو نہیں مانتے۔ اُن کے لئے
دُکھ کا عذاب ہم نے تیار کیا ہے ○

بے خوفی ہونے لگی۔ اور کھلے بندوں اخلاق کی حدود سے تجاوز کیا جانے لگا۔ تو اللہ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ اس نے ہزاروں کو تہِ تیغ کر کے گھاٹ اُتارا۔ ہزاروں کو اسیر بنایا۔ لاکھوں روپے کا سونا چاندی لُوٹا۔ بیت المقدس کو ڈھایا۔ ان کی قیمتی املاک چھین لیں۔ یعنی بیت المقدس کا بنی اسرائیل کو ذبح کیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ تورات کے نسخے آگ میں جھونک دیئے۔ مذہبی صحیفوں کو پاؤں تلے روندا۔ تاکہ یہ لوگ ذلیل ہوں۔ اُن کی جھوٹی مذہبیت کو صدمہ پہنچے۔ اور یہ اپنی بد معاشیوں کا مزا چکھیں ●

اس کے بعد پھر ان کی سنی گئی۔ اور انہیں ان دشمنوں سے مخلصی ملی۔ مگر وعدہ یہ تھا۔ کہ جب تک نیک رہو گے اللہ کا فضل تم پر سایہ فگن رہے گا۔ اور جب بگڑو گے، اللہ بھی نظریں پھیر لے گا ●

ف۱

یعنی قرآن حکیم جس مسلک کی دعوت دیتا ہے، وہ قوم ترین عقل و دانش کے قرین اور موافق ہے۔ سعادتِ انسانی کی تمام راہیں اس میں مذکور ہیں۔ انسانی بہتری و ارتقاء کا راز اس میں مضمر ہے۔ اس کی تعلیمات ایسی ہیں جو سب کے لئے قابلِ عمل ہیں۔ سب کے لئے مفید ہیں۔ اس کی تعلیم چھوٹے بڑے سب کے لئے یکساں قابلِ فہم ہے۔ یہ شک و شبہ سے بالا ہے۔ مگر بشارت و خوشخبری ان کے لئے ہے۔ جو مومن ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان و یقین کا اُجالا ہے۔ تعصب نہیں۔ اور جو آنکھوں اور کانوں کو ہمیشہ کھلا رکھتے ہیں ●

حلِّ لُغات

حَصِیْرًا۔ حصر کے معنی احاطہ کرنے اور تنگی کرنے کے ہیں۔ وَاحْصُرُوْهُمْ۔ اَنْ تُحِيْطُوْا عَلَيْهِمْ بِمَا يُقَيِّدُهُمْ اور تقیید دونوں آتے ہیں ●

۱۱۔ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ
بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
عَجُوْلًا ○

۱۱۔ اور آدمی جیسے دُعاء خیر کرتا ہے۔ ویسے ہی بددُعاء بھی کرتا ہے۔ اور انسان جلد باز ہے ○

۱۲۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ
فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ
اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا
عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَ
كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ○

۱۲۔ اور ہم نے رات اور دن دو نشان مقرر کئے ہیں۔ پھر ہم نے رات کا نشان مٹایا اور دن کا نشان دیکھنے کو بنایا۔ تاکہ تم اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرو۔ اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر شئے کا بتفصیل بیان کیا۔ ف۱

۱۳۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ
فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ
مَنْشُوْرًا ○

۱۳۔ اور ہر آدمی کا پرندہ (تقدیر) ہم نے اس کی گردن میں چمٹا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم اُس کے لئے کتاب نکالیں گے کہ وہ اُسے کھلا پائے گا ○ ف۲

ف۱

یعنی دن رات میں ان کی تبدیلی و تغیر میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشان ہیں۔ جس طرح رات اور دن دونوں مخلوقات کے لئے یکساں مفید ہیں اسی طرح عبرت و نصیحت کے لئے ایمان و کفر کا باقی رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک کفر کی تاریکی و سیاہی موجود نہ ہو۔ ایمان کی روشنی کس طرح ظاہر ہو سکتی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا سے مقصود یہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہدایت و استدلال کے تمام مسائل سے بحث کی ہے۔ اور وہ تمام چیزیں بیان کر دی ہیں۔ جن کی ہمیں بطور ذریعۂ راہنمائی کے حاجت ہے۔

ف۲

اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ سے مقصود یہ ہے کہ نامۂ اعمال ہر شخص کے اندر حتمی طور پر موجود ہے تمام اعمال لوحِ قلب پر مرتسم ہیں۔ تمام نقوش دماغ میں ثبت ہیں۔ جب ضرورت ہوگی۔ یہی نقوش اُبھر آئیں گے۔ اور اعمال روشن طور پر ہمارے سامنے آجائیں گے اور کہا جائے گا۔ جو کچھ تم نے دُنیا میں کیا ہے۔ یہاں صاف صاف پڑھ لو۔ صحیفۂ اعمال کھلا ہے۔

انسانی دماغ کی صنعت کاری عجیب ہے۔ اس میں بعض ایسے مخفی ذرائع موجود ہیں۔ جن میں ہمارے اعمال کا پورا پورا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے۔ قیامت کے دن نگاہوں میں تیزی پیدا ہو جائے گی۔ اور ہم خود ان نقوش کا مطالعہ کر سکیں گے۔ تمام ذہنی واردات ہمارے پیش موجود ہونگی۔ اور ہم عبرت کا مرقع بنے ہوئے چشم حیرت سے اعمال کو دیکھیں گے اور دل ہی دل میں نادم ہوں گے۔

نامۂ اعمال ہر شخص کے اندر موجود ہے!

۱۴- اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

۱۴- پڑھ اپنی کتاب۔ آج تُو خود ہی اپنا حساب لینے والا کافی ہے ○

۱۵- مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ
حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

۱۵- جو ہدایت پر آتا ہے اپنے ہی لئے آتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوتا ہے، اپنے ہی بُرے کو ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ اور ہم عذاب ف۱ نہیں کرتے جب تک کوئی رسُول نہ بھیجیں ○

۱۶- وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا
فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا
تَدْمِيْرًا ۝

۱۶- اور جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے دولتمندوں کو حکم بھیجتے ہیں پھر وہ اس حکم میں نافرمانی کرتے ہیں، تب اُن پر وعدۂ عذاب ثابت ہو جاتا ہے۔ پھر ہم انہیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں ○

۱۷- وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ
مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

۱۷- اور نُوحؑ کے بعد ہم نے بہت اُمتیں ہلاک کیں۔ اور تیرا رب اپنے بندوں کے

ف۱

اسلامی قانون مکافات یہ ہے، کہ ہر شخص بجائے خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے تناسخ غلط ہے۔ اور عقیدہ کفارہ بھی صحیح نہیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے کوئی شخص کسی کے کام نہیں آسکے گا۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا سے مراد یہ ہے۔ کہ عذاب کے لئے تکذیب کی ضرورت ہے اور تکذیب کے لئے پیغام کی حاجت ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ عذاب سے قبل اتمام حجت ہو چکے، تاکہ انہیں یہ کہنے کا موقع نہ رہے۔ کہ ہم نے اعمال صالحہ کے لئے مقدور بھر کوشش کی تھی۔ اور ہمیں ناحق عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

یہ یاد رہے، کہ عذاب سے مراد تمام تکالیف نہیں، وہ عادی مصائب مقصود ہیں۔ بلکہ عذاب وہ ہے جسے متعین طور پر عذاب کہا جا سکے۔ جس کے متعلق تصریحات ہوں کہ عذاب ہے۔

دوسری بات غور طلب یہ ہے، کہ نَبْعَثَ سے غرض یہ نہیں کہ ہر عذاب سے قبل ایک نبوت کا ظہور ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عذاب سے قبل اتمام حجت ضروری ہے۔ مثلاً اس زمانہ میں اگر عذاب آئے۔ تو یہ کسی نئی نبوت کے انکار کا نتیجہ نہ ہوگا۔ بلکہ اس لئے عذاب آئے گا کہ خدا کا پیغام اسلام کی شکل میں موجود ہے۔ اس کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

حلِ لُغات

اَمَرْنَا۔ یعنی اَمَرْنَا بِطَاعَةٍ۔ بعض نے اَمَرْنَا سے مراد کَثَّرْنَا لیا ہے۔ یعنی ہم اُمراء کو تعداد میں بڑھا دیتے ہیں اور تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے۔ کہ خیر المال مہرة مأمورة۔ سے کثیر النسل۔ ہو سکتا ہے امر سے غرض تقرر ہو کیونکہ عرب یہ بھی کہتے ہیں۔ فواحد خیر مأمور۔

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا ○
۱۸- مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا
لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ
ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا
مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○
۱۹- وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا
سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ
كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○
۲۰- كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ
مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ
عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○
۲۱- اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ

گنہگاروں کا دانا بینا کافی ہے ○
۱۸- جو دُنیا کا طالب ہے، فوراً ہم اُس کو اسی دُنیا
میں جو چاہیں دیتے ہیں، جس کو ہم دینا چاہیں،
پھر ہم نے اُس کے لئے دوزخ مقرر کیا ہے جس میں
ملامت سُن کر اور مردُود ہو کر داخل ہوگا ○
۱۹- اور جو آخرت کا طالب ہے، اور مومن ہو کر
اس کے لئے مناسب کوشش کرتا ہے سو اُن کی
کوشش قابل شکر گزاری ہے ○
۲۰- ان کو اور اُن کو ہر کسی کو ہم تیرے رب کی
بخشش میں سے پہنچائے جاتے ہیں، اور تیرے رب
کی بخشش روکی نہیں گئی ○ ف۱
۲۱- دیکھ ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی
ہے۔ اور آخرت میں تو بڑے درجے

نیکی اور بُرائی دونوں کے لئے یکساں مواقع موجود ہیں!

ف۱

اللہ نے دُنیا میں دو قسم کے گروہ پیدا کئے ہیں، ایک وُہ ہے جس کا نصب العین دین کی بھلائیوں کو حاصل کرنا ہے۔ جو اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہے۔ جس کا مقصد حیات گلشن اسلام کی آبیاری ہے۔ اور دُوسرا وہ ہے جو دن رات دُنیا طلبی میں مصروف رہتا ہے۔ جس کی تگ و دو محض نفس کی خواہشات تک محدود ہے۔ اور آخرت سے بے پروا اور غافل ہے ۔

اللہ اس گروہ کو جو طالب حق ہے، او بندا ہے، دُکھادی اور بہتری کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ اور ان کی مشکلات میں راہنمائی فرماتا ہے۔ اور وُہ جو صرف جیفۂ دُنیا کا گرویدہ ہے۔ جس کی کوتاہ بینی اسے دُنیا کی حدُود سے تجاوز نہیں کرنے دیتی ہمیشہ بُرائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور اللہ نے ایسے سامان پیدا کر رکھے ہیں۔ کہ اُسے طریق معصیت میں بھی قوت ملتی ہے ۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ کے یہی معنی ہیں، کہ اللہ نے انسانی فطرت اور دُنیا کو اس ڈھب پر بنایا ہے کہ نیکی اور بُرائی دونوں کے لئے مواقع اور تسہیلات ہیں یکجا انسان نیک مواقع سے استفادہ کرتا ہے، اور بدکردار بُرے حالات سے بہرہ حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ دُنیا کا نظام یا کارگاہ فطرت دونوں کے لئے یکساں معین و مددگار ہیں ۔

حل لغت

العاجلۃ: دُنیا۔ محظورًا: منقوص، یا ممنوع ۔

دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا ○

ہیں۔ اور بڑی فضیلت ○

۲۲ - لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○

۲۲ - اللہ کے ساتھ دُوسرا معبود نہ ٹھہرا کہ تُو ملامت سُن کر اور بے کس ہوکر نہ بیٹھے ○ ع

۲۳ - وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ
لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ○

۲۳ - اور تیرے رب نے حکم دیا کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور والدین سے نیکی کرو اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڈھے ہو جائیں۔ تو اِن کو اُف بھی نہ کہہ، اور نہ اُن کو جھڑک۔ اور اُن کے سامنے ادب سے بات کر ○ ف۱

۲۴ - وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ○ ؕ

۲۴ - اور مہربانی سے عاجزی کے بازو اُن کے لئے جُھکا۔ اور کہہ کہ اے رب اِن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ اُن دونوں نے جب میں چھوٹا تھا مجھے پالا ہے ○

۲۵ - رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ

۲۵ - جو تمہارے جیوں میں ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے

ف۱

ان آیتوں میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، توحید کا اور والدین کی اطاعت اور آداب کا۔ اس لئے کہ ان دونوں میں ایک قسم کی نسبت اور مشابہت ہے، والدین کی پرورش، ان کی شفقت و محبت ربوبیت کبریٰ سے مشابہ ہے۔ جو شخص والدین کا اطاعت شعار ہے وہ ربوبیت کبریٰ کو بھی پہچان سکے گا۔ جس کا نام توحید ہے۔ اور جو والدین کا مطیع و فرمانبردار نہیں، جو عارضی ربوبیت سے غافل ہے، وہ اصلی رب کا بطریق اولیٰ منکر ہوگا۔ یعنی جو خدا پرست ہے، وہ حقوقِ انسانی کی نگہداشت کر سکے گا۔ اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر نہیں۔ وہ انسانی فرائض کو کیونکر محسوس کر سکتا ہے۔ جو انسان کا شکر گزار نہیں۔ وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔

آیت کا مقصد یہ ہے، کہ توحید اصل اصول ہے خدا کا فیصلہ ہے۔ عقل کا تقاضا ہے۔ اسی طرح والدین کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ ان کے ساتھ مروت و اخلاق لازم ہے۔ گستاخی کے کلمات سے احتراز چاہیئے۔ انہیں نا ملائم اور درشت انداز میں مخاطب کرنا جائز نہیں۔

حلِّ لُغات

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ۔ یعنے کلمۂ تنفر سے انہیں مخاطب نہ کرو۔ جس سے والدین اذیت و ذلت محسوس کریں۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ
لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا○

اگر تم نیک ہو۔ تو وہ رجوع کرنے والوں کو
بخشتا ہے ○

۲۶- وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ
وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا○

۲۶ - اور رشتہ دار کو اُس کا حق دے اور محتاج
اور مسافر کو بھی۔ اور فضول خرچ نہ ہو ○

۲۷- اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ
الشَّیٰطِیْنِ ۚ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ
كَفُوْرًا○

۲۷ - بیشک فضول خرچ شیطانوں کے بھائی
ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر
ہے ○ ف۱

۲۸- وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ
رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ
لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا○

۲۸ - اور جو تُو اپنے رب کی رحمت (رزق) کے
انتظار میں جس کے ملنے کی تجھے اُمید ہو کبھی اُن سے منہ
پھیرے تو انہیں نرم کلام سے جواب دے ○

۲۹- وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى
عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا○

۲۹ - اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ
رکھ۔ اور بالکل اُسے کھول بھی نہ دے
کہ بیٹھا پچھتایا کرے اور لوگوں کی ملامت سہے ○ ف۲

اِنسانی حقوق کی رعایت!

ف۱

اسلام جہاں عقائد پر زور دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اللہ کی چوکھٹ پر جھک جائیں، وہ کبازہ بنیں، اور تخلق باخلاق اللہ کے زیور سے آراستہ ہوں۔ وہاں وہ حقوق انسانی کی مراعات کو بھی ذکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ عزیزداری اور قرابت کا خیال رکھو رشتہ وتعلق کی حرمت کو ملحوظ رکھو۔ مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھو مسافروں اور غریب الوطن لوگوں کی مدد کرو۔ یعنی اسلام صرف زہد و تقویٰ کا نام نہیں۔ پرہیزگاری اور عبادت سے تعبیر نہیں۔ بلکہ اسلام میں یہ بھی داخل ہے کہ تمہارے ماں باپ تم سے خوش ہوں۔ تمہارے عزیزوں سے تمہارے تعلقات بہتر ہوں۔ تمہارے دل میں مسکینوں اور غریبوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ موجزن ہو۔ تمہارا گھر مسافروں اور مہمانوں کے لئے کھلا رہے۔ اور اگر تمہیں ان لوگوں سے اختلاف کرنا پڑے، تو لڑائی اور جنگ درست نہیں۔ بلکہ دل نشین انداز میں اُن کو سمجھا دو۔ عزیزوں سے لڑائی۔ انسانی حقوق سے تغافل، والدین کی نافرمانی و ناخوشی، مسافر اور غریبوں سے بدسلوکی، یہ جائز نہیں، مسلمان وہ ہے، جو اللہ کو خوش رکھے۔ اور اُس کی مخلوق کو بھی ۔

اَلْمُبَذِّرِیْنَ۔ وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو معصیت کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی نعمتوں کو استعمال نہیں کرتے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا۔ تبذیر کسے کہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ اَلْاِنْفَاقُ فِیْ غَیْرِ حَقِّهٖ یعنے ناحق اور نامناسب طور پر دولت کو صرف کرنا ۔

یہ یاد رہے کہ تبذیر و اسراف کا اطلاق صرف گناہوں کے کاموں پر ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص معصیت کے لئے ایک پائی بھی صرف کرتا ہے تو یہ تبذیر اور اسراف میں داخل ہے۔ تحدیث نعمت یا مقدور کے موافق لباس و خوراک اسراف میں داخل نہیں۔ اگر ایک شخص نیک ہے اور صالح ہے اور مالدار بھی ہے تو وہ بے شک ٹھاٹ کے ساتھ رہے بشرطیکہ اللہ کی نعمتوں کا اظہار ہو۔ ریاکاری اور غریبوں کو مرعوب کرنا مقصود نہ ہو ۔ (بقیہ حاشیہ …)

تشبیہ ہے۔ کہ بخیل کے ہاتھ کشادہ نہیں ہوتے ۔

۳۰- اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝

۳۰- تیرا رب جس کی چاہے روزی فراخ کرے اور جس کی چاہے تنگ کرے۔ وہ اپنے بندوں کا دانا بینا ہے ۝

ع ۴

۳۱- وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝

۳۱- اور افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انہیں اور تمہیں ہم رزق دیتے ہیں ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے ۝

۳۲- وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝

۳۲- اور زنا کے نزدیک نہ جاؤ۔ کہ وہ بےحیائی اور بری راہ ہے ۝

۳۳- وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝

۳۳- اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو نہ مارو مگر حق پر۔ اور جو ظلم سے مارا گیا۔ تو اس کے وارث کو ہم نے زور دیا ہے سو اسے چاہیے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے بے شک اُسی کی مدد ہونی ہے ۝

بقیہ ف۲ حاشیہ

اس آیت میں مسلمانوں کو اعتدال کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے۔ اور اسے کہا ہے۔ کہ اپنی مالی حالت کا جائزہ لیتا رہے۔ نہ اس قدر شاہ خرچ ہو کہ جو کچھ ہاتھ لگے۔ صرف کر دیا جائے۔ اور بعد میں پشیمانی اٹھانا پڑے۔ اور نہ بخل و امساک کا اظہار ہو۔ بیچ بیچ ہے۔ افسوس مسلمان آج خرچ کے معاملہ میں بالکل محتاط نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالے نے بکمال مہربانی کو ہر بات سمجھا دی ہے۔ مسلمان محنت سے روپیہ کماتا ہے۔ اور رسم و رواج کی پابندیوں میں اُڑا دیتا ہے۔ اور وہ روپیہ جو اللہ کی نعمت ہے محض فضول باتوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ آج کسب و اکتساب کے جس قدر اسباب ہیں۔ وہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ مگر پھر بھی مسلمان مفلس ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آمد و خرچ میں تناسب نہیں۔ وہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ ؎

چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن!
کہ می گویند ملاحان سرودے
بکوہستان اگر باران نبارد!
بسالے دجلہ گردد خشک رودے!

حلِّ لغات

سُلْطٰنًا۔ یعنے انتقام کا حق۔ جس اہل کی وجہ سے ایک مجرم کا خون بہانا مباح ہو جاتا ہے۔ قتل، زنا، ارتداد۔

۳۴- وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ
هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ص
وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ
كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○

۳۴- اور مال یتیم کے نزدیک نہ جاؤ۔ مگر بہ طریق مناسب، جب تک وہ جوان ہو۔ اور عہد کو پورا کیا کرو۔ عہد کی بابت پرسش ہوگی ○

۳۵- وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ
ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○

۳۵- اور جب ناپو تو پیمانہ پورا بھرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے، اور اس کا انجام بہت عمدہ ہے ○

۳۶- وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ
كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ○

۳۶- اور جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے درپے نہ ہو، بے شک کان، اور آنکھ، اور دل، ان سب کی اس سے پرسش ہوگی ○ ف۱

۳۷- وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ
اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○

۳۷- اور زمین میں اتراتا ہوا نہ چل، نہ تو زمین پھاڑ سکتا ہے، اور نہ پہاڑوں کی بلندی پر پہنچ سکتا ہے ○

حرمتِ نفس اور دیگر اخلاقی نصائح

ف۱

ان تمام اخلاق و آداب کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی بہترین دانائی یہ ہے، کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھا جائے۔ جو شخص اللہ اور اس کے بندوں کو نہیں پہچانتا۔ وہ بے وقوف اور بے عقل ہے۔

اس سے قبل والدین کی اطاعت، توحید، عزیزوں اور قرابت داروں سے حسنِ سلوک کی تلقین کی تھی اسراف و تبذیر سے روکا تھا۔ میانہ روی اور اقتصاد پر اُبھارا تھا۔ عربوں کو قتل اولاد کے فعلِ شنیع سے یہ کہہ کر روکا تھا، کہ رزق کا ذمہ دار اللہ ہے۔ جب اس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ اس کے لئے رزق کا سامان بھی پیدا کرے گا۔ تم محض بھوک اور افلاس کی وجہ سے ان کی موت نہ چاہیو۔

زنا کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ یہ بدترین فعل ہے۔ اس سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ عزت و غیرت تباہ ہو جاتی ہے۔ قوم میں بزدلی اور کمین (بدعملی) پیدا ہو جاتی ہے اور اخلاقی لحاظ سے قوم مردہ ہو جاتی ہے۔

ان آیات میں چند اخلاقی احکام اور فرائض ہیں جو یہ ہیں:۔

(۱) حرمتِ نفس۔ یعنی یہ جائز نہیں، کہ بلا کسی وجہ کسی شخص کو زندگی کے حق سے محروم کر دیا جائے، کیونکہ اس طرح دنیا میں ابتری اور بدنظمی پھیل جاتی ہے

(۲) یتیم کی عزت۔ یتیم کے مال کو اس کے مفاد کے لئے صرف کرو۔ اور جب تک وہ جوان نہ ہو، دیانتداری کے ساتھ مال کی نگہداشت کرو۔

(۳) پیمانہ پورا تولو۔ اور پورا ناپ کرو۔

(۴) بے تحقیق بات نہ مانو۔ کیونکہ اللہ نے قلب و دماغ کو ذمہ دار اور مسئول بنایا ہے۔

(باقی برصفحہ ۶۰۳)

۳۸- كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۝

۳۸ - ان سب باتوں کی برائی تیرے رب کو ناپسند ہے۝

۳۹- ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝

۳۹ - یہ تعلیم اس حکمت سے ہے جو تیرے رب نے تجھے وحی کی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا۔ ورنہ تو ملزم راندہ ہو کر جہنم میں ڈالا جائے گا۝

۴۰- اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا۝

۴۰ - کیا تمہیں خدا نے بیٹوں کے لئے چن لیا اور آپ فرشتوں میں سے بیٹیاں لے بیٹھا ہے؟ تم بڑی بات بولتے ہو۝

ربع

۴۱- وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۝

۴۱ - اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور یہ ان میں نفرت ہی بڑھاتا ہے۝

۴۲- قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا

۴۲ - تو کہہ اگر اس کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسے

(بقیہ حاشیہ)

(۵) تکبر کا اظہار نہ کرو۔

(۶) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

یہ عام معاملات کی باتیں ہیں۔ جن پر دنیا کا نظام عمرانی قائم ہے۔ جب تک ان باتوں پر عمل نہ ہو۔ دنیا کا امن مخدوش رہتا ہے۔ اسلام چونکہ فطرتاً اجتماعی و تمدنی مذہب ہے۔ اس لئے قرآن ان سبھی حقائق کو پوری وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔

حلِ لغات

لَا تَقْفُ۔ نہ پڑ، پیچھے نہ لگ۔

مَرَحًا۔ اظہار مسرت میں غلو، اترانا، تکبر کرنا۔

مَدْحُوْرًا۔ راندہ ہوا، دحور کے معنی ہیں۔ دفع کرنا، دھتکارنا، اور دور پھینکنا۔

يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّا بْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝

وہ کہتے ہیں تو وہ سب صاحب عرش کی طرف دست منازعت کی راہ نکال لیتے ۝ ف۱

۴۳- سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝

۴۳- وہ پاک اور بالاتر ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں بالجملہ بلند ہے ۝ ف۲

۴۴- تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

۴۴- ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کوئی شے نہیں ہے جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ وہ بردبار بخشنے والا ہے ۝ ف۳

۴۵- وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

۴۵- اور جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ان کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ ڈال دیتے ہیں ۝ ف۴

۴۶- وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

۴۶- اور ان کے دلوں پر ایک ڈھکنا رکھتے ہیں کہ

ف۱

اللہ کی توحید خاص اسلامی عقیدہ ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ کبھی مظاہر فطرت کی یکسانی کو تائید میں پیش کیا۔ کبھی خود نفس انسانی کی پہنائیوں کی طرف توجہ دلائی کبھی مشرکین کے خداؤں کی تعدد کی لغویت کو واضح کیا کہ شرک عقلاً محال ہے چنانچہ اس آیت میں مشرکین کے عقیدۂ شرک پر اعتراض کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر واقعی بت خدا ہیں جنہیں تم پوجتے ہو تو پھر ہونا یہ چاہیئے کہ انہیں صاحب عرش کا قرب خاص حاصل ہو۔ جو اللہ کے نزدیک ذی مرتبت اور ذی وجاہت ہوں۔ ورنہ جنہیں یہ قرب ہی نہ ہو وہ کیونکر عطا کر سکتے ہیں! جبکہ خود وہ قرب سے محروم ہیں۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اللہ کے سوا اور خدا بھی موجود ہیں تو پھر اللہ کے ساتھ انہیں ہر بات میں تعرض کرنا چاہیئے۔ لڑائی اور فساد برپا ہونا چاہیئے۔ اور پھر اس صورت مخالفت میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جانا ضروری تھا۔

ف۲ یہ کہ [illegible] ہے قرآن حکیم اللہ کے تخیل کو نہایت اعلیٰ اور برتر شکل میں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ اللہ شائبۂ شرک سے پاک ہے۔ اس کی نزاہت و وحدانیت کا تقاضا ہے کہ نعوذ باللہ جس ہو کسی وصف میں اس کا کوئی شریک اور مددگار نہ پایا جائے۔ وہ ہر لحاظ سے جسم و مکان سے بھی بے نیاز ہو۔

اللہ کی تسبیح!

ف۳ یعنی اس کے لئے شرک کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد و ستائش کر رہا ہے۔ اور عمل و قول سے اطاعت شعاری کا اظہار کر رہا ہے۔ ہر چیز تسبیح کناں ہے اگرچہ ناشکرا اور نافرمان انسان اشیاء کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ سب چیزیں اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر شے کے لئے قدرت کی تولید اور بقا و فنا اور فطرت کی جانب سے ایک قاعدہ مقرر ہے۔ ہر چیز مقررہ نظام کے ماتحت برقرار اور قائم ہے۔ یہ اطاعت شعاری اور فطرت کے قوانین کی پابندی بے جان چیزوں کی تسبیح ہے۔

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا
ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا
عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ○
۴۷ - نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ
يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى
اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○
۴۸ - اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ○
۴۹ - وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ
رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا
جَدِيْدًا ○
۵۰ - قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ○

قرآن کو نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں میں گرانی ڈال دی
ہیں اور جب تُو قرآن میں اپنے رب کا وحدانیت کے ساتھ
ذکر کرتا ہے تو نفرت کر کے اپنی پیٹھ پھیر کر الٹے بھاگتے ہیں ○
۴۷ - ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس نیت سے قرآن سنتے ہیں
یعنی جس نیت سے کہ جب تیری طرف کان لگاتے اور جب آپس
میں مصلحت کرتے ہیں۔ جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک
جادو کے مارے ہوئے کے پیرو ہو ○ ف ۱
۴۸ - دیکھ تجھ پر کیسی مثالیں بٹھاتے ہیں اور
گمراہ ہوتے ہیں سو راہ نہیں پا سکتے ○
۴۹ - اور کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں، اور چورا
ہو گئے۔ تو کیا ہم نئی پیدائش میں اٹھیں
گے؟ ○
۵۰ - تُو کہہ، تم پتھر ہو جاؤ۔ یا لوہا بن جاؤ ○

(بقیہ حاشیہ)

ف

غرض یہ ہے، کہ کفار اپنی فطری صلاحیتوں کو ضائع کر چکے ہیں۔ کہ ان میں قبول کا مادہ نہیں رہا۔ جب یہ قرآن سنتے ہیں، تو تعصب و جہالت کی دیواریں ان کے آگے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے استفادہ سے محروم رہتے ہیں۔

حضورؐ سحر زدہ نہیں تھے!

ف ۱

حضورؐ کو سحر زدہ کوتاہ نظری کی وجہ سے کہتے تھے جب دیکھتے کہ نبوت کے اسرار ان کی سمجھ سے بالا ہیں اور اسلام کے عجیب و غریب نظام کو سمجھنے کی صلاحیت ان میں موجود نہیں۔ تو حیرت و استعجاب میں ڈوبے ہوئے اس کی حقیقت کو جادو ٹونے کی جانب منسوب کر دیتے۔ اصل یہ ہے کہ نبوت

انسانی دماغ کی دانائی و عقل کا نام ہے، نبی فہم و فراست کے لحاظ سے انسانیت کا آخری نقطہ ہوتا ہے اس کے اعمال و افعال میں نظم و ترتیب قائم رکھنے کیلئے بے پناہ بصیرت کی حاجت ہے۔ جو لوگ اس بصیرت و آگاہی کو محروم ہوتے ہیں۔ وہ سہل اندیشی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں۔ ان کے اعمال میں ترتیب اور غرض و مقصد کی یکجہتی نہیں۔ اس لئے یہ دیوانہ یا سحر زدہ ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ نہایت بلند نگاہ انسان ہوتا ہے۔ جس طرح ایک گنوار شائستہ اور مہذب شہری کے اعمال و افعال سمجھنے سے قاصر ہے۔ اور وہ مجبور ہے، کہ اس کی بعض حرکات کو محض جنون سے تعبیر کرے۔ اسی طرح یہ گنوار بھی مجبور تھے۔ کہ حضورؐ کے اعمال کو جنون و سحر کہیں۔

حل لغات

وَقْرًا۔ بوجھ، ثقل۔ رُفَاتًا۔ ما تکسر و تفرق من الشیئ۔ ہڈیاں کہ ٹوٹ کر اور ریزہ ریزہ ہو کر جس طرح چورا ہو جاتا ہے۔

۵۱- اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ ۚ
فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ۖ قُلِ الَّذِیْ
فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ
اِلَیْکَ رُءُوْسَھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی
ھُوَ ۖ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ○
۵۲- یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ
وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ○
۵۳- وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ
اَحْسَنُ ۚ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ
بَیْنَھُمْ ۚ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ
عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○
۵۴- رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ ۖ اِنْ یَّشَاْ
یَرْحَمْکُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْکُمْ ۚ

۵۱- یا کوئی اور مخلوق جو تمہیں بڑی معلوم ہو۔
پھر وہ کہیں گے کہ ہمیں کون پھر اُٹھائے گا۔ تو کہہ
جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر تیری طرف
اپنے سر ہلائیں گے۔ اور ٹھٹھے سے کہیں گے
قیامت کب ہوگی؟ تو کہہ شاید وہ ف۱ نزدیک ہی ہو ○
۵۲- جس دن وہ تمہیں پکارے گا۔ پھر تم اس کی تعریف کرتے
ہوئے جواب دوگے اور گمان کروگے کہ ہم تھوڑی دیر رہے ○
۵۳- اور میرے بندوں سے کہہ کہ وہی بات کہیں
جو بہتر ہے۔ شیطان اُن میں آپس میں لڑائی
کراتا ہے۔ بے شک شیطان آدمی کا صریح
دشمن ہے ○
۵۴- تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے
تم پر رحم کرے۔ یا چاہے تمہیں عذاب دے

ف۱

مکہ والوں کو ایک شبہ آپ کی تعلیمات کے متعلق یہ تھا کہ اس میں حشر و نشر کے اثبات کا ذکر ہے، وہ کہتے تھے، یہ کیونکر ممکن ہے، کہ مرا ہوا انسان جی اٹھے۔ اور مردہ ہڈیوں میں حرکت وعمل پیدا ہوجائے۔ ان کے خیال میں یہ زندگی۔ جب ختم ہو جائے۔ تو پھر اس کا اعادہ نہیں ہو سکتا۔ اور ہم ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سو جاتے ہیں قیامت اور حشر اجساد کا عقیدہ ان کے لئے نہایت حیرت انگیز تھا۔

قرآن حکیم فرماتا ہے۔ تمہیں اس میں کیا اعتراض ہے۔ کیا اللہ نے تم کو عدم سے لاکر وجود کی دنیا میں آباد نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے تمہیں بغیر کسی ذریعہ کے پیدا نہیں کیا؟ جب اسی نے اس سے پہلے تمہیں پیدا کیا تھا۔ تو وہ تمہیں پھر بھی زندگی بخش سکتا ہے۔ جب حقائق واسباب کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ تو اس کے اختیار میں یہ بھی ہے کہ ان کو بدل بھی دے۔ وہ پتھر اور لوہے کو انسانوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔ اس لئے قرآن کہتا ہے، اگر تم جو کچھ بھی ہو جاؤ۔ تم میں لوہے اور پتھر کی سی سختی اور صلابت بھی پیدا ہو جائے تب بھی وہ تمہیں زندہ انسانی صورت میں تبدیل کر دے گا۔ یہ سب کچھ اس کے اختیار میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِکَاتِبِہٖ
وَلِمَنْ سَعٰی فِیْہِ۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ○

۵۵- وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ
النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ
زَبُوْرًا ○

۵۶- قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيْلًا ○

۵۷- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ
اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ
وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ
عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
مَحْذُوْرًا ○

اور ہم نے تجھے (اے محمدؐ) ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

۵۵- جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اُن کو تیرا رب
خوب جانتا ہے۔ اور بعض نبیوں کو ہم نے
بعض پر بزرگی دی۔ اور داؤدؑ کو ہم نے
زبور دی ○ ف۱

۵۶- تُو کہہ۔ اللہ کے سوا جن کو تم (معبود) سمجھتے ہو
اُن کو پکارو، سو نہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے
پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ بدلنے پر ○

۵۷- وہ جنہیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی
طرف وسیلہ کی تلاش میں ہیں کہ کون اُن میں
اُس کا زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار
اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تیرے
رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ○ ف۲

فرقِ مراتب

ف۱

اسلامی عقیدہ یہ ہے، کہ تمام انبیاء یکساں طور پر قابلِ احترام ہیں۔ سب کی عزت کرنا چاہیے اور سب کو اللہ کی جانب سے عہدۂ نبوت پر فائز سمجھنا چاہیے۔ البتہ مرتبے اور درجے کے لحاظ سے فرقِ مراتب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو خلّت کا خلعت عطا کیا گیا، جناب موسیٰؑ کو شرفِ مکالمہ بخشا گیا، حضرت مسیحؑ رفعت سے نوازے گئے۔ سلیمانؑ کو بادشاہت اور حضرت داؤدؑ کو زبور دی گئی۔ غرضیکہ سب انبیاء اپنے اندر کچھ نہ کچھ خصوصیات رکھتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

ف۲

کچھ والے فرشتوں کی عبادت کرتے تھے، عیسائی مسیح و عزیر علیہ السلام کو پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت میں یہ بتایا ہے، کہ تم جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو، وہ تو خود محتاج ہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی بڑی کوشش یہی رہتی ہے، کہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے جب ان کی یہ حالت ہے، تو کیونکر وہ تمہارے شرک پر خوش ہو سکیں گے؟

حلِ لُغات

تَحْوِيْلًا - تبدیلی، پھیرنا، ہٹانا۔

۵۸ - وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ
مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ
مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ
ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝
۵۹ - وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ
اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ
اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً
فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ
اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝
۶۰ - وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ
بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ
اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ
الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ؕ

۵۸ - اور کوئی (نافرمان) بستی نہیں جسے ہم قیامت
کے دن سے پہلے ہلاک نہ کریں۔ یا سخت
عذاب میں نہ ڈالیں۔ یہ کتاب میں (اللہ
کی) لکھا ہوا ہے ۝
۵۹ - اور ہم نے معجزے بھیجنا اس لئے موقوف کردیئے
ہیں کہ اگلے لوگوں نے انہیں جھٹلایا تھا اور
ہم نے ثمود کو بطور دلیل (یعنی معجزہ) اونٹنی بھی دی تھی
پھر اس پر انہوں نے ظلم کیا۔ اور معجزے ہم
ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں ۝ ف۱
۶۰ - اور جب ہم نے تجھ سے کہا کہ تیرے رب نے
لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور وہ دکھلاوا جو ہم نے
تجھے دکھلایا تھا اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت
ہوئی ہے ہم نے لوگوں کیلئے فتنہ ٹھہرایا اور ہم انہیں ڈراتے

ف۱

مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ ہمارے طلبیے
کیوں پورے نہیں ہوتے؟ کیوں مکے کے پہاڑ درمیان
سے نہیں ہٹ جاتے؟ اور کیوں نہریں نہیں بہتیں
جیسی ہم جو کچھ چاہتے ہیں۔ اس کو کیوں پورا نہیں کیا
جاتا؟ قرآن کہتا ہے۔ تمہیں معجزہ طلبی کی عادت
ہوگئی ہے۔ تم عجائب پرستی کے مرض میں مبتلا ہو۔
تم سے پہلے تمام معجزات دکھائے جاچکے ہیں۔ مگر
انکار کرنے والوں نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ اور ایماندار
لوگوں نے ایمان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اس لئے آج
اگر تمہارے مطالبوں کو پورا بھی کر دیا گیا۔ جب بھی تم
انکار ہی کرو گے۔ تم سے ایمان کی توقع نہیں۔ آیات
و معجزات کا مقصد تو یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں خوف
پیدا ہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔ اور جب خوف و اتقاء کی
نعمتوں سے تم تہی دامن رہتے ہو۔ تو اب معجزات کے
دکھانے سے کیا فائدہ؟

ثمود کی قوم کو دیکھو۔ انہوں نے ہلاکت کے لئے
معجزہ طلب کیا۔ انہیں اونٹنی کا معجزہ دیا گیا۔ ان
سے کہا گیا۔ اس اونٹنی کا وجود بطور نشانی کے
ہے۔ اس کی بے حرمتی نہ کرنا۔ ورنہ مٹ جاؤ گے
انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ نتیجہ یہ
ہوا۔ کہ اللہ کا عذاب آگیا۔ کیا تم بھی یہی چاہتے ہو
کہ تم ثمود کی طرح مٹ جاؤ۔

حلِّ لغات

بالاٰیٰت۔ خوارق، معجزات۔
الرؤیا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ مشاہدہ عینی کو
رؤیت سے تعبیر کیا ہے۔
والشجرۃ الملعونۃ۔ تھوہر کی سی ہر جگہ جو مرغوب ہو
عرب اسے زقوم اور ملعون کہتے تھے۔ اس لئے یہاں

فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا۠ ۝

۶۱- وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ
لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًاۚ ۝

۶۲- قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ
عَلَیَّ٘ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ
الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا
قَلِیْلًا ۝

۶۳- قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً
مَّوْفُوْرًا ۝

۶۴- وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ
بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ

ہیں مگر یہ ڈرانا اُن کی سرکشی کو اور بھی بڑھاتا ہے ○

۶۱ - اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کیا میں ایسے کو سجدہ کروں جسے تُو نے مٹی سے بنایا؟ ○ ف۲

۶۲ - پھر بولا دیکھ تو اس کو جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تُو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیگا تو میں سوائے تھوڑے لوگوں کے اس کی اولاد کی جڑ کاٹ ڈالوں گا ○ ف۳

۶۳ - فرمایا، چلا جا۔ اُن میں سے جو تیرے تابع ہوگا۔ تو تم سب کی سزا دوزخ ہوگی، پُورا بدلہ ○

۶۴ - جسے تُو اپنی آواز سے اُن میں سے بہکا سکے، بہکا۔ اور اپنے سوار اور پیادے

مدارک رُوحانیہ کا ارتقاء

ف۱ اس آیت میں بتایا ہے کہ معراج جسمانی کا معجزہ قابل انکار نہ تھا۔ مگر تم نے انکار کیا۔ حالانکہ اس میں کیا استبعاد ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ آپ لوگ اس حیرت انگیز ارتقاء سے عبرت حاصل کرتے۔ اور حضورؐ کے مدارک رُوحانیہ کی برتری کے قائل ہوتے۔ نہ یہ کہ انکار کرتے ہو۔

اسی طرح قرآن میں شجرِ زقوم کا ذکر کیا گیا۔ اور تمہیں اعتراض سُوجھا۔ کہ آگ میں کیونکر اشجار پیدا ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ تم وہاں کی آگ کی نوعیت سے واقف نہیں۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کے سب کچھ اختیار میں ہے۔

جب ان باتوں نے تم میں سوائے انکار کے اور کوئی جذبہ پیدا نہیں کیا، تو مزید معجزات سے کیا حاصل۔

ف۲ آدمؑ اور فرشتوں کے قصہ کو قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو اپنی قدر و منزلت سے آگاہی ہو۔ اور وہ اپنے زیرِ فضیلت سے آشنا ہو۔ اس میں جذبۂ خودداری پیدا ہو۔ اور وہ سوائے اللہ کے اور کسی کی چوکھٹ پر نہ جھکے۔ انہیں معلوم ہو کہ فرشتے تک ہمارے احترام میں جھک جاتے ہیں۔ یہ قصہ بائبل میں مذکور نہیں ہے۔ یہ صحف کے عجائب مختصر میں سے ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش کے حقائق بیان فرماتے ہیں۔

ف۳ شیطان کو مہلت دی گئی، کہ وہ ایک وقت مقررہ تک زندہ رہے۔ مگر اس کی زندگی کے یہ معنی نہیں ہیں، کہ وہ لامحالہ سب کو گمراہ کر دے گا۔ بلکہ صاف صاف کہہ دیا گیا۔ کہ تم اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لے آؤ۔ تم انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر دیکھو۔ جو تمہارے اختیار میں ہے۔ اُن سے جھوٹے وعدے کرو۔ خواہشات نفس پر قبضہ کرو۔ ولی کی گہرائیوں میں سما جانے کی کوشش کرو۔ اپنے گھوڑے اور لشکر کے ساتھ متاعِ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرو۔ مگر یاد رکھو میرے مخلص بندے تیری دسترس سے باہر ہیں۔ اُن پر تیرا قبضہ نہیں ہو سکتا۔

بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي
الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○
۶۵- اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ ۚ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ○
۶۶- رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ
فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ
كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○
۶۷- وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ
ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ ۚ
فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ
وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○
۶۸- اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ

اُن پر چڑھا لا۔ اور مال اور اولاد میں اُن کا
شریک ہو، اور اُنہیں وعدہ دے۔ اور شیطان
اُنہیں سوائے فریب کے اور کچھ وعدہ نہیں دیتا ○
۶۵- جو میرے بندے ہیں اُن پر تیرا غلبہ نہ ہوگا
اور تیرا ربّ کارساز کافی ہے ○
۶۶- تمہارا ربّ وُہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں
کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل (روزگار)
تلاش کرو۔ وہ تم پر مہربان ہے ○
۶۷- اور جب دریا میں تم پر سختی آتی ہے تو خدا کے
سوا اُن سب کو جنہیں تم پکارا کرتے تھے بھول
جاتے ہو، پھر جب وہ تمہیں خشکی پر بچا لاتا ہے تو تم
مُنہ موڑتے ہو، اور انسان ناشکرا ہے ○ ف۱
۶۸- کیا تم اس سے نڈر ہو کہ وہ تمہیں جنگل کے کنارے

فطرتِ انسانی کا اقرار!

ف۱

انسانی فطرت ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت اس کی تمام قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کے مخفی نقوش جو جذبات و ہوس کے تسلّط کی وجہ سے دب جاتے ہیں، اُبھر آتے ہیں۔ جب کہ مصیبت کے بادل حلقہ قلب پر اضطراب و انتشار بن کر چھا جاتے ہیں، تو توحید الٰہی کے نقوش کو کھلنے کا موقع ملتا ہے۔ اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور دل کی گہرائیوں میں نہیں چمکنے لگتا ہے۔ اس آیت میں اسی کیفیت و حال کی جانب قرآن حکیم نے انسان کو متوجہ کیا ہے۔ اور فرمایا ہے جب تم تکلیفوں اور مصیبتوں میں اللہ کو یاد کرتے ہو اور اس کے نام کے ساتھ تسلّی و تسکین حاصل کرتے ہو تو عافیت و امن کی حالت میں کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہو؟ کیا وہ خدا جس نے تمہیں مشکلات سے نجات دی ہے۔ پھر تمہیں مشکلات میں نہیں پھنسا سکتا؟ تم عذاب الٰہی سے بچے تنہیں محفوظ خیال کرتے ہو؟ جس نے جنگل کی تاریکیوں میں تمہاری راہنمائی کی۔ متلاطم سمندر سے تمہاری کشتی کو پار لگایا اور اگر وہ زمین میں تمہیں دھنسا دے۔ تو یہ اس کی قدرت میں ہے۔ اسی طرح وہ تمہیں سمندر میں غرق بھی کر سکتا ہے۔ یہ سب اُس کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ جب انسان بے چارگی اور بے بسی کے عالم سے، تو پھر جونہی عافیت سے گزر جائے اسے اللہ کی بخشش اور نوازش سمجھنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں مہلت دی۔ اور ہمارے گناہوں کی ہمیں فی الفور سزا نہیں دی۔

جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝
۶۹ - اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ
تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا
كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۝
۷۰ - وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى
كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝
۷۱ - يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ
فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسا دے
پھر اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ ؟ ۝
۶۹ - یا اس سے نڈر ہو کر پھر تمہیں دوسری بار
دریا میں لائے ۔ اور تم پر آندھی کا جھونکا
بھیجے ۔ اور تمہارے کفر کے سبب تمہیں غرق
کرے پھر تم اپنے لئے ہم پر کوئی اس کا
دعویٰ دار نہ پاؤ ! ۝
۷۰ - اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں
خشکی اور دریا میں سواری بخشی ۔ اور پاکیزہ
رزق دیا ۔ اور اپنی خلقت میں سے بہتوں پر
انہیں افضل ٹھہرایا ۝ ف ۱
۷۱ - جس دن ہم سب آدمیوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے
پھر جس کی کتاب اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی

ف ۱

اسلام سے قبل انسان کو فی نفسہٖ گناہگار اور مجرم قرار دیا جاتا تھا ۔ انسان کے لئے ضروری تھا کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا احترام کرے ۔ وہ پہاڑوں کے سامنے جھکے ۔ دریاؤں کو پوجے بتوں کو سجدہ کرے ۔ آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو معبود سمجھے سانپ اور بچھوؤں کو دیوتا قرار دے ۔ صندل کی معمولی لکڑی اس کی جبین ناز کا قشقہ بنے ۔ ہر آن ان معبودوں سے خائف رہے ۔ دنیا کی ہر چیز کو قابل عبادت سمجھے ۔

قرآن نے انسان کے مرتبہ کو بلند قرار دیا ۔ جنت اس کا مسکن ٹھہرایا ۔ اور فرشتے اس کی تعظیم کے لئے جھکے ۔ احسن تقویم اور تکریم کا خلعت عطا ہوا ۔ اور طے پایا کہ انسانی مخلوق کائنات کی ہر شئے سے افضل ہے ۔ بحر و بر کی حکومتیں اس کے سپرد ہیں ۔ چاند اور ستارے اس کے مسخر ہیں ۔ سورج اس کا خادم ہے ۔ اللہ نے اسے عزت دی ہے ۔ اسے مکرم و محترم بنایا ہے ۔ ۔

ابر باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

حَلِّ لُغَات

حَاصِبًا ۔ اگر حَصْبٌ سے مشتق ہو ۔ تو اس کے معنی شدت سے پھینکنے کے ہوں گے ، اور اگر حَصْبَاءُ سے نکلا ہو ، تو معنی ہوں گے سنگریزے برسانے والی آندھی یا اولے برسانے والے ابر ہوں گے کیونکہ حَصْبَاءُ کے معنے پتھر اور کنکر کے ہیں ۔

قَاصِفًا ۔ قَصْفٌ کے معنی توڑنا ، وہ تیز ہوا جو درختوں کو اکھاڑ دے ، اور سخت آواز ۔

تَبِيْعًا ۔ تعاقب کرنے والا ۔

بِاِمَامِهِمْ ۔ امام کے معنے عربی میں قابل اقتداء کے ہیں یہاں مفسرین نے پانچ معانی بیان فرمائے ہیں :-

(۱) نبی مراد ہیں ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے ۔
(۲) کتاب اعمال مراد ہے ۔ حسن بصری اور ابو العالیہ کا یہی مذہب ہے
(۳) مذہبی کتب مثلاً قرآن و توریت وغیرہ مقصود ہے ۔ (۴) ماؤں کی نسبت ہے ۔ یعنی ہر شخص کو اس کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا ۔ اہل زبان اس تاویل

فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○	وہ اپنی کتاب پڑھیں گے۔ اور اُن پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا ○
۷۲۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ○	۷۲۔ اور جو اس دُنیا میں اندھا رہا۔ وہ آخرت میں اندھا ہے اور راہ سے بہت دُور ہے ○
۷۳۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ○	۷۳۔ اور وہ تو تجھے ہماری وحی سے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے بچلانے ہی لگے تھے تاکہ تُو اس کے سوا کچھ ہم پر افترا کرے اور اس وقت وہ تجھے دوست بناتے ○
۷۴۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ○	۷۴۔ اور اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو تُو ان کی طرف تھوڑا سا جھک ہی جاتا ○ ف۱
۷۵۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ○	۷۵۔ اور اگر ایسا کرتا تو ہم تجھے زندگی میں اور موت کے بعد دُونا مزہ چکھاتے۔ اور تُو اپنے لئے ہم پر کوئی مددگار نہ پاتا ○
۷۶۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ	۷۶۔ اور وُہ لوگ تو تجھے زمین (مکہ) سے دل برداشتہ

پیغمبرانہ ذمہ داریاں

ف۱ آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ آیت مکی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی۔ اس اختلاف کی بنا پر واقعات بھی مختلف ہیں۔ یہاں ثقیف والوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کچھ رعایتوں اور خصوصیتوں کے طالب تھے۔ جو اسلامی مساوات کے منافی تھیں۔ اور مکہ میں حجر اسود کا قصہ بھی کہتے والے حضور کو مجبور کرتے تھے کہ جس طرح آپ اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ ہمارے بتوں کا بھی احترام کریں۔ کچھ بھی معاملہ ہے۔ اس آیت کا مفہوم بہرحال واضح ہے۔ مخالفین چاہتے تھے کہ حضور کو کچھ ایسی باتیں کہہ کر بہکا دیا جائے۔ اور اسلام کی راہ اعتدال سے منحرف کر دیا جائے۔ منصوبے تیار کیا کرتے تھے۔ مگر اس باب میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر صرف انسان ہوں تو تمہارے حربے شاید کارگر ہو سکیں۔ مگر وہ پیغمبر بھی ہوتا ہے یعنی نفس بشری کے ساتھ وہ نفس نبوی بھی رکھتا ہے۔ اس لئے اس کو اور عقل کا نا صحت وشعور ہے۔ انبیاء کو وہ اس قسم کا ثبات و استقلال دیا جاتا ہے۔ ان کا قلب جبرائیل کا مہبط ہوتا ہے۔ ان کا دماغ مطلع انوار ہوتا ہے۔

آیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں، کہ حضور واقعی شرک کی جانب مائل ہو گئے تھے۔ یا کفار کی حامی بھری تھی۔ اور اللہ نے انہیں ان کے چنگل سے نکالا۔ کیونکہ یہ معنی منصب نبوت کے منافی ہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ مخالفین اسلام کی کوششیں یہی رہتی تھیں کہ وہ اپنے مفاسد شرور کی تکمیل کریں۔ اور حضور کو جادۂ مستقیم سے منحرف کر دیں۔ اور بات یہ ہے کہ وہ حضور کو کامیاب بھی ہو جاتے۔ جس حد تک ان کی مساعی کا تعلق ہے۔ مگر آپ پیغمبر ہوتے اور آپ کو اللہ کی جانب سے تثبیت کی نعمت دی جاتی۔

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ سے غرض یہ بتانا ہے کہ نبی کی پیغمبرانہ ذمہ داریاں کس حد تک اہم ہوتی ہیں۔ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عام اخلاقی سطح سے بہرحال بلند ہو۔

حل لغات

كَادُوْا کاد۔ قریب واقع کے ہونے کے۔ وقوع ضروری نہیں۔

الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا
لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝
٧٧- سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ
رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝
٧٨- اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ
اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ
اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝
٧٩- وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً
لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝
٨٠- وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ
اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا

کرنے ہی لگے تھے تاکہ تجھے زمین سے نکالیں اور
اس صورت میں وہ بھی تیرے بعد تھوڑے ہی دنوں میں رہ گے ۝
٧٧- یہ دستور پڑ گیا ہے ف۱ ہمارے ان رسولوں کا جنہیں ہم نے
تجھ سے پہلے بھیجا تھا اور تو ہمارے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا ۝ ع ٨
٧٨- سورج ڈھلنے کے وقت سے رات کے اندھیرے
تک نماز پڑھا کر۔ اور قرآن فجر کو (پڑھا کر)۔
بے شک فجر کا قرآن مشہود ہے ف۲
٧٩- اور کچھ رات قرآن کے ساتھ جاگتا رہ یہ تیرے
لئے زائد حکم ہے۔ شاید تیرا رب تجھے تعریف
کے مقام میں کھڑا کرے ۝
٨٠- اور کہہ اے رب مجھے (مدینہ میں) پسندیدہ طور سے
داخل کر، اور پسندیدہ طور سے (مکے سے) نکال لے
اپنی طرف سے مجھے ایک حکومت کی مدد

ف۱

مشرکین کی دھمکیوں اور ریشہ دوانیوں کا ذکر ہے کہ یہ لوگ آپ کے وطن سے خارج کرنے کے لئے کس قدر کوشاں ہیں۔ اور کس کس طرح سے آپ کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ آپ اپنا وطن مالوف ترک کر دیں۔ مگر ان کو معلوم نہیں کہ انبیاء کی ایذا دہی کے بعد اللہ کا عذاب آتا ہے۔ اور مخالفین کی قوتوں کو نابود کر دیا جاتا ہے۔ یہ سنت الٰہی ہے جس میں خلاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال بدر میں ان مکے کے کافروں سے قدرت نے پوری طرح انتقام لے لیا۔ جو حضور کو مکے سے نکال دینے کا موجب بنے تھے۔

ف۲

مجوسی سورج کی عبادت کرتے اور عموماً اس وقت کرتے جس وقت سورج کامل عروج پا چکا ہو۔ قرآن نے نماز کے اوقات ایسے رکھے ہیں۔ جب کہ سورج زوال پذیر ہو جائے۔

دُلُوْک وہ وقت ہے۔ جب سورج افق سے ڈھل جائے اور یہ تین دفعہ ہوتا ہے۔ ظہر کے وقت جب سورج پہلی دفعہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ عصر کے وقت جب دوسری دفعہ دور مغرب میں افق کی طرف سے سورج ڈھلتا ہے۔ اور تیسری دفعہ جب افق مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔

لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے غرض یہ ہوگی کہ ظہر و عصر دُلُوْكِ الشَّمْسِ۔ غَسَقِ الَّيْلِ رات کی نماز ہے۔ یعنی عشاء اور قُرْاٰنَ الْفَجْرِ صبح کی۔ اس طرح پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

حلّ لغات

نَافِلَةً لَّكَ۔ یعنے زیادت و برکت۔

نَصِیْرًا ○

٨١ - وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○
٨٢ - وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ
وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○
٨٣ - وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
كَانَ يَـُٔوْسًا ○
٨٤ - قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ
فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○
٨٥ - وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ
مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ

دے ○
٨١ - اور کہہ ، حق آیا - اور باطل نکل بھاگا
بے شک باطل نکل بھاگنے والا ہے ○
٨٢ - اور قرآن میں سے ہم وہ باتیں نازل کرتے ہیں
جو مومنین کے لیے صحت اور رحمت ہیں مگر ظالموں
کا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے ○ ف۱
٨٣ - اور جب ہم انسان پر فضل کرتے ہیں تو وہ ٹلا جاتا
ہے - اور اپنی کروٹ (شکر سے) موڑ لیتا ہے اور جب
اُسے بُرائی چھوئے تو ناامید ہوتا ہے ○
٨٤ - تُو کہہ ہر کوئی اپنے طور طریقے پر کام کرتا ہے سو
تیرا رب اُسے خوب جانتا ہے جو خوب راہ یافتہ ہے ○ ف۲
٨٥ - اور رُوح کی بابت تجھ سے پوچھتے ہیں تُو کہہ رُوح
میرے رب کے حکم سے ہے ، اور تمہیں تھوڑا علم

حق آگیا

ف۱ قرآن مجید حق و صداقت ہے - اس لئے ضروری ہے کہ باطل اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے - تمام دُنیا نے کفر کو پکار کر کہہ دیا - کہ اب تمہاری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے - حق ظہور پذیر ہو چکا ہے - آفتاب نکل آیا ہے - اب کفر کی تاریکیوں کے لیے گنجائش نہیں - دُنیا میں اب صرف صداقت اور سچائی کی حکومت ہوگی - اور اسلام کا آفتاب جلوہ افگن ہوگا - کیونکہ اس لئے کہ قرآن ہی وہ کتاب ہے - جو فطرت کے اسرار و رموز کے چہرہ پر سے نقاب اُٹھاتی ہے - جو حق کی ترجمان ہے - جس سے دل کی تمام بیماریاں دُور ہوتی ہیں اور رحمت مجسم اور شفاء کامل ہے ۔

جو بات ، اعتراضات اور شکوک ، جو دلوں میں چھپا ہوتے ہیں - اور الحاد و کفر کا موجب بنتے ہیں - قرآن حکیم میں ان کا بہترین حل موجود ہے - کیونکہ وہ خدا کی کتاب ہے - جو سینوں کے اسرار سے آگاہ ہے - دماغ کے خطرات سے واقف ہے اور جس کے سامنے نفس کی مستور خواہشیں بھی واشگاف ہیں ۔ مگر ظالم اور حق ناشناس طبیعتیں اس کی برکات سے محروم رہتی ہیں - اور سوائے خسارہ اور گھاٹے کے ان کے حصہ میں اور کچھ نہیں آتا ۔

ف۲ فطرت انسانی کی کمزوریوں کی طرف اشارہ ہے کہ نازو نعمت کے وقت محسن حقیقی کو بھول جاتا ہے اور تکلیف کے وقت مایوس ہو جاتا ہے - حالانکہ مسرتوں اور خوشیوں میں اللہ کو یاد رکھنا چاہیئے تھا - اور مصیبت میں تو خشوع کے ساتھ اس کے سامنے زیادہ جھکنا چاہیئے تھا - یہ اکثریت کا مرقع ہے - اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں - جو دونوں حالتوں میں شاکر رہتے ہیں - دُنیاوی آسائشیں ان کے لئے وجہ ابتلاء ہوتی ہیں - اور مصیبتیں باعث افزائش ۔

حل لغات

زَهَقَ - زَهُوْقًا کے معنے دُور اور ہلاک ہونے کے ہیں ۔

الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

دیا گیا ہے ۝ ف۱

۸۶- وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۝

۸۶- اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے تیری طرف نازل کی ہے اسے لے جائیں پھر تو اپنے لئے ہم پر کوئی وکیل نہ پائے کہ لا دے ۝

۸۷- اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝

۸۷- مگر تیرے رب کی مہربانی سے۔ کیونکہ تجھ پر اس کا بڑا فضل ہے ۝

۸۸- قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝

۸۸- تو کہہ اگر سب آدمی اور جن ایسا قرآن لانے پر جمع ہو جائیں۔ تو اس کی مانند ہرگز نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں ۝

۸۹- وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

۸۹- اور ہم نے آدمیوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک مثال کو طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری ہی کی ۝

ف۱

یہاں کس رُوح کے متعلق پوچھا جا رہا ہے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ قرآن نے رُوح کو متعدد معانی میں استعمال کیا ہے۔ رُوح جبرئیل کو بھی کہتے ہیں اور قرآن کو بھی۔ اسی طرح رُوح سے مراد رُوح حیوانی بھی ہے۔ جس پر زندگی کا دارو مدار ہے۔ مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ یہاں رُوح سے متعارف رُوح مراد ہے۔

قرآن حکیم کہتا ہے۔ اس قسم کے سوالات کا تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ پیغمبر کے فرائض میں یہ چیز داخل نہیں ہے کہ وہ تمہیں رُوح کی حقیقت سمجھائے وُہ اس لئے آیا ہے، تاکہ رُوح کو جو کچھ بھی وُہ ہے کمال اور نمو بخشے۔ اسے تزکیہ و تطہیر سے اس قابل بنائے کہ وُہ فضائے قُدس میں پرواز کر سکے۔ تمہارا علم محدود ہے۔ تم اس کی گہرائیوں کو نہیں پا سکتے اس کے لئے یہ ناممکن ہے، کہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکو۔ آج بھی جبکہ ہمارا علم ترقی کر چکا ہے۔ ہم رُوح کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔ اور آئندہ بھی ہم بہت زیادہ نہیں جان سکیں گے۔ کیونکہ ہمارا علم صرف محسوسات تک محدود ہے۔ اور وہ بھی ناقص طریق پر۔ ہمارے لئے کسی چیز کی پوری حقیقت سے آگاہ ہونا ناممکن ہے۔

حلِّ لُغات

ظَهِیْرًا - پشت پناہ ۔

٩٠ - وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ
٩١ - اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ
٩٢ - اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا
كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ
قَبِيْلًا ۙ
٩٣ - اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ
اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ
لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا
نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ
اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۠
٩٤ - وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ

٩٠ - اور کہا کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک
کہ تو زمین سے ہمارے لئے ایک چشمہ جاری کرے ○
٩١ - یا تیرے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو
پھر تو اس کے درمیان نہریں جاری کرے ○
٩٢ - یا جیسے تو کہا کرتا ہے آسمان کو ہم پر ٹکڑے
ٹکڑے گرا دے۔ یا تو فرشتوں کو اور اللہ کو
سامنے لے آئے ○ ف
٩٣ - یا کوئی سونے کا گھر تیرے پاس ہو جائے
یا تو آسمان پر ہمارے سامنے چڑھ جائے اور ہم تیرے
چڑھنے پر پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو
ہم پر ایک کتاب اتارے کہ ہم اسے پڑھ لیں تو کہہ میرا رب
پاک ہے۔ میں تو ایک بھیجا ہوا آدمی ہوں ○
٩٤ - اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس

پیغمبروں کا دائرہ اختیار

ف قرآن بے مثل اور بے نظیر معجزۂ آسمانی ہے۔ انسانی ذہنیت بد طاقت میں اس کا جواب ممکن نہیں۔ اس میں ہر نوع کے لوگوں کے خیالات محفوظ رکھے ہیں۔ ایک عامی انسان سے لے کر فیلسوف و دانا تک کے لئے اس میں ہدایت ہے۔ ہر دماغ کے لوگ اس کی نعمتوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور ہر قسم کی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر بدبخت مکے والے، جن کی ذہنیت مسخ ہو چکی ہے۔ کم کھنیوں میں مبتلا ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس نسخۂ کیمیا سے فائدہ حاصل کریں۔ بلا ضرورت معجزات طلب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ جناب ہم تو جب مانیں گے جب یہاں مکے کی سنگلاخ زمین میں پانی کے چشمے پھوٹ نکلیں یا یہاں انگور اور کھجوروں کے باغات ہوں۔ یا آپ اتنے امیر اور متمول ہوں کہ آپ کا مکان سونے کا ہو۔ یا آسمان پر آپ ہماری آنکھوں کے سامنے چڑھیں۔ اور کتاب لے آئیں۔ اور یا پھر عذاب ہی آجائے اور آسمان ہم پر ٹوٹ پڑے۔ جیسا کہ تو آپ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے۔ تم لوگ منصب نبوت کو نہیں سمجھے۔ بھلا ان خوارق کا آپ سے کیا تعلق، وہ آپ تو رسول ہیں اور انسان ہیں۔ اور پابند ہیں۔ کہ احکام الٰہی کی پیروی کریں۔ اس لئے تمہاری خواہشات کی تکمیل بلا ارادہ الٰہی از خود نہیں کر سکتے۔ اگر تمہاری آنکھیں بینا ہوں۔ تو نفس نبوت اور نزول پیغام کو دیکھو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ صفحات قرآن میں کس قدر معانی کے دریا بہہ رہے ہیں۔ انگور اور کھجور تو کیا چیزیں ہیں۔ حکمت و دانائی کے کتنے بار آور شجر اس میں موجود ہیں جن کے پھل سے دنیا ہمیشہ شیریں کام رہے گی۔ تم قرآن کے احکام پر عمل پیرا ہو کر دیکھو۔ تو تمہیں چاندی سونے کے محلات بھی مل جائیں۔ اور قیصر و کسریٰ کے سربفلک قصر کو فتح کر لو گے اور تمہاری فتوحات اور کامرانی کا غلغلہ بلند ہوگا۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اسلام واقعی اللہ کا مذہب ہے، جو ہر طرح مرفع و اعلیٰ ہے ○

جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ
اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○
۹۵- قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ
يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ
مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○
۹۶- قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ
اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ○
۹۷- وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ
يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ
دُوْنِهٖ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ○
۹۸- ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا

ہدایت آئی صرف اسی بات نے روکا کہ وہ کہنے لگے
کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے ○
۹۵- تُو کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے
بستے، تو ہم اُن پر آسمان سے ایک فرشتہ رسول
بنا کر بھیجتے ○ ف۱
۹۶- تُو کہہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے،
بے شک خدا اپنے بندوں کو خبردار ہے دیکھنے والا ○
۹۷- اور جسے اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت پر ہے اور جسے
گمراہ کرے اُن کے لئے اُس کے سوا تُو کسی کو رفیق نہ
پائے گا۔ اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اوندھے منہ ف۲
اندھے اور گونگے اور بہرے کر کے اٹھائیں گے
اُن کا ٹھکانا جہنم ہے جب بجھنے لگی ہم اُن پر اور بھڑکا دیں گے ○
۹۸- یہ اُن کا بدلہ ہے کہ اُنہوں نے ہماری آیتوں کا

ف۱

دراصل وجہ اعتراض یہ تھی کہ ان کے خیال میں انبیاء کو بشر نہیں ہونا چاہئیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبوت اور بشریت دونوں کا جمع ہونا ان کی غیرت و غرور کو گوارا نہیں تھا کہ ان کا ہم جنس انسان نبوت کے خلعت سے نوازا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت معقول جواب دیا ہے۔ کہ کہو! زمین پر جب تم جیسے انسان بستے ہیں۔ تو انبیاء بھی انسانوں میں سے ہونا چاہئیں۔ تاکہ تم صحیح معنوں میں ان کی اطاعت کر سکو۔ اور یہ کہ سوچو کہ صاحب ہم فرشتوں کی پابندی کو کب پہنچ سکتے ہیں؟ عجیب بات ہے۔ جو بات تمہارے بھلے کی ہے اُسی سے تمہیں چڑ ہے۔ اور اسی بات کے تم مخالف ہو۔

کافر منہ کے بل چلیں گے!

ف۲ اللہ کی ہدایت تو عام ہے۔ سب لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ جان بوجھ کر گمراہی قبول کرتے ہیں، اور حقائق کی جانب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ واقعات کو دیکھتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ یہ ایسے لوگ ہیں۔ جن سے ہدایت کی قابلیت چھین جاتی ہے۔ اور محرومی و بدبختی کی زندگی بسر کرتے ہیں ان لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ جب اللہ نے انہیں ہدایت نہیں دی۔ اور یہ تعصب و جہالت کی وجہ سے اسلام کی روشنی سے فیضیاب نہیں ہوئے، تو اب کون انہیں سمجھا سکے گا؟ کون ان کا مددگار اور چارہ ساز ہو سکے گا؟ ان لوگوں کو حشر میں منہ کے بل چلایا جائے گا۔ یہ ایک نوع کی سزا ہے۔ جس طرح دنیا میں اُنہوں نے ہمیشہ سیدھی راہ کی مخالفت کی۔ اور ہمیشہ راہ صواب سے ہٹ کر چلے۔ اسی طرح آخرت میں انہیں صراط سیدھی نصیب نہ ہوگی۔ اور کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے اپنے چلنے کا ڈھنگ پسند کیا۔ تو آج یہاں تمہاری سزا یہی ہے کہ منہ کے بل چلو۔ حضور سے پوچھا گیا کہ یہ لوگ منہ کے بل کس طرح چل سکیں گے آپ نے فرمایا۔ جس طرح اب پاؤں کے بل چلتے ہیں یعنی جو خدا انہیں پاؤں کے بل دنیا میں چلا رہا ہے۔ وہ قیامت میں منہ کے

النصف

بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ
رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ○
۹۹- اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ
یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا
لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۭ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا
كُفُوْرًا ○
۱۰۰- قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ
رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ
وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ○
۱۰۱- وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۢ
بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ
جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ

انکار کیا اور کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بوسیدہ ہو گئے
ہم پھر نئی پیدائش میں بھی اٹھیں گے؟ ف۱ ○
۹۹- کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ جس خدا نے
آسمان زمین کو پیدا کیا۔ وہ ان کی مانند پیدا کرنے
پر قادر ہے ان کے لئے ایک وقت (موت کا)
ٹھہرا دیا ہے جس میں کچھ شبہ نہیں۔ سو ظالم بغیر ناشکری
کئے نہیں رہتے ○
۱۰۰- تو کہہ۔ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے
مالک ہوتے تو اس خوف سے کہ سب ختم ہو جائیں خرچ نہ کرتے
انہیں بند ہی کر رکھتے اور انسان دل کا تنگ ہے ف۲ ○
۱۰۱- اور ہم نے موسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں۔ تو بنی
اسرائیل سے پوچھ۔ کہ جب موسیٰ ان کے
پاس آیا۔ تو فرعون نے اُسے کہا کہ اے موسیٰ میں

ف۱

آخرت کے متعلق ایک گروہ کو ہمیشہ شک رہا ہے۔ اور آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہیں عاقبت کا یقین نہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے اس شبہ کو کئی سورتوں میں ذکر فرمایا ہے اور جواب دیا ہے تاکہ ہر زمانہ کے متشکک لوگ تسلی و اطمینان حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کو پہلی دفعہ پیدا کرنے میں ہمیں کوئی تکلف نہیں ہوا۔ تو اب فنا کے بعد بھی ہمیں دوبارہ منصۂ شہود پر لا سکتا ہے۔ جو چیز ایک مرتبہ بغیر کسی وسیلہ اور مادہ کے پیدا ہو سکتی ہے اس کا ہزار مرتبہ بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔ البتہ اگر تمہیں اللہ پر یقین نہیں۔ اور تم اللہ کو نہیں مانتے۔ تو پھر حشر و نشر کے کوائف پر بحث ہی بیکار۔ بلکہ قطعاً غلط ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ نفس خدا کے مسئلہ پہلے بحث کر لی جائے۔

ف۲

اس آیت میں اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ دراصل اس قسم کے شبہات تمہارے دل میں اس لئے نہیں پیدا ہوتے کہ تمہیں ان مسائل کے سمجھنے میں الجھن ہوتی ہے۔ یا یہ مسائل ناقابل فہم ہیں۔ بلکہ یہ انکار و تمرد محض اس لئے ہے کہ تم حضور کی نبوت کو فراخدلی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہارے دلوں میں بخل ہے اور تم نہیں چاہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بیش بہا معرفت کو ہر کس و ناکس کے سامنے پیش کریں۔ اس میں تم اپنی توہین سمجھتے ہو۔ تم کے خزانے اگر تمہیں ملتے۔ تو تم اس بد دلی سے ہرگز خرچ کرتے تمہیں رنج ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ ہدایت عام ہوئی جاتی ہے۔ اور تم جیسے بڑے لوگوں کے لئے کوئی وجہ تخصیص نہیں رہی۔

بات یہ ہے کہ انسان فطرتاً بخل پسند ہے۔ کشادہ دلی کے ساتھ دوسروں کی خوبیاں تسلیم نہیں کرتا۔ اور ایک شخص کے فضائل و محاسن کا محض اس لئے انکار کر دیتا ہے۔ کہ وہ خود کیوں ان سے متصف نہیں۔

حل لغات

قَتُوْرًا۔ بخیل۔ تنگ دل۔ قتر سے بنا ہے۔ جس کے معنے تنگی اور ضیق کے ہیں۔ تِسْعَ اٰیٰتٍ۔ نو معجزے جو فرعون کو دکھائے گئے تھے۔

لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ○

تجھے جادو کا مارا ہوا سمجھتا ہوں ○

۱۰۲- قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ
اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○

۱۰۲- موسیٰ بولا کہ تو جان چکا ہے کہ ان کو سوائے آسمان وزمین کے رب کے اور کسی نے نازل نہیں کیا۔ یہ سوجھانے کے لئے ہیں اور اے فرعون میں تجھ کو ہلاک ہونے والا سمجھتا ہوں ○

۱۰۳- فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ○

۱۰۳- پھر فرعون نے انہیں اس ملک میں سے بیچین کرنا چاہا پھر ہم نے اسے اور اس کے سب ساتھیوں کو غرق کر دیا

۱۰۴- وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ
الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ○

۱۰۴- اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین میں بسو۔ پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں سمیٹ کر جمع کر لائیں گے ○

۱۰۵- وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○

۱۰۵- اور ہم نے سچ کے ساتھ اسے نازل کیا اور وہ سچ کے ساتھ نازل ہوا اور ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لئے بھیجا ہے ○

۱۰۶- وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى
النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ

۱۰۶- اور ہم نے قرآن کو پڑھنے کا وظیفہ کیا جدا جدا کر کے تاکہ تو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے اسے پڑھے اور ہم نے اس کو

حضرت موسیٰ کی کامیابی!

ف ۱

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی آزادی کے لئے تشریف لائے اور فرعون کو بہت سی نشانیاں دکھائیں، اور کہا کہ میں خدا کی طرف سے حریت و آزادی کا پرچم لہرانے آیا ہوں۔ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ بنی اسرائیل کی غلامی کو ختم کروں، اور تجھے کیفر کردار تک پہنچاؤں۔ تو فرعون نے ازراہ کبر کہا۔ میری رائے میں تمہارا دماغ صحیح نہیں ہے۔ میری حکومت کو کون الٹ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ مجھے اپنی صداقت پر یقین ہے، اور دل میں جانتا ہے کہ مجھے میرے رب نے بھیجا ہے، اور بصائر و دلائل سے نوازا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمہارے لئے ہلاکت مقدر ہو چکی ہے۔ اور تم عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ موسیٰؑ کی پیشگوئی پوری ہوئی، اور فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت غرق ہوا۔

غرض یہ ہے جس طرح موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کامیاب نہیں ہوا۔ اسی طرح آپ کے مقابلہ میں یہ لوگ بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمہ گیر قانون یہ ہے، کہ صداقت کے علم کو بلند کیا جائے۔ اور جھوٹ کو سرنگوں کیا جائے۔ یہ ناممکن ہے کہ حق پرستوں کی جماعت رسوا اور ذلیل ہو۔ اللہ اپنے بندوں کی بہر حال حمایت کرتا ہے اور انہیں ہر قسم کے ابتلاء میں کامیاب فرماتا ہے۔

حلِ لغات

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ۔ ظن کے معنے یہاں یقین کے ہیں۔ قرآن نے کثرت سے ظن کو یقین کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔
مَثْبُوْرًا۔ مظنون، تباہ حال، خائب وخاسر، ہلاک وغیرہ۔
لَفِيْفًا۔ اکٹھے۔ یہ اسم جمع ہے۔ اصمعی کی رائے میں یہ ہے جس کا واحد موجود نہیں۔

تَنْزِیْلًا

۱۰۷- قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ
الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا
یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ
سُجَّدًا ۙ
۱۰۸- وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ
وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝
۱۰۹- وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ
یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩
۱۱۰- قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا
مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا
تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ
ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝

بتدریج نازل کیا (۲۳ برس تک) ○ ف۱
۱۰۷- تُو کہہ اے اہل مکہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بے شک
وہ جنہیں قرآن سے پہلے علم دیا گیا ہے (اہل کتاب)
جب یہ قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں
پر گر کر سجدہ کرتے ○
۱۰۸- اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک
ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہونا ہے ○
۱۰۹- اور روتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گرتے ہیں اور
قرآن اُن کی عاجزی بڑھاتا ہے ○ ف۲
۱۱۰- تُو کہہ اللہ کو پکارو، یا رحمٰن کو پکارو، جس نام سے
پکارو، سو اُس کے اچھے نام کئی ایک ہیں اور تُو
اپنی نماز میں چیخ پکار اور نہ چُھپکے پڑھ ۔ اور اس کے
درمیان کی راہ تلاش کر ○ ف۳

ف۱

قرآن حکیم بتدریج نازل ہوا ہے ۔ واقعات کے مطابق اترا ہے تاکہ سینوں میں محفوظ رہے ۔ اور لوگ اپنی ضروریات کا حل اس میں دیکھ کر اس کی صداقت کے قائل ہوں ۔ کیونکہ کلام جو اسم بامسمّیٰ اور حل ہو وہ زیادہ مؤثر اور زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے ۔

ف۲

یعنی قرآن حکیم کی خوبیاں مُسلّم ہیں ۔ وہ لوگ جو صاحب علم ہیں ۔ جنہیں اللہ کے کلام سے ذوق ہے ۔ وہ جب اس کو سنتے ہیں تو سر جھکتے ہیں ۔ اور اظہار شکر کے لیے بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو جاتے ہیں ۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ کلام انسانی دماغ کا اختراع نہیں ۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں ۔ اور اس کو نہیں مانتے ۔ تو اس کی وجہ سے قرآن کے فضائل میں کمی نہیں ہوتی ۔ کیونکہ ذوقِ سلیم رکھنے والے لوگوں میں اس کو مقبولیت تامہ حاصل ہے ۔

ف۳

قرآن حکیم تمام بنی آدم کی مشترکہ کتاب ہے ۔ اس لئے اس میں التزام ہے کہ تمام اختلاف انگیز چیزوں کی مخالفت کرے ۔ اور نوع انسان کے مرکز پر سب کو جمع کر دے ۔ اور ان تمام تفریقات کو مٹا دے ۔ جن کی وجہ سے نوع انسانیت کا نام مجروح ہوتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کو پکارو ۔ یا رحمٰن کو یاد کرو ۔ سب جائز ہے ۔ بشرطیکہ خدا کے جمال و جلال کو ملحوظ رکھا جائے ۔ یہ محض لفظی اختلافات ہیں کہ اللہ تو ہمارا خدا ہے ۔ اور رحمٰن مسلمانوں کا خدا ہے ۔ یہ کمال التفات ہے ۔ سارے اچھے نام اور تمام اچھی صفتیں اللہ کے ساتھ منسوب ہو سکتی ہیں ۔ تم خدا کو جس نام کے ساتھ چاہو ، یاد کرو ، یہ لفظی اختلافات ہیں ۔ خدا بہرحال ایک ہے ۔ اور وہی سب کا مالک و خالق ہے ۔ اور سب کے لئے یکساں لائقِ احترام و عبادت ہے ۔ ان اختلافات اسمی سے اس کی ذات میں کوئی تفرقہ پیدا نہیں ہوتا ۔ کیا پانی کو آب ، واٹر ، اور واٹر کہہ دینے سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے ؟ (باقی بر صفحہ)

ہر زبان میں خُدا کا نام لو!

۱۱۱- وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا
وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ
یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ○

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّیَّةٌ

اٰیَاتُهَا (۱۱۰) رُكُوْعَاتُهَا (۱۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

۱- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی
عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ
عِوَجًا ○

۲- قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ
وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○

۳- مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ○

۱۱۱- اور کہہ اللہ قابل تعریف ہے جس نے کوئی بیٹا
نہیں لیا اور اس کی سلطنت میں کوئی اُس کا شریک نہیں
اور ذلت سے بچانے کو کوئی اس کا دوست نہیں اور اس کی بڑائی کیا کر ○

سورۂ کہف ف۱

مکی ——— آیتیں ۱۱۰ ——— رکوع ۱۲

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○

۱- سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے
اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔ اور اس میں کچھ
عیب نہ رکھا ○

۲- ٹھیک اتاری ہے تاکہ وہ اس کی طرف کی ایک
سخت آفت سے ڈرائے اور نیک اعمال مومنین کو
بشارت سنائے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے ○

۳- جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○

(بقیہ حاشیہ)

جب نہیں بدل جاتی، تو اللہ کو مختلف زبانوں میں تعبیر
کرنے سے کیوں کفر لازم آئے؟

بات یہ ہے کہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کا ایک خاص
محترم اور الوہی نام تحفہ بخش کیا ہے۔ جس میں تجسیم
و حلول کا شائبہ تک نہیں۔ اس لئے اگر اس تخیل
کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو پھر مختلف زبانوں میں
اس کا ترجمہ کیا قابل اعتراض نہیں رہتا۔

آداب دعا میں یہ ہدایت فرمائی۔ کہ دعا نہ تو بلند آواز
میں ہو، کہ خشوع و خضوع پیدا نہ ہو سکے۔ اور نہ اتنی
آہستہ ہو، کہ کان بھی نہ سنیں۔ بلکہ درمیانی راہ اختیار
کی جائے۔ کیونکہ اسلام تو کہتے ہی اس طریق کو ہیں جو
وسط اور درمیانی ہو۔

سورۂ کہف!

ف۱

مکی سورۃ ہے۔ اس کے فضائل میں سے ہے
کہ جو شخص اس کی دس اول آیتیں پڑھ لے گا، دجال
کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ ان دس آیتوں
میں وہ حقائق و معارف ہیں، کہ ان کے جان لینے کے
بعد مرد مومن دجل و فریب کی راہوں سے آگاہ ہو
جاتا ہے۔ اور ایمان کی اس بلند جگہ پر متمکن ہو جاتا
ہے، جہاں سے اس کو نیچے اتارنا ناممکن ہے
تفصیل آئندہ صفحے پر دیکھئے۔

حلِّ لغات

عِوَجًا - کجی، ٹیڑھا پن، پیچیدگی۔
قَیِّمًا - برقرار رکھنے والی، قائم رکھنے والی۔
بَاْسًا - عذاب، شدت، سختی۔

۴- وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًا ۝
۵- مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ
اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝
۶- فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ
اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝
۷- اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً
لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝
۸- وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا
جُرُزًا ۝
۹- اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ
الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝

۴- اور اُنھیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ
اولاد رکھتا ہے ۝
۵- اُنھیں اس قول کا کچھ علم نہیں اور نہ اُن کے باپ
(دادا) کو اس کا کچھ علم تھا۔ بڑا بول ہے جو اُن کے مونھوں سے نکلتا
ہے۔ جھوٹ ہے جو وہ کہتے ہیں ۝
۶- پھر شاید تو بیچارا اُن کے پیچھے اپنی جان گھونٹ
ڈالے گا اگر وہ اس حدیث (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے ۝
۷- جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اُسی کی رونق کیلئے بنایا
تاکہ اہلِ دُنیا کو آزمائیں کہ اُن میں سے کون نیک کام کرتا ہے
۸- اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اُسے چھانٹ کر
میدان کردیں گے ۝ ع۱
۹- کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ والے
ہماری نشانیوں میں کچھ اچنبھا تھے! ۝

سُورۂ کہف کی دس آیتیں!

ف

اللہ کی ان دس آیتوں میں جو معارف بیان فرمائے ہیں ان کو سمجھ لینے کے بعد گمراہی کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ اور قلب حارج انوار و معارف سے مستنیر ہوجاتے ہیں۔ ذیل میں یہ معارف درج ہیں:-

(۱) قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کسی قسم کا اُلجھاؤ نہیں مطالب واضح اور صاف ہیں۔

(۲) یہ ہماری تمام ضروریات دینی کی کفیل ہے۔ اس صحیفۂ قیم کے بعد مزید تجدید و بعثت کی ضرورت نہیں۔

(۳) توحید کی راہ استقامت اور سلامت روی کی راہ ہے، مسلمان کا نصب العین ہمیشہ یہی رہے گا کہ ایک خدا کے سامنے جھکے۔

(۴) عقیدۂ شرک کی تمام صورتیں اور شکلیں غیر علمی اور غیر یقینی ہیں اور اللہ کی تقدیس پر اتمام و افتراء ہے۔

(۵) جناب رسالت پناہ، اُمت کے سب سے بڑے خیر خواہ

ہیں۔ ہمارے لئے اُن کے دل میں بے حد کرب و بے چینی تھی فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ میں اسی جانب اشارہ ہے اس لئے آپ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے کمل اور تسلی بخش ہے۔

(۶) دُنیا کی آرائش و زینت ناپائدار اور فانی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہم دُنیا میں رہ کر آئندہ زندگی کے لئے تیاری کریں۔

(۷) اللہ کے نیک بندے ابتلاء کے وقت مایوس نہیں ہوتے۔ اور اللہ سے ہدایت و راہنمائی کی توفیق چاہتے ہیں۔

کیا یہ حقائق ایسے نہیں کہ انسانیت کو فروغ دیں۔ اور ہمیں کرہ ارض کی گمراہیوں سے بچالیں؟

حلِ لُغات

بَاخِعٌ۔ جان کھونے والا۔

جُرُزًا۔ زمین بے گیاہ، بنجر، غیر آباد، ناقابل زراعت۔

الرَّقِيْمِ۔ وہ جگہ ہے، جسے بائبل میں راقم کہا گیا ہے وہ بستی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لوگوں کے علم میں آئے تھے،

۱۰- اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○

۱۰- جب وہ جوان غار میں جا بیٹھے۔ پھر بولے اے رب ہم پر اپنی طرف سے رحم کر اور بنا دے ہمارے کام کی درستی ○

۱۱- فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ○

۱۱- پھر ہم نے اُنہیں غار میں چند برس سُلا دیا ○

۱۲- ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ○

۱۲- پھر ہم نے اُنہیں جگایا۔ تاکہ ہم معلوم کریں کہ دونوں فرقوں میں سے کس نے اُن کے غار میں رہنے کی مدت یاد رکھی ہے ○

۱۳- نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ○

۱۳- ہم ٹھیک ٹھیک تجھے اُن کا قصہ سناتے ہیں۔ وہ چند جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کو ہدایت زیادہ دی ○ ف۱

۱۴- وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ

۱۴- اور ان کے دل پر ہم نے گرہ لگائی کہ جب وہ اُٹھے بولے ہمارا رب زمین اور آسمان کا رب ہے ہم ہرگز اُس کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکاریں گے تو ہمارا

ف۱

اصحاب کہف دو قیم چند موحد شخص تھے، جو بت پرست حکومت کے مظالم سے تنگ آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور آبادیوں سے دُور اپنے لئے ایک غار کو پسند کر لیا۔ مدت تک دُنیا و مافیہا کو فراموش کئے ہوئے اُس میں پڑے رہے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ اور جب باہر نکلے تو معلوم ہُوا۔ کہ ظالم حکومت کا دور ختم ہو چکا ہے اور ساری دُنیا عیسائیت کے پرچم تلے جمع ہے۔

یہ ہجرت کی قدیم ترین صورت ہے اسلام یہ نہیں چاہتا۔ کہ مسلمان ذہنی و عملی غلامی کو گوارا کریں۔ وہ مسلمان کو ہر وقت اللہ کی محبت میں سرشار دیکھنا چاہتا ہے۔

حلِ لُغات

فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمْ۔ یعنی دُنیا کی جانب سے انہیں بالکل بے خبر کر دیا۔ جمہور مفسرین نے نیند اور سکر طویل کے معنے لئے ہیں۔

اِذًا شَطَطًا ۝
١٥- هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا ۝
١٦- وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ
لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ
لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝
١٧- وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ
عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ
تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ
مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ

قول عقل سے دور ہوگا ○
١٥- یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا کئی معبود
ٹھہرائے ہیں۔ ان کے ثبوت پر دلیل واضح کیوں نہیں لاتے
پس جو اللہ پر جھوٹ باندھے اس سے بڑھ کر
ظالم کون ہے؟ ○
١٦- اور جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے جو اللہ کے
سوا ہیں، الگ ہو گئے۔ تو اس غار میں چل بیٹھو تمہارا
رب اپنی رحمت تم پر پھیلائے گا۔ اور تمہارے کام
میں تمہیں آرام بخشے گا ○ ف١
١٧- اور اے محمدؐ تو دھوپ کو دیکھے گا جب نکلتی ہے
ان کے غار سے بچ کر داہنی طرف کو جاتی ہو اور جب ڈوبتی
ہے تو بائیں طرف کو کترا جاتی ہے اور وہ وہاں کشادہ
میدان میں ہیں۔ ف٢ یہ بات اللہ کی نشانیوں میں سے ہے

اللہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے

ف١

جب کوئی قوم اللہ کے لئے اپنی آسائشوں کو ترک کرے اور توحید کے لئے تمام تکلفات کو چھوڑ دے، عقیدے کی حفاظت و حیات کے لئے دکھ اور عذاب برداشت کرلے، تو اللہ کی رحمتیں اسے گھیر لیتی ہیں اور تمام سامان حیات اس کے لئے مہیا ہو جاتے ہیں۔ اصحاب کہف، یہ چند نفوس قدسیہ تھے۔ مظالم استبداد سے گھبرا کر اللہ کی پناہ میں آ گئے۔ اور دین حق کے تحفظ کے لئے غار اور کھوہ کی زندگی پر قناعت کرلی۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں، کہ جب تم نے بت پرستی سے قطع تعلق کر لیا ہے، اور یہاں آ گئے ہو تو خوف و ہراس کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہاری مدد کریں گے اور یہاں وہ لطف تمہیں میسر ہوگا۔ جو بڑے بڑے ایوانوں میں تمہیں میسر نہ ہوتا۔

ف٢

یعنی ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو جگہ پسند فرمائی ہے۔ وہ دھوپ سے محفوظ ہے۔ سورج طلوع و غروب کے وقت کترا کر نکل جاتا ہے۔ اور یہ لوگ آفتاب کی تمازت سے محفوظ رہتے ہیں۔ البتہ ہوا پہنچتی رہتی ہے۔ کیونکہ ہوا کے لئے غار کا دہانہ موجود ہے۔ خدا کی جانب سے یہ حسن انتظام خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حل لغات

شَطَطًا۔ غلو، مبالغہ، الکلام سے گزرنا، حد سے زیادہ، بعید از عقل۔
مِرْفَقًا۔ وسیلہ، راحت، آسائش۔
فَجْوَةٍ۔ کشادہ جگہ، فراخ مقام۔

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ
تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝
۱۸ - وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ
وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ
الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ
بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ
مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝
۱۹ - وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ
قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا
لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا
رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا
اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

جسے اللہ نے راہ دکھائی وہی راہ یاب ہوا اور جسے وہ
گمراہ کرے تو اُس کے لیے کوئی راہنما دوست نہ پائے گا ۝
۱۸ - اور تُو سمجھے گا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں
اور ہم ان کی داہنی اور بائیں کروٹیں بدلتے رہتے
ہیں۔ اور ان کا کُتا چوکھٹ پر اپنی باہیں پھیلائے
پڑا ہے۔ اگر تُو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ
پھیر کر بھاگے اور تیرے دل میں اُن کا خوف سما جائے ۝ ف۱
۱۹ - اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دفعہ جگا دیا تھا
کہ آپس میں لگے پوچھنے۔ ان میں سے ایک نے کہا تم کتنی دیر
یہاں رہے ہو۔ وہ بولے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔ کچھ
بولے تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کس قدر رہے ہو۔ تم
اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر شہر میں بھیجو
تاکہ دریافت کرے کہ پاکیزہ کھانا کس کی دکان پر ہے کہ

ف۱

یہاں ایک عرصہ تک یہ لوگ رہے۔ اور نیک و صالحیت
کی زندگی بسر کی۔ بعد ازاں کا انتقال ہو گیا۔ اور ایسی حالت
میں موت آئی، کہ یہ لوگ کسی نہ کسی کیفیت عبادت میں
مشغول تھے۔ کوئی سجدے میں تھا، کوئی رکوع میں،
کوئی کھڑا تھا، اور کوئی جھکا ہوا۔ اس لئے باہر سے
دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ زندہ ہیں؛
اور عبادت میں مشغول ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ موت
کی نیند سو رہے تھے۔

کتا بھی غار کی دہلیز پر پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا،
اور وہ بھی اسی کیفیت میں طعمۂ اجل ہو چکا تھا۔ اس لئے
منظر کو اس وقت بھی اچھی طرح دیکھا جا سکتا۔ جبکہ غور کیا
جاتا۔ کیونکہ یہ لوگ جس غار میں پناہ گزین تھے وہ تنگ و
تاریک تھا۔ اور اول نظر میں تو یقیناً دل دہل جاتا ہوگا
اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو دہشتناک بنا دیا ہے قرآن
حکیم نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔
وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا۔ اور لَوِ اطَّلَعْتَ میں اس
وقت کی حالت بیان فرمائی ہے۔ یعنی اگر تم اس وقت
موجود ہوتے، تو تم بھی پہلی نظر میں انہیں زندہ خیال
کرتے۔ اور جب تمہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ زندہ نہیں مُردہ
ہیں، تو مارے خوف کے بھاگ جاتے۔

حلِّ لغات

اَيْقَاظًا۔ جیتے جاگتے۔ جمع يَقِظٌ بمعنے بیدار۔
رُقُوْدٌ۔ موت کی نیند سوتے ہوئے۔ جمع رَاقِدٌ
بمعنے سونے والا۔ خواب کنندہ۔
بِوَرِقِكُمْ۔ سکہ، روپیہ۔

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا
يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا○
۲۰- اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ
اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ
تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا○
۲۱- وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا
اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ
لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ
بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ
بُنْيَانًا ۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۔ قَالَ
الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ
عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا○
۲۲- سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ

اس کے تمہارے پاس آئے اور نرمی سے بولے اور کسی کو
تمہارے حال کی خبر نہ دے ○ ف۱
۲۰- اگر اہل شہر تم پر قابو پائیں گے تمہیں سنگسار کر دیں گے
یا اپنے دین میں تمہیں لوٹائیں گے اور اس صورت
میں تم کبھی نجات نہ پاؤ گے ○
۲۱- اور یوں ہم نے اُن کے حال سے لوگوں کو خبردار
کیا تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اُس گھڑی
(قیامت) میں شک نہیں۔ جب وہ اپنی بات پر جھگڑ
رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ان کے اُوپر ایک عمارت
بناؤ۔ اُن کو اُن کا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جو
اُن کے معاملہ میں غالب ہے اُنہوں نے کہا کہ
ہم ان پر ایک مسجد بنائیں گے ○ ف۲
۲۲- وہ کہیں گے کہ وہ تین شخص ہیں چوتھا اُن کا کتا ہے

ف۱

طول مدت کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ یہ اُٹھے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی مدت یہاں رہے۔ اور یہ خیال کر کے کہ شاید ایک گھڑی دن اس عالم سکر و بیہوشی میں گزرا ہے۔ اپنے کسی ساتھی کو شہر میں بھیجا۔ کہ وہ نفیس کھانا خرید لائے۔ اُسے تاکید کی کہ مخفی مخفی جائے اور ہوشیار رہے ایسا نہ ہو۔ مخالفین پکڑ لیں۔ اور پھر غلط عقائد کے ماننے پر مجبور کریں۔

یہ تمام عرصہ انہیں بہت تھوڑا معلوم ہوا۔ اس لئے کہ وہ جس حالت میں تھے۔ اُسی میں زندہ ہو گئے۔ اُنہوں نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ زہد و عبادت کی کثرت سے شائد تھوڑی سے بے ہوشی طاری ہو گئی ہو۔

اصحاب کہف کی دوبارہ عزت افزائی

ف۲ اللہ کی کرشمہ سازیاں ملاحظہ ہوں۔ اصحاب کہف کا یہ آدمی جب شہر میں پہنچا۔ تو اُس کے پاس پرانا سکہ تھا۔ لیکن پرانی حکومت کا انتظام اٹھ چکا تھا۔ لوگ حیران ہوئے۔ کہ یہ لوگ کیونکر یہاں موجود ہیں؟ کیفیت دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ اس زمانہ کی حکومت کے مظالم سے تنگ آ کر پہاڑ کے کسی غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے چنانچہ یہ لوگ پکڑے لئے گئے۔ مگر اس وقت ان کے ہم عقیدہ لوگ ہی برسر اقتدار تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی بہت عزت کی گئی۔ اب یہ بحث تھی کہ ان کی جگہ غار پر عمارت بنائی جائے۔ جو بطور یادگار کے رہے۔ غور فرمائیے۔ یا تو وہ زمانہ تھا کہ یہ لوگ اپنی قوم سے تنگ ہو کر بھاگے تھے۔ اور یا کیفیت ہے۔ کہ لوگ انہیں ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں۔

اور اس واقعہ سے جہاں یہ مقصود تھا۔ کہ ان لوگوں کو جو خدا کی پناہ میں آ گئے ہیں۔ عزت بخشی جائے۔ اور انہیں بچا لیا جائے۔ کہ اللہ اپنے بندوں کی ہمیشہ دستگیری کرتا ہے وہاں یہ بھی مقصد تھا۔ کہ منکرین قیامت کو قیامت و حشر نشر کا ایک منظر دکھا دیا جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت کے بعد مُردوں کو زندہ کرنا ممکن ہے اسی طرح ممکن ہے جس طرح ان اصحاب کہف کا موت کے بعد زندہ (باقی بر صفحہ)

وَ یَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُہُمْ کَلْبُہُمْ
رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ
وَّ ثَامِنُہُمْ کَلْبُہُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ
بِعِدَّتِہِمْ مَّا یَعْلَمُہُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۬۟ فَلَا
تُمَارِ فِیْہِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاہِرًا ۪ وَّ لَا
تَسْتَفْتِ فِیْہِمْ مِّنْہُمْ اَحَدًا ۝
٢٣- وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایۡءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ
ذٰلِکَ غَدًا ۝
٢٤- اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۫ وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ
اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّہْدِیَنِ
رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ہٰذَا رَشَدًا ۝
٢٥- وَ لَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ
سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ۝

اور بعض کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے
بن دیکھے انکلیں دوڑاتے ہیں اور بعض کہیں گے کہ وہ سات
ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ تو کہہ میرا رب
اُن کا شمار بہتر جانتا ہے اور لوگ انہیں نہیں جانتے مگر
تھوڑے لوگ۔ سو تو اُن کے بارہ میں جھگڑا نہ کر مگر سرسری
جھگڑا اور ان کے بارہ میں کسی اہل کتاب ف۱ سے نہ پوچھ کہ وہ ۝
٢٣- اور کسی شئے کی بابت یوں نہ بول کہ میں کل یہ
کروں گا ۝ ف۲
٢٤- مگر انشاء اللہ کہہ کے ساتھ اور جب تو بھول جائے (یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جائے)
تو اُس وقت اپنے رب کو یاد کر اور کہہ شاید میرا رب مجھے اس
(معاملہ) سے زیادہ قریب نیکی کی راہ بتلائے ۝
٢٥- اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس رہے
اور نو برس اور زیادہ ہوئے ۝

ہو جانا۔ اصحاب کہف کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ یہ لوگوں کی محض قیاس آرائیاں ہیں، جو اس آیت میں مذکور ہیں۔

قرآن حکیم نے غیر ضروری جزئیات کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ قرآن کا مدعا کوئی پُرانا قصہ دہرانا نہیں۔ بلکہ جو مقصود ہے کہ اللہ کے چند بندوں نے جب متاعِ ایمان کی حفاظت کے لئے ہم پر بھروسہ کیا۔ تو ہم نے کس طرح اُن کی اعانت کی، اور ظالم حکومت کو اُن کے سامنے بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالا۔ اور یہ مقصد اس حد تک بالکل واضح ہے۔

ف۱

قرآن حکیم میں اور بائبل میں بہت بڑا مابہ الامتیاز ہے کہ بائبل میں غیر ضروری جزئیات و تفصیلات مذکور ہوتی ہیں اور قرآن صرف مغز و اصل پر اکتفا کرتا ہے۔ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ ایام اللہ یا واقعات کو عبرت آموز طریق سے بیان کیا جائے اس لئے وہ تفصیلات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اصحاب کہف کی زندگی کا وہ پہلو جو ہمارے لئے سبق آموز ہو سکتا تھا۔ بیان فرما دیا۔ اب اس بات کی بحث کہ اصحاب کہف کون کون شخص تھے۔ تعداد کیا تھی۔ بالکل غیر ضروری ہے۔ اس طرح کی تفصیلات بسا اوقات اس رُوح و مقصد سے دُور کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد بہت کم لوگ جانتے ہیں آپ بھی اس میں زیادہ جستجو نہ کریں۔ کیونکہ جہاں تک غرض و نصب العین کا تعلق تھا۔ واضح کر دیا گیا۔ آپ اسی قدر معلومات پر اکتفا کریں۔ جو وحی کے ذریعہ بتا دی گئی ہیں۔

مستقبل کے متعلق ادعا نہ کرو!

ف۲

ہر علم کے لئے اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہے اور ہر بات میں مصلحتیں ہوتی ہیں جنہیں کہ انسان نہیں سمجھ سکتا اس لئے اسے چاہئے کہ اپنی ہر بات میں اس عاجزانہ نظریہ کو ملحوظ رکھے کبھی ادعا کے ساتھ مستقبل کے متعلق کچھ نہ کہے (ربانی ہو یہ)

۲۶- قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ
وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ
وَّلِیٍّ ۡ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝
۲۷- وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ
رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ
تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝
۲۸- وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ
تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا
تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ
ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ

۲۶- تو کہہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جس قدر وہ ٹھہرے
آسمان و زمین کا علم غیب اسی کو ہے کیا خوب دیکھتا
اور کیا خوب سنتا ہے اس کے سوا ان کے لئے کوئی دوست
نہیں، اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ۝
۲۷- اور تیرے رب کی کتاب میں سے جو تجھ پر وحی کی گئی ہے
اس کو پڑھ، کوئی اس کی باتیں بدل نہیں سکتا، اور تو
اس کے سوا ہرگز کہیں پناہ نہ پائے گا ۝
۲۸- اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اس کی
رضامندی چاہتے ہیں (یعنی فقراء مکہ) تو ان کے ساتھ
بلا رہ، اور تیری آنکھیں ان کی طرف سے پھر نہ جائیں،
کیا تو حیات دنیا کی زینت ڈھونڈتا ہے اور
اس شخص کا مطیع نہ ہو جس کا دل ہم نے اپنی یاد
سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کا پیرو ہے اور

کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ اُسے نہیں معلوم، کل جو آفتاب طلوع ہوگا، وہ بری تائید میں طلوع ہوگا یا مخالفت میں۔ اصحاب کہف پر ظلم توڑنے والے لوگوں کو دیکھئے۔ حکومت وقت کے دعاوی کیا تھے، یہی نا کہ ہم خدا پرستوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اور ان کا نشان تک باقی نہیں رہنے دیں گے۔ اس ادعا کا کیا حشر ہوا؟ وہ چند صدیوں میں حکومت کا تخت اُلٹ گیا، متکبر غارت ہو گئے۔ اور غار میں پناہ لینے والے معزز و ممتاز ہو گئے۔ اور خدا پرستوں کا اقتدار قائم ہو گیا ۔

اس قصے میں ایک تعلیم یہ بھی تھی، کہ حضور کی رسالت سے اس قسم کے ادعا کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا کہ خبردار آئندہ کے متعلق پیشگوئی کرنے کا تمہیں کوئی استحقاق نہیں۔ کائنات میں اللہ کی بادشاہت ہے۔ اس لئے وہی کچھ ہوگا، جو خدا کو منظور ہے ۔

حلِّ لُغات

مُلْتَحَدًا۔ جائے پناہ۔ لحد سے بنا ہے، جس کے معنے آغوش قبر کے ہیں ۔

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ۔ صبح و شام یعنے ہر وقت ۔

اَمْرُهٗ فُرُطًا ○

۲۹ - وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ
شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا
یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ
بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○
۳۰ - اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ۚ
۳۱ - اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا
مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ
ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ

اس کا کام حد سے نکلا ہوا ہے ○ ف۱
۲۹ - اور کہہ یہ سچی بات تمہارے رب کی ہے۔ جو کوئی
چاہے ایمان لائے۔ اور جو چاہے، کافر ہے ف۲
ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کی ہے کہ اس کی
قناتوں نے انہیں گھیر لیا ہے۔ اور اگر فریاد کریں گے
تو ان کی فریادرسی ایسے پانی سے کی جائیگی جو پیپ جیسا ہے
منہ بھوننے والے کا برا پینا ہے اور بری ہے وہ آگ نزع اٹھانے کی جگہ ○
۳۰ - جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم (ایسے)
نیکوں کا اجر نہیں کھوتے ○
۳۱ - ان کے لئے رہنے کے باغ ہیں، ان کے نیچے
نہریں بہتی ہیں۔ ان کو وہاں زیور پہنایا جائیگا
سونے کے کڑے۔ اور وہ پتلے اور
گاڑھے ریشمی سبز کپڑے پہنیں گے

پیغمبر مساکین!

ف۱ قرآن حکیم میں بعض باتیں بصیغہ امر ادا کی گئی ہیں، مگر اس سے مراد خبر ہے۔ اور ایک واقعہ کا اظہار ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہاں بھی بالکل یہی انداز بیان ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ شاید ان عام لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا پسند نہ فرماتے تھے جو غریب اور مفلس تھے۔ اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں، حالانکہ واقعہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ اصل یہ ہے کہ حضورؐ ہمیشہ ابوذرؓ سلمان فارسیؓ اور اس قسم کے غریب اور مفلس عقیدت مندوں میں بے تکلفی سے بیٹھتے۔ اور انہیں صبح و شام وقت گزارتے، امراء کو یہ ناگوار تھا۔ کہ وہ اس حالت میں آپ سے ملیں۔ چنانچہ وہ کہتے کہ جناب ہم اس حلقے میں بیٹھ کر آپ سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ ان کے کپڑوں سے بو آتی ہے۔ اور ہماری طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے آپ بھی ان سے الگ ہو جایئے۔ مگر وہ پیغمبر جو افلاس و فقر کو اعزاز بخشنے کے لئے آیا تھا۔ کیونکر ان کی باتوں کو مان لیتا۔ قرآن کی زبان میں ان کو بتا دیا گیا۔ کہ گو یہ مفلس ہیں، مگر دولت ایمان سے ان کے دل مالا مال ہیں۔ ان کے کپڑوں سے گو تمہیں بو آتی ہے مگر دل ذکر خدا سے مہک رہے ہیں۔ یہ مفلس ہیں، خدا پرست ہیں تم انہیں حقیر سمجھو، تمہیں اختیار ہے مگر قدرت کی جانب سے یہ طے شدہ امر ہے۔ کہ یہی لوگ دنیا میں انقلاب پیدا کریں گے تم حرص و ہوا کے بندے ہو۔ تمہارے دلوں پر غفلت کے حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ تم اسلام کی برکات سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ تم جب تک دنیا کی ان کثافتوں میں پڑے ہوئے ہو، صحبت نبویؐ سے فیضیاب نہیں ہو سکتے۔ اور تم ہرگز اس قابل نہیں ہو کہ پیغمبر مفلس مساکین کو چھوڑ کر تم مغرور اور متکبر انسانوں کے ساتھ بیٹھا کرے۔

ف۲ اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ ایمان ایک صداقت ہے ایک حقیقت ہے۔ چاہو تو اس سے اپنی جھولیاں بھر لو اور چاہو تو محروم رہو لیکن تمہاری وجہ سے غرباء اور مساکین سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔

إِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ
نِعْمَ الثَّوَابُ ۔ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝
۳۲۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّ
حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا
زَرْعًا ۝
۳۳۔ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ
تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّ فَجَّرْنَا
خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝
۳۴۔ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ
مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝
۳۵۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ

وہاں تکیے لگا کر تختوں پر بیٹھیں گے اچھا
ثواب اور اچھا آرام ہے ○ ف۱
۳۲۔ تم انہیں دو آدمیوں کی مثال سنا۔ ان میں سے
ایک کو ہم نے دو انگور کے باغ دیئے۔ اور ان
دونوں کے گرد کھجور کے درخت تھے اور ان دونوں کے
بیچ میں ہم نے کھیتی رکھی ○
۳۳۔ دونوں باغ اپنا پھل دیتے اور کچھ کم نہ کرتے
تھے۔ اور ہم نے ان کے درمیان نہر
جاری کی ○
۳۴۔ اور اس شخص کو میوے ملتے تھے پھر اس نے
اپنے حریف (ساتھی) سے تبادلۂ گفتگو میں کہا میں تجھ سے
مال اور جتھے میں زیادہ ہوں ○
۳۵۔ اور اپنے باغ کے اندر آیا۔ اور وہ اپنی جان کا

ف۱

جو لوگ دنیا میں اسلام کی وجہ سے خوش زندگی کو ترک کر دیتے ہیں، اور اسلام کے اصول کو بلند کرتے رہتے ہیں، آخری زندگی میں انہیں تمام ان چیزوں سے بہرہ ور کیا جائے گا۔ جن کا تعلق انسانی اعزاز و فخر سے ہے ۔

جن کے لبادے یہاں بوسیدہ، اور دریدہ ہیں۔ انہیں ابریشم و قاقم دیا جائے گا۔ پہننے کے لئے زیور ہوں گے، اور ٹھاٹ کی زندگی ہوگی۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اللہ نے ان کے تحفۂ اعمال کو قبول فرما لیا ہے ۔

حلِّ لغات

حَفَفْنٰهُمَا۔ ان کے گرداگرد۔ حف سے ہے۔ جس کے معنی گھیرنے اور کسی شے کے احاطہ کر لینے کے ہیں ۔

یُحَاوِرُهٗ ۔ محاورہ کے معنے باہم گفتگو کرتا ہے ۔

لِنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ
هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ○

ظلم کرتا تھا۔ بولا۔ میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ
کبھی برباد ہو ○

۳۶- وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ
رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا
مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ○

۳۶- اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کی گھڑی قائم ہو۔ اور
اگر میں اپنے رب کی طرف پھر پہنچایا بھی جاؤں تو ان
باغوں سے بہتر جگہ پاؤں گا ○ ف

۳۷- قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ
تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ
رَجُلًا ۭ○

۳۷- اس کے حریف نے باتوں میں اس سے کہا
کہ کیا تو اس کا منکر ہوا جس نے تجھے مٹی سے
بنایا۔ پھر نطفہ سے۔ پھر تجھے پورا مرد
بنا دیا ○

۳۸- لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ
بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ○

۳۸- لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں
اپنے رب کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ○

۳۹- وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ
مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

۳۹- اور جب تو اپنے باغ میں آیا۔ تو نے کیوں نہ کہا
کہ جو اللہ چاہے سو ہی ہوتا ہے بغیر اللہ کے کچھ زور نہیں

سرمایہ داری کا غرور

ف مکے والے مال و دولت کے نشہ میں سرشار تھے تجارت کا تمام ان کے ہاتھوں میں تھا۔ اور امارت کا سودا دماغ میں بسا رہا تھا مسلمان ابتداءً غریب تھے اس لئے وہ ازراہ کبر مسلمانوں سے نفرت کرتے، ان کے مذہب کو غربت و مسکنت کا مذہب سمجھتے اور کہتے کہ ہم ایسے دین کو قبول نہیں کر سکتے۔ جس کے ماننے والے دنیوی حیثیت سے ہم سے بلند اور اعلیٰ نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری مثال اُن دو آدمیوں کی سی ہے جن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی ہر نعمت سے بہرہ ور کیا ہے۔ اُس کے پاس شاداب باغ اور کھیت ہیں۔ بکثرت دولت و مددگار ہیں۔ مگر مغرور و متکبر ہے۔ اپنے جاہ و حشم کو دیکھتا ہے۔ اور پھولا نہیں سماتا۔ اس کے خیال میں یہ عیش و کامرانی دائمی ہے۔ اور آخرت میں بھی بزعم خود عزت و افتخار کا سزاوار ہے۔ وہ اپنے دوسرے خدا پرست ساتھی سے کہتا ہے، میرے پاس شاداب باغات ہیں۔ دولت تم سے زیادہ ہے۔ یہ سب باتیں اس انداز سے کہتا ہے کہ گویا ان تمام نعمتوں کو اُس نے اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔ اور اللہ کے فضل و کرم کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ مومن اور خدا پرست اس کی تمام شیخی کی باتوں کو سنتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ کفر ہے۔ اللہ کے ساتھ اپنے نفس کو شریک ٹھہراتا ہے۔ تمہیں اپنی قوت پر نہیں، بلکہ اللہ کی توفیق پر خوش ہونا چاہیے تھا۔ اور یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ سب کچھ اللہ کی عنایت سے مجھے ملا ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا۔ اُس کا فضل و کرم میرے شامل حال رہے گا تم مجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو، اور تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ مجھے تم سے کہیں زیادہ دولت دے سکتا ہے، اُس کے خزانے سدا معمور رہتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری دولت لُٹ جائے۔ اللہ کا عذاب آ جائے اور تمہارے باغات غارت ہو جائیں۔ چنانچہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو چشم عتاب سے دیکھتے ہیں۔ اور کان کی ان میں اس کا تنزل (باقی ...)

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ
وَلَدًا ۝

اگر تُو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم
دیکھتا ہے ۝

۴۰ - فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا
مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا
مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝

۴۰ - تو شاید میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر
(باغ) دے اور تیرے باغ پر آسمان سے عذاب
بھیج دے اور وہ صبح کو چٹیل میدان ہو جائے ۝

۴۱ - اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ
تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝

۴۱ - یا اس کا پانی سوکھ جائے۔ پھر تُو تلاش سے
بھی اُسے نہ لا سکے ۝

۴۲ - وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ
كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝

۴۲ - اور اس کا پھل گھیر لیا گیا۔ پھر صبح کو اپنی لاگت
پر جو اس میں خرچ کی تھی ہاتھ ملتا اٹھا۔ اور وہ اپنی
چھتریوں پر گرا پڑا تھا۔ اور کہنے لگا۔ کاش کہ
میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ۝

۴۳ - وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝

۴۳ - اور اللہ کے سوا اس کی کوئی جماعت مددگار
نہ ہوئی۔ اور نہ وہ بدلہ ہی لے سکا ۝

خاک میں ملا دیتے ہیں۔ باغ اُجڑ جاتا ہے۔ پھل پھول گر جاتے ہیں۔ سارا خرمن جل جاتا ہے۔ اب وہ کفِ افسوس ملتا ہے اور کہتا ہے اے کاش! میں اپنے رب کی عنایتوں کا معترف ہوتا۔ اور اس دولت و تمول کو دائمی نہ سمجھتا۔

اس مثال میں وہ شخص جو کبر و غرور کا مجسمہ ہے۔ کفارِ مکہ سے ملتا جلتا ہے۔ اور خدا پرست انسان مسلمانوں کا جو اسلام کا نمائندہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔ مکے والو! تمہیں مسکینوں کو بنگاہِ حقارت نہ دیکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ بلندی پر پہنچا دے اور تم تمام آسائشوں سے محروم ہو جاؤ۔ یہ مال و دولت آزمائش کے لیے تمہیں دیا گیا ہے۔ کہ تم کہاں تک اس کے امین ثابت ہوتے ہو۔ جب تم غرور کا اظہار کرو گے۔ اور اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرو گے، تو اللہ تم سے یہ نعمتیں چھین لے گا۔ اور ان لوگوں کو دے دیگا۔ جو اس کے فرمانبردار بندے ہوں گے۔ سو بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوا۔ اللہ نے مکہ والوں سے اقتدار چھین لیا۔ اور مسلمانوں کو عطا کیا جو مسکین مگر خدا کے شکرگزار اور دوست تھے۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے وارث ٹھہرے۔ اور جو تھوڑی سی دولت پر اس درجہ مغرور تھے وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔

یہ اللہ کا قانون ہے کہ وہ حق شناس قوموں کو آگے بڑھاتا ہے اور ان قوموں کو جن کا سرمایۂ عمل محض تعلّی اور بطر ہو۔ گرا دیتا ہے۔ اور فنا کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔

حلِ لغت

غَوْرًا۔ عمق، گہرائی، نیچے اُتر جانا۔
عُرُوْشِهَا۔ جمع عرش، بلند ٹٹی۔

۴۴- ھُنَالِكَ الْوَلَایَۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ ؕ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقْبًا ؕ۰

۴۴- اسی مقام پر سب اختیار سچے اللہ کیلئے ثابت ہے۔ وُہی بدلہ اور ثواب دینے میں بہتر ہے ۰

۴۵- وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ۰

۴۵- اور حیاتِ دُنیا کی مثال تو انھیں سنا۔ وہ پانی کی مانند ہے جو ہم نے آسمان سے نازل کیا۔ پھر اُس میں روئیدگی رل مل گئی پھر کل کو چُورا چُورا ہو گئی۔ اُسے ہوا نے اُڑایا۔ اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے ۰ ف

۴۶- اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۰

۴۶- مال اور بیٹے حیاتِ دُنیا کی زینت ہیں، اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وُہ تیرے ربّ کے پاس ثواب میں اور اُمّید میں بہتر اور خوب ہیں ۰

۴۷- وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَی

۴۷- اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تُو

بَاقِیَاتُ الصَّالِحَات

ف یہ آیت سابقہ تمثیل کا تتمہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو دُنیا کی آب و تاب سے مرعوب ہیں اور آخرت سے غافل، اُن کو بتایا جائے کہ یہ تمہاری حشمت و دولت چند ہی دنوں میں اپنا رنگ کھو بیٹھے گی۔ دُنیا کی مثال کس قدر عمدہ اللہ تعالٰے نے بیان فرمائی ہے۔ کہ جیسے برسات میں ہری ہری گھاس بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی تازگی و شادابی آنکھوں میں ایک سرور پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح دُنیا بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ اور تمہارے لئے سرمایۂ نشاط و بہجت بہم پہنچاتی ہے۔ مگر خزاں میں جس طرح گھاس سُوکھ جاتی ہے۔ پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے۔ اسی طرح دُنیا پر بھی خزاں آتی ہے۔ جس وقت اس کی خوبصورتی اس سے چھن جاتی ہے ۔

آج جو شخص مالدار ہے۔ سرمایہ و دولت میں کھیل رہا ہے، کل مفلس اور تلاشِ نان میں سرگرداں ہے۔ اور ایک جو اس کے پاس نہیں رہتا ۔

بیٹے، اور جوان جہاں باپ کی آنکھوں کا نور ہیں۔ اچانک موت کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان کے چراغ سکون و عیش گُل کر جاتے ہیں۔ یہ ہے دُنیا کی مسرتوں کا انجام ۔

اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر محبت کس چیز سے کی جائے۔ اور کن چیزوں کو دیرپا اور نتیجہ خیز سمجھا جائے ۔

قرآن حکیم فرماتا ہے۔ باقیات الصالحات زیادہ بہتر ہیں، زیادہ نیک انجام ہیں، اور زیادہ مرغوب ۔

یعنی ایسے کام کرو۔ جو باقی رہنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، دُنیا مٹ جائے۔ مگر تمہارے اعمال کے نقوش اس کی لوح سے نہ مٹ سکیں۔ ایسے کام کرو۔ جو قیامت کو زندہ کر دیں۔ تم تو مر کے مر جائیں۔ مگر تمہاری یاد ہمیشہ تمہاری عزت و عظمت کی خبر دے۔ کیونکہ دُنیا میں صرف اعمال ہی باقی رہنے والی چیز ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس صحیح معنوں میں سرمایۂ بہجت و سرور ہو۔ وہ اعمال صالحہ کو اپنا نصب العین بنا لے (باقی بر صفحہ ا)

الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ
نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ

زمین کو کھلی دیکھے گا اور ہم اُن سب کو اُٹھائیں گے
تو ہم اُن میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے

۴۸- وَ عُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ
جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ؗ
بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ
مَّوْعِدًا ۝

۴۸- اور وہ سب صف بستہ تیرے رب کے سامنے پیش
کئے جائیں گے۔ تم ہمارے پاس آئے جیسے ہم نے
تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ
ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ بھی نہ ٹھہرائیں گے۔ ف

۴۹- وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ
يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا
يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ
اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ
وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

۴۹- اور کتاب رکھی جائے گی اُس وقت تو مجرموں کو
دیکھے گا کہ کتاب کے لکھے ہوئے سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ
کہیں گے کہ افسوس ہم پر اس کتاب کا کیا حال ہے کہ
کوئی چھوٹی یا بڑی بات ایسی نہیں جو اس میں درج
نہ ہو۔ اور جو عمل کئے تھے وہ سب اپنے سامنے موجود
پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

۵۰- وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

۵۰- اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو

مال و دولت۔ اور عزت و جاہ عارضی چیزیں ہیں۔ تم جانتے ہو
لاکھوں ... بے شمار افراد زمین کے نیچے مدفون پڑے
ہیں۔ آج انہیں کون جانتا ہے۔
مگر کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں عزت و احترام سے یاد کیا جاتا
ہے ... الات زندہ ہیں۔ باوجود زمانہ کے حوادث
کے لوگوں کے دلوں میں بار بار جاگزیں ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں
جو ... ہیں کہ اس کی اور سے سرفروش سے کبھی گھبرائے نہیں
... اللہ کی رضا کو اپنا نصب العین قرار دیا ... ●

ف

قرآن حکیم ● ... طرز بیان ہے کہ واقعہ کی تصویر کھینچ دیتا
ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم واقعہ کی تمام جزئیات کو اپنی
آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ قیامت اور حشر و نشر کے متعلق جتنی
آیتیں ... ہیں۔ سب اسی اسلوب بیان کی آئینہ دار ہیں۔
اور یہ طرز بیان اس وجہ سے موثر ہے۔ کہ قیامت کے احوال کو پڑھ کر
دل کو ... ہے۔ اور یہ محسوس ہوتا ہے۔ جیسے آپ پر واقعی
قیامت گزر رہی ہے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اور ان
تمام کیفیات کو دیکھ رہے ہیں ●
ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تم ہمارے پاس پہلی حالت میں لائے
جاؤ گے۔ یعنی فطرت میں تمام تکلفات دُنیا میں دھرے کے دھرے
رہ جائیں گے۔ تمہارا خیال یہ تھا۔ کہ ہم کبھی تم کو اپنے ہاں بلائیں
گے۔ اور تمہارے لئے اعمال کے نتیجے کا کوئی وقت مقرر
نہیں۔ مگر آج تمہارا یہ خیال غلط ثابت ہو رہا ہے۔ آج تم ہمارے
حضور میں کھڑے ہو۔ اپنے ... کی فہرست تمہارے ہاتھ
میں ہے۔ اور دیکھ رہے ہو کہ ... سے لے کر بڑے
سے بڑا ... سب اس میں درج ہیں۔ کہو اب کیا
جواب ہے۔ خوب سوچ لو۔ یہ وقت آنے والا ہے اور وہ اتنا
سخت وقت ہوگا کہ کوئی شخص تمہیں ان مشکلات سے مخلصی
نہیں دلا سکے گا۔ اس سے قبل کہ موت کے فرشتے آئیں تمہارا
فرض ہے کہ اپنی آئندہ زندگی پر غور کرو۔ اور زیادہ حسرت
... ●

... کرتے تم

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ
الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ
اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ
مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ
لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ○
۵۱ - مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪
وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ○
۵۲ - وَ یَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ
الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ
مَّوْبِقًا ○
۵۳ - وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ

تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں
سے تھا۔ سو اپنے رب کے فرمان سے نکل بھاگا
پس کیا تم میرے سوا اُس (ابلیس) کو اور اُس کی اولاد
کو دوست ٹھہراتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں
اور ظالموں کا بدلہ بُرا ہے ○
۵۱ - آسمان اور زمین کی پیدائش میں نے اُن (ابلیس اور اس
کی اولاد) کو نہیں دکھلائی اور نہ خود اُن کی پیدائش اُنہیں
دکھلائی اور میں اپنا بازو گمراہ کرنے والوں کو نہیں بنایا کرتا ○
۵۲ - اور جس دن وہ کہے گا، کہ میرے شریکوں کو جو تمہارے
گمان میں تھے اب پکارو، پھر وہ پکاریں گے پھر وہ
اُنہیں جواب نہ دیں گے۔ اور ہم اُن کے درمیان ایک
ہلاکت کی جگہ قائم کریں گے ○
۵۳ - اور مجرم آگ کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ وہ

انسانی فطرت کی بلندیاں!

ف ۱

مشرکین کو بتایا ہے، کہ کم بختو! اپنی فطرت کی بلندیاں کو محسوس کرو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے مسجودِ ملائک بنایا تھا تمہیں اس منصب پر فائز کیا تھا، کہ دنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق تمہارے سامنے جھکے۔ تمام کائنات پر تم حکومت کرو، ذرے سے آفتاب تک سب چیزیں تمہاری مسخر کر دیں۔ تاکہ تم اللہ کی نیابت کے فرائض ادا کرو، اور اس کی عظمت کی گواہی دو۔ مگر تم ہو کہ نفس کی ہوا میں مبتلا ہو۔ شیطان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہو۔ غیر اللہ کی پرستش کو عبادت سمجھتے ہو۔ کیا یہ لوگ جن کو تم عرشِ الوہیت پر بٹھا رہے ہو۔ اللہ کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہے۔ یا زمین کی پیدائش میں ان کا کوئی بہرہ ہے؟ اور جب یہ عام مخلوقات کی طرح محتاج اور مجبور ہیں۔ تو تم کیوں ان کی عبادت کرتے ہو؟ آہ! انسان کس قدر جاہل اور ظالم ہے۔ اتنا بلند مرتبہ ہو کر دوسروں کے آگے جھکنا فرض سمجھتا ہے اور اپنی فطرت سے ناآشنا ہے ○

حلِ لغات

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ۔ مقصد یہ ہے، کہ وہ کائنات کی تخلیق کے وقت شاہد و معاون نہیں تھے جو کہ خدائی اور ساجھے کے مستحق ہوں ○

عَضُدًا۔ بازو، یا معاون ○

مَّوْبِقًا۔ ہلاکت کی جگہ، بعض کے نزدیک یہ جہنم کی ایک وادی ہے یا حصہ ہے جو جہنم کے مختلف طبقات کے بیچ برزخ کا کام دیتا ہے ○

مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

٥٤ - وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

٥٥ - وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ
جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ
اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ
اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

٥٦ - وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا
بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ
اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝

اُس میں گرنا ہے مگر اس سے ہٹ بچنے کا موقع نہ پائیں گے ○

۵۴ - اور ہم نے اس قرآن میں آدمیوں کے (سمجھانے کے) لئے ہر ایک کہاوت کو طرح طرح سے بیان کیا ہے اور آدمی بڑا جھگڑالو ہے ○ ف۱

۵۵ - اور آدمیوں کو جب اُن کے پاس ہدایت (قرآن) آئی تو اُن کو ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار مانگنے سے صرف اسی بات نے روکا کہ اگلوں کی رسم (یعنی قہر الٰہی) اُن پر آ گئے یا اُن کے سامنے عذاب آ کھڑا ہو ○ ف۲

۵۶ - اور ہم رسولوں کو بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا کرتے ہیں۔ اور کافر باطل جھگڑے لا کر جھگڑا کرتے ہیں کہ حق کو باطل سے گرا دیں اور انہوں نے ہماری آیتوں کو اور (ان باتوں کو) جن سے ڈرائے گئے ٹھٹھا ٹھیرا لیا ہے ○

قرآن نسل انسانی کی مشترکہ میراث ہے!

ف۱

قرآن حکیم چونکہ تمام نسل انسانی کی مشترکہ میراث ہے اس لئے اس میں ہر طبقہ اور ہر نوع کے انسانوں کے لئے رشد و ہدایت کا سامان موجود ہے۔ اس میں اُن لوگوں کے لئے بھی تسکین ہے جو حکمت و فلسفہ کے دلدادہ اور جویاں ہیں۔ اور اُن لوگوں کے لئے بھی، جو فلسفہ و حکمت سے زیادہ، رُوحانیت سے شغف رکھتے ہیں۔ طرز بیان میں تخیلات بھی ہیں، خطابت بھی ہے، منطق بھی ہے۔ اور تشبیہات اور استعارے بھی، ترغیب اور ترہیب بھی۔ غرضیکہ فلسفہ قیادت کا کوئی پہلو ایسا نہیں۔ جو اس میں تفصیل کے ساتھ موجود نہ ہو مگر انسان بالطبع جھگڑالو ہے۔ اس لئے اس چشمۂ ہدایت و عرفان سے کماحقہ مستفید نہیں کرتا۔ اور اللہ کی رحمت و فیضان سے محروم رہتا ہے ۔

ف۲

یعنی قرآن کی تعلیمات صداقت اور سچائی پر مبنی ہیں اور یہ منکرین محض تعصب کی وجہ سے ان کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ان کی گمراہی بڑھتی گئی۔ اور عناد و دشمنی نے غیرت حق کو برانگیختہ کر دیا۔ تو اللہ کا قانون مکافات حرکت میں آ جائے گا۔ اور یہ عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکیں گے ۔

حلِّ لُغَات

مَثَلٍ ۔ صفت، حال، داستان، قصہ ۔

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ پہلوں کا سا معاملہ یعنی قانون مکافات ۔

قُبُلًا ۔ سامنے، مقابل ۔

٥٧- وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ
رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا
قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي
قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ
وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ
اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا
اِذًا اَبَدًا ۝
٥٨- وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ
لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا
لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ
لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ
مَوْىِٕلًا ۝
٥٩- وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

٥٧- جو کوئی اپنے رب کی آیتوں سے سمجھایا گیا
اور اُس نے اُن سے منہ موڑا اور اپنے آگے بھیجے ہوئے
اعمال کو بھول گیا۔ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے؟ ہم نے
اُن کے دلوں پر پردہ ڈالا اور کانوں میں گرانی،
تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں۔ اور اب اگر تو اُنہیں ہدایت
کی طرف بلائے، تو وہ کبھی ہدایت پر نہ
آئیں گے ۝ ف١
٥٨- اور تیرا رب بخشنے والا، رحمت والا ہے،
اگر اُن کے کئے پر اُن کا مواخذہ کرے، تو
فوراً اُن پر عذاب بھیج دے۔ بلکہ اُن کے
لئے ایک میعاد ہے اُس سے اِدھر کہیں پناہ کی
جگہ نہ پائیں گے ۝
٥٩- اور یہ بستیاں (سدوم وغیرہ کی) ہیں جنہیں ہم نے

ف١

یہ اُن کی قساوتِ قلبی اور بدبختی کی انتہائی صورت ہے۔ کہ دل مسخ ہو گئے ہیں، اور کانوں میں حق کے لئے قوتِ سماعت نہیں رہی۔

یہ یاد رہے کہ یہ محض ایک اندازِ بیان ہے، ورنہ اعراض و غفلت کی کوتاہیاں ہمیشہ ان سے سرزد ہوئیں۔ انہوں نے خود دلوں کو تعصب و عناد کی تاریکیوں سے آلودہ رکھا، اور کانوں کو حق کی آواز سے ناآشنا۔ اللہ تعالیٰ اس کیفیت تغافل و انکار کو دلوں پر پردہ ڈال دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے۔ ان لوگوں نے کبھی اس بات پر اعتراض نہیں کیا۔ کہ قرآن ہمیں ناقابلِ اصلاح ٹھہراتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ یہ بالکل ہمارے ارادوں کی ترجمانی ہے۔

حلِ لغات

مَوْئِلًا۔ مرجع و ماویٰ۔

ع ۲

لِمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ
مَّوْعِدًا ۵
۶۰- وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ
اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ
اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۵
۶۱- فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا
حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي
الْبَحْرِ سَرَبًا ۵
۶۲- فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا
غَدَآءَنَا ز لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا ۵
۶۳- قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ
فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ

ہلاک کیا جب وہ ظالم ہو گئی تھیں اور ہم نے ان کی
ہلاکت کا وقت مقرر کیا تھا ۵
۶۰- اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ میں برابر
چلوں گا۔ جب تک مجمع بحرین پر نہ پہنچوں۔ خواہ
میں قرنوں تک ہی چلتا جاؤں ۵ ف۱
۶۱- پھر جب دونوں مجمع بحرین پر پہنچ گئے تو دونوں
اپنی مچھلی بھول گئے۔ پھر مچھلی نے دریا میں
سرنگ بنا کر اپنی راہ نکال لی ۵
۶۲- پھر جب دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان
سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ۔ ہم نے اپنے اس سفر
میں تکلیف اٹھائی ہے ۵
۶۳- بولا۔ تو نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام
کیا تھا۔ میں مچھلی بھول گیا۔ اور اس کا ذکر کرنا مجھے

موسیٰؑ اور خضرؑ!

ف۱ حضورؐ سے قبل یہودیوں اور عیسائیوں میں جن مباحث اور قصص کا چرچا تھا۔ اُن میں ایک بحث یہ بھی تھی کہ اصحاب کہف کون تھے۔ موسےٰ اور خضر کا قصہ کیونکر ہے۔ اور ذوالقرنین کے حالات کیا ہیں؟ اس لئے ان کو حضورؐ سے بھی ان مسائل کے متعلق پوچھنا ضروری تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کے علم کے لئے ان قصوں کی حقیقت بیان فرمائی۔ اور نکات و معارف کی جانب اشارہ فرمایا۔ جو اس قصے کے ضمن میں پنہاں ہیں اصحاب کہف کے قصہ میں بتلایا کہ خدا پرستوں کو خدا کیونکر کامیاب و کامران فرماتا ہے۔ اور کیونکر باطل پرستوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اس قصہ میں علم کی وسعت کی جانب ہماری توجہ کو مبذول کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایک نبی اولو العزم پیغمبر بھی باوجود حصول کمالات کے علم کی پہنائیوں سے پوری طرح بہرہ ور نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کے ابتدائی عہد نبوت کا ہے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کو جب تورات نازل ہو چکی۔ اور احکام و فرائض عنایت ہو چکے۔ تو ضرورت تھی کہ ان احکام کا طریق استعمال ان کو بتایا جائے۔ حضرت خضرؑ کے ذریعہ اس ترتیب کا انتظام ہو گیا انہوں نے واقعات کو اس رنگ میں پیش کیا۔ کہ حضرت موسےٰ قضا و فیصلہ کے اسرار و رموز سے آگاہ ہو گئے۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ فیصلہ و قضا کے وقت صرف ظاہری صورت حالات پر بھروسہ کرنا بعض اوقات غلط ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ فیصلہ سے قبل مقدمہ کی ظاہری و باطنی سطح کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا جائے۔

حضرت خضرؑ کے متعلق زیادہ تفصیلات قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ حضرت موسیٰؑ وہی حضرت موسیٰؑ ہیں جو فرعون کے مقابل ہیں۔ اور بنی اسرائیل کی نجات کے داعی ہیں بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ موسیٰ بن میشا بن یوسف ہیں۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے اس کی تغلیط فرمائی ہے۔ بہرحال قصہ کا آغاز یوں ہے کہ حضرت موسیٰؑ (باقی بر صفحہ ۷۱۹)

إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ
سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝
۶۴ - قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا
عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝
۶۵ - فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا
آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ
عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝
۶۶ - قَالَ لَهُ مُوسٰى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى
أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝
۶۷ - قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
۶۸ - وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ
بِهِ خُبْرًا ۝
۶۹ - قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

شیطان ہی نے بھلا دیا۔ اور اُس نے عجب طور سے دریا میں راہ لی ۝
۶۴ - موسیٰ نے کہا یہی وہ جگہ ہے جس کی ہم تلاش میں تھے پھر وہ دونوں اپنے نقش قدم شناخت کرتے پیچھے پلٹے
۶۵ - پھر دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جس پر ہم نے اپنی طرف سے رحمت کی تھی اور اپنے پاس سے ہم نے اُسے علم سکھلایا تھا ۝
۶۶ - موسیٰ نے اُس سے کہا کیا میں اس شرط پر تیری پیروی کروں کہ جو بھلائی تجھے سکھلائی گئی ہے تو مجھے سکھلائے ۝
۶۷ - کہا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر کی طاقت نہ رکھے گا
۶۸ - اور تو کیونکر اس بات پر صبر کرے گا جس کی سمجھ تیرے قابو میں نہیں ۝
۶۹ - کہا ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا،

طلب علم کے لیے سفر کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ایک ملازم ہے۔ اس کے پاس زادِ راہ ہے۔ حضرت موسیٰ کی منزل دور ہے۔ وہ وہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ جہاں دو دریاؤں کا سنگم ہے۔ ملازم سے اثنائے سفر میں جبکہ تھک جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ کھانا لاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت کھانا غائب ہے۔ جب آپ سستانے کے لئے پتھر پر بیٹھے تھے۔ اس وقت مچھلی جھولے میں سے نکل کر پانی میں جا گری۔ اور بھاگ گئی۔ اب کیا پکائیں۔ اور کیا کھائیں حضرت موسیٰؑ کو معلوم تھا کہ یہی وہ مقام ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔ ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا ہوگا۔ کہ جہاں تمہاری مچھلی خود بخود پانی میں جا گرے گی۔ وہی خضر کا مقام ہے چنانچہ حضرت موسیٰ خوشی سے اچھل پڑے آپ نے فرمایا۔ جی تو وہ جگہ ہے۔ جہاں ہم پہنچنا چاہتے ہیں ۔

حلِ لغات

حُقُبًا ۔ حُقُب کی جمع ہے۔ طویل مدت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ حضرت موسیٰ کی طلب صادق کو ظاہر کرتا ہے کہ کیونکر وہ حصول علم کے لئے ساری عمر صرف کر دینے کے لئے تیار ہیں ۔
غَدَآءَنَا ۔ ناشتہ کھانا ۔ نَصَبًا ۔ تھکن، سفر کی کوفت، تھکان ۔ رُشْدًا ۔ بہتری کی بات ۔

وَّلَآ اَعۡصِىۡ لَـكَ اَمۡرًا ○
۷۰- قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـئَلۡنِىۡ عَنۡ
شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَـكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ○
۷۱- فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِى
السَّفِيۡنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَهَا
لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ
شَيۡــًٔـا اِمۡرًا ○
۷۲- قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ○
۷۳- قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ وَلَا
تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا ○
۷۴- فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا
فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ
بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡــًٔـا نُّكۡرًا ○

اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا ○
۷۰- کہا تو اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو کسی بات کا مجھ سے سوال نہ کیجیو جب تک کہ میں اس کا آپ ہی تجھ سے ذکر نہ کروں ○
۷۱- پھر وہ دونوں چلے، تا آنکہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ موسیٰ نے کہا کیا تو نے اس لئے پھاڑ ڈالا کہ کشتی والوں کو ڈبو دے۔ تو نے تو ایک بڑا کام کیا ○ ف۱
۷۲- بولا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا ○
۷۳- کہا میری بھول پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کر اور میرے کام کے سبب میرے سر پر سختی نہ ڈال ○
۷۴- پھر دونوں چلے، تا آنکہ ایک لڑکے سے ملے تو خضر نے اسے مار ڈالا۔ موسیٰ نے کہا کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی جان کے بدلے مار ڈالا۔ یہ تو تو نے نا پسند کام کیا ○

حضرت موسیٰؑ کا تقاضائے اصلاح اور حضرت خضرؑ کی عاقبت اندیشی

ف۱ حضرت موسیٰؑ جب خضرؑ سے ملتے ہیں تو طلب علم کی خواہش ظاہر کرتے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ رہیں۔ اور ان کی صحبت سے استفادہ کریں۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ تعلیم صرف کتابیں پڑھا دینا نہیں بلکہ استاد شاگرد کو ہر لحظہ اپنے ساتھ رکھے۔ اور اس کی دماغی تربیت کا کام قریب سے ہونے دے۔ حضرت خضرؑ کہتے ہیں صبر و برداشت شرط ہے۔ اگر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو جو کچھ بھی دیکھو، اس پر خاموشی سے غور کرنا ہوگا۔ اور جب تک میں تمہیں خود نہ بتاؤں، تم مجھ سے سوالات نہ کرنا۔ مقصد یہ تھا کہ شاگرد پہلے عجیب و غریب حالات کے مشاہدہ کے لئے مستعد ہو جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ شرط منظور کر لی۔ اب استاد اور شاگرد دونوں نے سفر اختیار کیا، کشتی پر پہنچے حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ جس کشتی پر ہم سفر کر رہے ہیں۔ استاد نے اسی کے تختہ کو توڑ دیا ہے۔ یہ دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا۔ اور جذبۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نوجوان ہو گیا۔ اور باوجود شرط کے پوچھ ہی لیا۔ کہ حضرت آپ نے یہ کیا ستم ڈھایا، بے وجہ کشتی کو توڑ دیا۔ حضرت خضرؑ مسکرائے اور کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم خاموشی سے واقعات کا مطالعہ نہ کر سکو گے۔ حضرت موسیٰؑ کو فوراً احساس ندامت ہوا۔ سمجھ گئے کہ آپ صاحب فراست ہیں۔ بلا وجہ حرکت نہ کی ہوگی۔ پھر آگے بڑھے، کشتی سے اترے، دیکھا کہ ایک لڑکا کھیل رہا ہے۔ حضرت خضرؑ نے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ اب حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہو سکا۔ بے قرار ہو کر پوچھا۔ کہ کیوں صاحب بلا قصور ایک بے گناہ و معصوم کو مار ڈالا۔ کہاں کی بھلائی ہے۔ آپ نے یہ بہت برا کام کیا ہے؟

اس قصہ میں دو باتیں بتانا مقصود ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیغمبر میں جذبۂ منع کس قدر جوش کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ وہ نہیں برداشت کر سکتا کہ کسی برائی کا اس کے سامنے ارتکاب کیا جائے۔ وہ ضرور منع کرنے کی کوشش کرے گا۔ گو بھولی ہوں کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ دوسری بات جو بتائی ہے وہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ اس لئے دانا حضرت کا فرض ہے کہ وہ تمام واقعات کو ژرف نگاہی سے دیکھیں۔ اور محض صورت حال سے دھوکا نہ کھائیں۔ تفصیل آئندہ صفحہ میں دیکھئے۔

حل لغات

اِمۡرًا: خطرناک اور بہت اچنبھے کی چیز جو اچانک جب کوئی واقعہ ظاہر ہو

۷۵- قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝

۷۵ - بولا، کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز نہ صبر کر سکے گا ۝

۷۶- قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝

۷۶ - موسیٰ بولا، اگر میں اس کے بعد تجھ سے کوئی بات پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ تو میری طرف سے معذور ہو گا ۝

۷۷- فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝

۷۷ - پھر دونوں چلے اور ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس دونوں آئے اور ان سے کھانا مانگا، انھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کیا، وہاں انھوں نے ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی خضر نے اس دیوار کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ موسیٰ بولا، اگر تو چاہتا تو اس محنت پر ان کو مزدوری لے سکتا تھا ۝ ف۱

۷۸- قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

۷۸ - اس نے کہا اب مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہے، اب میں تجھے اس کا بھید جس پر تو صبر نہ کر سکا، بتاؤں گا ۝ ف۲

۷۹- اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

۷۹ - وہ کشتی چند محتاجوں کی تھی، جو دریا میں کام کرتے

حضرت خضر کا حسن سلوک اور گاؤں والوں کی بدبختی

ف۱ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام طویل مسافت طے کرنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے، بھوک سے بے قرار ہو رہے تھے، گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ یعنی اپنا مہمان بناؤ، انھوں نے اس درخواست سے انکار کر دیا اور شرف مہمان نوازی سے محروم رہے۔ حضرت خضر ان کی اس حرکت سے قطعاً ملول نہ ہوئے۔ اتفاق سے ایک دیوار پر نظر پڑی، دیکھا کہ گرنے کے قریب ہے آپ کھڑے ہوئے اور اس کی تعمیر میں مصروف ہو گئے حضرت موسیٰ نے ٹوکا، اور کہا، گاؤں والے اخلاق کی مبادیات سے بھی ناواقف ہیں اور اس درجہ بداخلاق ہیں کہ مسافر کو ایک وقت کھانا بھی نہیں کھلا سکتے لہٰذا یہ کسی ہمدردی اور حسن سلوک کے مستحق نہیں، آپ کو اگر یہ کام کرنا ہی تھا تو کم از کم اپنی محنت کا معاوضہ تو مانگ لیجئے۔ کیونکہ مزدوری مقرر کر لینے میں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت خضر نے کہا بس اب قسمت ہو چکی کیجئے، آپ کے ساتھ میری نہیں نبھ سکتی۔ لہٰذا مفارقت ہو چکی، اب میں یہ بتائے دیتا ہوں کہ میں نے یہ افعال کیوں کئے اس کے بعد مجھ میں اور آپ میں جدائی ہے۔

اس زمانے میں نہ ہوٹل تھے، نہ آمد و رفت میں آسانیاں تھیں کہ سفر کرنے والے کثرت سے ہوں، اور شہروں میں مسافروں کا ہجوم رہے، اور شدید حادثات کے تحت اگر کوئی شخص سفر اختیار کرتا تو راستے میں جو گاؤں پڑتے وہاں کے لوگ رضا ان کی مہمان نوازی کے لئے تیار رہتے حضرت موسیٰ اور خضر نے انہیں حالات کے تحت اور اسی حق کی بنا پر ضیافت کا مطالبہ کیا۔ مدنہ اس قسم کی استمداد انبیاء کی بلند ہمتی کے یکسر منافی ہے اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء بھی ازدیاد علم کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اور علم کے لئے کوئی آخری حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ علم ایک سمندر ہے ناپیدا کنار، بجز اللہ تعالیٰ کے ہر شخص ہر حالت میں محدود علم کا مالک ہے، اور اسے ضرورت ہے کہ اپنے علم میں اضافہ کرتا رہے۔

خضر کے جوابات

ف۲ ان آیات میں حضرت خضر نے جناب موسیٰ پر ان کو ان کے دوسرے افعال کے باطن کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ منصب نبوت، اور قضا و قدر کے لئے کس قدر گہرے شعور کی ضرورت ہے۔

ضرورت ہے۔ یہ واقعات و حقائق کا ظاہر نظام ان کو کسی جانب لے جاتا ہے۔ اور اس سے غلط نتائج مرتب ہو جاتے ہیں

فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
غَصْبًا ۝
٨٠- وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ
كُفْرًا ۝
٨١- فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝
٨٢- وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ
فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا
وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ
اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا

تھے، سو میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار کر دوں اور اُن
کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی زبردستی
چھین لیتا تھا ۝ ف۱
٨٠- اور وُہ لڑکا جو تھا، تو اُس کے والدین مومن تھے
سو ہم ڈرے کہ کہیں یہ لڑکا سرکشی اور کفر کر کے اُن کو
عاجز نہ کر دے ۝ ف۲
٨١- سو ہم نے ارادہ کیا کہ اُن کا رب اُن کے لئے ستھرائی
اور محبت میں اُس سے بہتر اور زیادہ لگاؤ رکھتا لڑکا بدل دے۔
٨٢- اور وہ ف۳ دیوار جو تھی سو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی،
اور اُس کے نیچے اُن کا خزانہ گڑا تھا۔ اور اُن کا
باپ نیک شخص تھا، سو تیرے رب نے چاہا کہ وہ
دونوں جوان ہو کر اپنا وہ خزانہ تیرے رب کی
رحمت سے (خود) نکالیں۔ اور میں نے یہ

ف۱ حضرت خضرؑ نے بتایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اُن غریب ملاحوں کے لئے بہر حال وسیلۂ روزگار بنی ہے۔ اب یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ اگر آگے ہو کر وہ راستا ہی اپنے لئے مخصوص کر لے۔ اُن مسکینوں کی گذر بسر اس کشتی کے ذریعے پر تھی۔ اُس وقت کا بادشاہ ظالم اور غاصب تھا۔ وہ ہر اچھی چیز ہتھیا لیتا۔ اور اپنے لئے مخصوص کر لیتا۔

ف۲ لڑکے کو اس لئے اٹھا لیا کہ اُس کے والدین نیک اور صالح تھے اس کی چال چلن اور قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑا ہو کر کفر و سرکشی کا پیکر ہو گا۔ والدین کو سخت مصیبت میں ڈال دیگا۔ اس لئے اُس کی زندگی سے محروم ہو جانا والدین کے لئے خیر و برکت کا موجب تھا۔ یہاں یہ سوال ہے کہ کسی شخص کے متعلق اس قسم کا آخری فیصلہ عام انسان نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰؑ بھی ظاہراً اس واقعہ کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ اس کے لئے خضرؑ کی سی نگاہیں چاہئیں۔ جو مستقبل کی تاریکیوں کو حال کی روشنی میں دیکھ سکیں۔

ف۳ دیوار کے متعلق بتایا کہ اس کے نیچے یتیموں کا ایک خزانہ مخفی تھا اگر اس کو گرنے سے دیا جاتا، تو لوگ یتیموں کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی لے جاتے۔ اور اس طرح وہ ایک بہت ضروری امانت سے محروم رہتے۔

بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ جس طرح حضرت خضرؑ کا الہام موسیٰؑ کی شریعت کے بظاہر مخالف تھا۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اولیاء اللہ کا الہام شریعت ظاہری شرع کے مخالف ہو۔ اور حقیقت میں درست ہو۔

یہ استدلال غلط ہے۔ حضرت خضرؑ کے الہامات بالکل موسوی شریعت کے مطابق تھے۔ بات صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ نے دقّتِ نظر سے کام نہیں لیا۔ اور واقعات کا مقصد محض یہ سمجھا کہ اُس کا تعلق ظواہر سے ہے۔ خضرؑ نے انہیں بتایا کہ یہ درست نہیں۔ شریعت ظاہر و باطن کی محتوی ہوتی ہے۔ چیز وہ ہے جس کی نگاہ واقعات اور حقائق کی گہرائیوں تک پہنچے۔

حلِّ لغات

يُرْهِقَهُمَا۔ ارہاق سے ہے۔ جس کے معنی بلوغ کی حد تک پہنچنے اور دشوار کرنے کے ہیں۔

زَكٰوةً۔ اخلاق کی پاکیزگی۔ پاک طینتی۔

رُحْمًا۔ ہمدردی۔

فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ
مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ○
۸۳ - وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ
قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ○
۸۴ - اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ
مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ۙ○
۸۵ - فَاَتْبَعَ سَبَبًا ○
۸۶ - حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا
قَوْمًا ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ
تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ○
۸۷ - قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ
ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

کام اپنی طرف سے نہیں کیا، یہ اس کا بھید ہے
جس پر تو صبر نہ کر سکا ○
۸۳ - اور وہ (یہود) تجھ سے اے محمدؐ ذوالقرنین کا حال پوچھتے
ہیں تو کہہ اب اس کا ذکر میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں ○
۸۴ - ہم نے اُسے زمین میں قدرت دی اور ہر شے کا
سامان بھی اُسے دیا ○ ف۱
۸۵ - پھر وہ ایک راہ پر چلا ○
۸۶ - یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پر جا پہنچا تو
اس نے سورج کو کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہوا پایا۔ اور وہاں
اُس نے ایک قوم کو دیکھا ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو (ان کو)
عذاب دے یا ان میں خوبی رکھ دے ○
۸۷ - بولا جو کوئی ظالم ہے ہم اُسے عذاب دیں گے
پھر وہ اپنے رب کی طرف جائے گا، اور وہ بھی اُسے

ف۱

قرآن حکیم نے بتایا ہے۔ کہ یہودیوں کے تعلقات مشرکین کہ سے بہت زیادہ تھے۔ بنا بریں مشرکین کہ ان سے اسلام کے متعلق اعتراضات پوچھتے رہتے۔ انھوں نے کہا ہوگا پیغمبر اسلام سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرو۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس کا مبلغ علم کیا ہے۔
چنانچہ انھوں نے حضورؐ سے پوچھا۔ یہ آیات جواباً میں نازل ہوئیں۔
قرآن حکیم کا مخصوص طرز بیان ہے، کہ وہ غیر ضروری تفصیلات کو چھوڑ دیتا ہے اور قصے کے صرف اس حصہ کو بیان کرتا ہے جس کا تعلق انسانی رشد و ہدایت سے ہے۔
چنانچہ قرآن حکیم نے بتایا، کہ خدائے تعالیٰ نے اُسے وسیع اقتدار دے رکھا تھا۔ وہ بہت بڑا فاتح تھا۔ اس کا شوق جہانبانی اُسے سمندر کے کنارے تک لے گیا۔ جہاں اس نے سورج کو دیکھا، کہ گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔ یعنی وہ خشکی سے بہت دور ہے۔ وہاں ایک قوم آباد تھی۔ اس نے درخواست کی کہ ہم سے ظالمانہ سلوک نہ کیا جائے۔ ہم مروت اور احسان کے خواہشمند ہیں۔ ذوالقرنین نے انہیں تسلی دی۔ اور کہا، تم ظلم دکھاؤ۔ میں نیکوکاروں سے نیک سلوک کروں گا۔

حلِّ لغات

ذُو الْقَرْنَیْن۔ قرن وسعت یا حصہ اقتدار سے تعبیر ہے۔ حضورؐ نے حضرت سے کہا تھا۔ اِنَّ لَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَاَنْتَ ذُوْ قَرْنَیْهَا۔
مَكَّنَّا۔ تمکنت سے ہے جس کے معنی قدرت اور توانگری کے ہیں۔
تَغْرُبُ۔ مراد یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ اسی لئے وَجَدَهَا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

نُكْرًا ○
٨٨ - وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ
جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ
اَمْرِنَا يُسْرًا ○
٨٩ - ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ○
٩٠ - حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ
دُوْنِهَا سِتْرًا ○
٩١ - كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ○
٩٢ - ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ○
٩٣ - حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ
مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
قَوْلًا ○

سخت عذاب دے گا ○
٨٨ - اور جو کوئی ایمان لایا اور نیک کام کئے، اس کے لئے اچھا بدلہ ہے۔ اور ہم اسے اپنے کام میں آسان بات کہیں گے ○
٨٩ - پھر ایک اور راہ (یعنی منزل) چلا ○
٩٠ - یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ جا پہنچا تو اس نے اس کو ایسے لوگوں پر طلوع ہوتے پایا، جن کے لئے ہم نے سورج کے ورے کچھ پردہ ہی نہ رکھا تھا ○
٩١ - یوں ہی ہے۔ اور اس کے پاس کی خبر جو ہے ہمارے قابو میں آ چکی ہے ○
٩٢ - پھر وہ ایک اور راہ چلا ○ ف۱
٩٣ - یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان جا پہنچا، تو ان دو دیواروں سے اس طرف اس نے ایک قوم کو پایا، جو بات نہیں سمجھتے تھے ○

معیارِ حکمرانی

ف۱ مغرب میں فتوحات کے بعد جب ذوالقرنین نے مشرق کا رخ کیا، تو وہاں ایک خانہ بدوش قوم پائی، یہ لوگ ننگے رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ دوسری جانب بڑھا۔ یہاں دونوں طرف پہاڑ تھے۔ اور درمیان میں ایک درہ تھا۔ یہاں کچھ لوگ آباد تھے۔ انھوں نے اپنی زبان میں کہا۔ جسے ذوالقرنین نہیں سمجھتے تھے۔ کہ یاجوج ماجوج کی قومیں ہمارے ہاں آکر لوٹ مار کرتی ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں؟ تاکہ ہم ان کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ ہم اس کام کے معاوضہ بھی آپ کو ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ تمہارے روپے پیسے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر تم میرا ساتھ دو، تو میں ایک مضبوط دیوار تعمیر کر سکتا ہوں، جس پر یاجوج و ماجوج کی قومیں غالب نہ آسکیں گی۔ چنانچہ ذوالقرنین نے ان کی اعانت سے ایک دیوار تعمیر کرا دی۔ اور ان کو ہمیشہ کے لئے بیرونی حملے سے محفوظ کر دیا۔

ذوالقرنین کون تھا؟ اس کی تعمیر کردہ دیوار کہاں ہے؟ یاجوج و ماجوج کن قوموں کا نام ہے؟ اس قسم کے سوالات ہیں۔ جن کا جواب تفسیر سے متعلق نہیں، تاریخ سے متعلق ہے۔

قرآن کا مقصد یہ بتانا ہے، کہ ذوالقرنین نہایت نیک اور صالح بادشاہ تھا۔ وہ صرف فاتح نہ تھا۔ بلکہ نوع انسانی کا سچا ہمدرد بھی تھا۔ وہ فتوحات کی وسعت کے ساتھ ایمان اور مخلوق کے دلوں کی تسخیر کرنے والا بھی تھا۔ وہ صرف بادشاہ نہ تھا۔ بلکہ نیک خصال اور مصلح انسان تھا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ بادشاہ کے فرائض کیا ہیں۔ بادشاہ وہ نہیں، جو رعیت کے مال و دولت پر غاصبانہ قبضہ جما لے، اور عیش کرے (باقی بر صفحہ ۷۲۵)

۹۴- قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ
خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ
سَدًّا ○
۹۵- قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○
۹۶- اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى
بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى
اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ
عَلَيْهِ قِطْرًا ○
۹۷- فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا
لَهٗ نَقْبًا ○
۹۸- قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ

۹۴- وہ بولے، اے ذوالقرنین! یاجوج و ماجوج زمین
میں (بڑے) فسادی ہیں۔ پس کیا ہم تجھے اس شرط
پر خراج دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار
بنا دے ○
۹۵- بولا جو میرے رب نے مجھے مقدور دیا ہے وہ بہتر ہے سو تم محنت میں
میری مدد کرو کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں ○
۹۶- تم لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ۔ یہاں تک کہ جب ان
دونوں پہاڑوں کے درمیان کا میدان لوہے سے بھر کر برابر کر دیا
تو ذوالقرنین نے کہا تم سب دھونکو۔ یہاں تک کہ جب لوہا سب آگ کر دیا
تو ذوالقرنین نے کہا کہ پگھلا ہوا تانبا میرے پاس لاؤ کہ اس کے اوپر ڈال دوں ○
۹۷- پھر ان (یاجوج ماجوج) کو طاقت نہ ہوئی کہ اس پر چڑھ سکیں
اور اس میں سوراخ بھی کر سکے ○
۹۸- کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا

(بقیہ حاشیہ)

بادشاہ وہ ہے۔ جو رعایا کا خادم ہو۔ اور جو غرض
محض ذاتی منفعت سے متاثر ہو کر محکوموں کی فلاح و
بہبود کے متعلق سوچے۔ یہ وہ معیار حکمرانی ہے جس کو
بادشاہوں کے سامنے قرآن پیش کرتا ہے۔ اور
مطالبہ کرتا ہے کہ خدمت اور اصلاح کو دستور العمل
بناؤ۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی دلوں میں پیدا کرو
تاکہ تمہاری حکومت لوگوں کے لئے خیر و برکت کا موجب
ہو۔ وہ حکمرانی اور سلطنت باہم متراوف جنگیں ہوں گی
جو ہرگز قابل تعریف نہیں ہو سکتیں ●

حلِّ لغات

خَرْجًا - خرچ - محصول ●
رَدْمًا - مضبوط دیوار ●
قِطْرًا - پگھلا ہوا تانبہ ●
نَقْبًا - سوراخ، نقب اسی سے ہے ●

وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ
رَبِّيْ حَقًّا ۝
٩٩- وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ
بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝
١٠٠- وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ
عَرْضَا ۝
١٠١- الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ
ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝
١٠٢- اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا
عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۚ اِنَّآ
اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝
١٠٣- قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝
١٠٤- اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وعدہ آئے گا۔ وہ اس دیوار کو ڈھا دے گا۔ اور میرے
رب کا وعدہ سچا ہے ۝
٩٩- اور اس دن ہم بعض کو بعض میں موجیں مارتا چھوڑ دیں گے
اور نرسنگا پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے ۝
١٠٠- اور اس دن ہم کافروں کے سامنے جہنم پیش
کریں گے ۝ ف۱
١٠١- جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے پردہ میں تھیں
اور وہ سُن نہ سکتے تھے ۝
١٠٢- کیا کافر سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو
حمایتی ٹھہرائیں؟ ہم نے کافروں کی مہمانی کے
لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ۝ ف۲
١٠٣- تُو کہہ کیا ہم تمہیں بتلائیں کہ اعمال میں زیادہ نقصان کار کون ہے ۝
١٠٤- وہ جن کی کوشش حیاتِ دنیا میں اکارت گئی

ف۱

ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کی تفصیلات کے بعد موعدِ حشر کی جانب توجہ مبذول فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اصل مکافاتِ عمل کے لئے حشر ہے۔ قیامت کا وعدہ سچا ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا۔ جب سب لوگ خدا کے حضور میں جمع ہوں گے۔ اور مکافاتِ عمل کی بنا پر انہیں اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا۔ اُس وقت منکرینِ حق جن کی آنکھیں حقائق سے بے نور ہیں، جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ آج جو اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اُس کا نام سُننا بھی گراں بارِ گوش معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ بصیرت سے محروم ہیں۔ اس دن پچھتائیں گے۔ ولات حین مناص •

ف۲ یعنی تعجب کی بات یہ ہے کہ مشرک ان لوگوں کو پکارتے ہیں۔ جو میرے بندے ہیں۔ اور جنہیں اپنی بندگی پر ناز ہے۔ کیا ان سے یہ لوگ چارہ سازی کی اُمید رکھتے ہیں؟ کیا ان کا خیال ہے۔ کہ یہ لوگ ان کی خاطر طوقِ عبودیت اُتار پھینکیں گے۔ اور مسندِ الوہیت پر بیٹھ جائیں گے۔ فرمایا ان کا یہ خیال محض وہم ہے۔ مخلص بندے ان کی مشرکانہ حرکات سے بیزار ہیں •

حلِ لغات

نُزُلًا۔ ضیافت، مہمانی۔ بطور طنز و تہکم کے ہے •

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ○
اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں ○ ف۱

۱۰۵- أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ○
۱۰۵- وہی اپنے رب کی آیتوں اور اس کی ملاقات کے منکر ہیں سو ان کے اعمال اکارت ہوئے سو ہم ان کے لیے قیامت کے دن تول قائم نہ کریں گے ○

۱۰۶- ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ○
۱۰۶- یہ ان کا بدلہ جہنم ہے اس سبب کہ وہ کافر ہوئے اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا ٹھہرایا ○

۱۰۷- إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ○
۱۰۷- جو ایمان لائے اور نیک کام کیے، ان کی مہمانی کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ ہیں ○ ف۲

۱۰۸- خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ○
۱۰۸- ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کو جگہ بدلنا نہ چاہیں گے ○

۱۰۹- قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ○
۱۰۹- تو کہہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کو سمندر سیاہی بن جائے، تو میرے رب کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر خرچ ہو جائے گا، اور اگرچہ ہم ویسا ہی ایک اور سمندر مدد میں لائیں ○ ف۳

اعمال کے متعلق اسلام کا فلسفہ!

ف۱ خود فریبی کی انتہا ہے کہ انسان برائی کا ارتکاب کرے اور پھر یہ یقین رکھے کہ اس کا دامن بدستور گناہ سے آلودہ نہیں ہوا۔ اور اپنے اعمال میں حق بجانب ہے۔ اس قسم کے لوگ نہایت درجہ کے بدبخت اور شقی ہیں۔ ان سے توبہ و انابت کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ یہ معصیت کو ثواب اور شر کو خیر سمجھتے ہیں۔ ان کا زاویۂ نگاہ بدل چکا ہے۔ اور یہ فطرت کی استعداد کھو چکے ہیں۔ اس لئے ان کے اعمال اکارت جائیں گے۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ وہ اعمال کے تعداد اور افعال کے حجم کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کی نظر نصب العین پر پڑتی ہے۔ جو شخص بلند نصب العین کو اپنے اعمال و افعال کا محور قرار دیتا ہے۔ وہ اسلام کی اصطلاح میں نیک ہے اور جو کوئی نصب العین نہیں رکھتا۔ جس کا ذلیل مطمح نظر ہوتا ہے اس کا ہر عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

ف۲ مکذبین کا انجام واضح کرنے کے بعد اب مومنین کا مآل بتایا ہے کہ ان کا مقام فردوس ہے جس میں یہ لوگ ابدی زندگی بسر کریں گے۔

کفار کے لئے نُزُل کے لفظ کو بطور طنز کے استعمال فرمایا تھا۔ یہاں مومنوں کے لئے بھی ضیافت ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود ابدی زندگی کے خاطر مدارات میں ہر طرح تنوع ہوگا۔ اور یہ لوگ جنت میں اس طرح آرام و آسائش سے رہیں گے جس طرح کوئی عزیز مہمان رہتا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مہمان کا درجہ کتنا بلند ہوگا۔

خدا کا علم

ف۳ اس سورۃ میں اصحاب کہف، موسیٰ و خضر، اور ذوالقرنین کے قصوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے حکم و معارف کے دریا بہائے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ کیونکر حق و صداقت کے لئے ثبات، دوام مقدرات میں ہے۔ اور اللہ کا علم کس قدر وسیع و متنوع ہے کہ موسیٰ و خضر دونوں اس بحر بیکراں سے مستفید کرتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ حکمرانی اور طاقت بخشی میرے اختیار میں ہے۔ میں جسے چاہوں سرفراز کروں اور جسے چاہوں چشم زدن میں قیامت کے گھاٹ اتار دوں۔ (باقی برصفحہ ۴۳۸)

حل لغات: وزنا - تول۔ فردوس - جنت۔ حولا - جگہ بدلنا۔

۱۱۰- قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ
اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ
رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ ع ۳

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۹۸) رُكُوْعَاتُهَا (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

۱- كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ
عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝

۲- اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝

۳- قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ
وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ

۱۱۰- تو کہہ، میں بھی آدمی ہوں تمہاری مانند میری طرف
وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود فقط ایک معبود ہے پس
جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے اس کو چاہئے
کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں
کسی کو شریک نہ بنائے ۝

سُورۂ مریم

مکی ـــ آیتیں ۹۸ ـــ رکوع ۶

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۝

۱- کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ تیرے رب کی رحمت کا بیان ہے
اس کے بندہ زکریا پر ۝ ف۱

۲- جب اس نے اپنے رب کو ہلکی آواز سے پکارا ۝

۳- بولا، اے رب میرے بدن کی ہڈیاں سست ہو گئیں
اور سر سے بڑھاپے کا شعلہ بھڑک اٹھا اور میں کبھی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی وسعتِ علم اور عظمت شان کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بتایا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میرا علم انبیاء اور ان ہی کتابوں تک محدود ہے۔ تم میرے علم کی وسعتوں کو نہیں پا سکتے یہ قصے، ارشاد و ہدایت کے طریقے، اور دوزخ اور جنت کی تفصیلات تو بقدرِ ضرورت تم کو بتا دی گئی ہیں۔ ورنہ میری بے شمار عجائبات قدرت ہیں اور بے انتہا الطاف و کرم اور جود و عطا۔ جن کی تعبیر کے لئے تمہارے پاس الفاظ تک نہیں۔ میری صفات بے حد کے سامنے سمندر ایک قطرہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے اب تک جو کچھ اللہ تعالیٰ کے متعلق بتایا ہے۔ اور ہمارے علوم نے جس حد تک ترقی کی ہے۔ اور فطرت کے چہرے سے نقاب اٹھائے ہیں وہ ذاتِ حق کے بارہ میں انسان جو کچھ سمجھا ہے۔ محض بقدرِ ظرف و استعداد کے ہے۔ ورنہ ذاتِ باری اور اس کے لامحدود قوانین کے متعلق ہم ہم نہیں جانتے ہیں۔ وہ بڑا وسیع ہے۔ ہمارا علم محدود ہے۔ اور وہ ذاتِ اقدس لامحدود۔ اسی لئے فرمایا ہے فخر دو عالم خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ۔

اللہ کے اندازہ ہائے بخشش!

ف۱ سورۂ مریم کا آغاز جس واقعہ سے کیا ہے۔ حقیقت میں یہ سابقہ آیت کی تفسیر ہے۔ جس میں بتایا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا کوئی مقررہ متعین اندازہ نہیں۔ ہم اس کی وسعتوں کا صحیح صحیح جائزہ نہیں لے سکتے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کی بخششیں کن طریقوں اور واسطوں سے ہوتی ہیں۔ ہمارا علم محدود ہے تو اس کے دینے اور بخشنے کے انداز لامحدود ہیں۔

حل لغات

وَهَنَ الْعَظْمُ۔ ضعف و ناتوانی سے تعبیر ہے۔ کیونکہ بڑھاپے میں ہڈیوں میں قوت حیات کم ہو جاتی ہے۔

وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ۔ بالوں کی سفیدی کو شعلہ زنی سے تشبیہ دینا کمال بلاغت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بالکل اچھوتی تشبیہ ہے۔

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○

۵ - وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِي
وَكَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○

۶ - يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوبَ
وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ○

۷ - يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ
يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا ○

۸ - قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَّ
كَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ
مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ○

۹ - قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ

تجھ سے اے رب دعا کر کے محروم نہیں رہا ○

۵ - اور میں اپنے بعد والوں سے ڈرتا ہوں، اور میری عورت بانجھ ہے۔ سو تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث بخش ○ ف۱

۶ - جو میرا وارث ہو اور اولادِ یعقوب کا بھی وارث ہو، اور اے رب اسے پسندیدہ کر ○

۷ - اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے کسی کو بھی اس کا ہم نام نہیں کیا ○ ف۲

۸ - بولا، اے رب میرے لڑکا کیونکر ہوگا، حالانکہ میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا یہاں تک کہ اکڑ گیا (یعنی سوکھ گیا) ○

۹ - فرمایا، یوں ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ کام مجھ

ف۱

واقعہ یہ ہے کہ حضرت زکریا جب بوڑھے ہو گئے، اور دیکھا کہ قوم ابھی اصلاح و ہدایت کی محتاج ہے اور یہ بھی دیکھا کہ ان کے بعد ان کا کوئی اہل جانشین نہیں، جو ان کے کام کو سنبھال سکے۔ تو بیٹے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ اللہ سے دعا مانگی اور کہا۔ خدایا میں کمزور اور بہت بوڑھا ہو گیا ہوں، بیوی نے بھی صلاحیت اولاد کو ختم کر دیا ہے۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی مخالفت سے ڈرتا ہوں، کہ کہیں عمر بھر کی یہ تبلیغ رائیگاں نہ ہو جائے۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ میرے بعد نیک اور مستعد اولاد ہو۔ جو اس بار عظیم کو اچھے کندھوں پر اٹھا لے۔ اور میں دین کی جانب سے بالکل مطمئن ہو کر دنیا سے رخصت ہوں۔ ساتھ ہی مشکل بھی ہے کہ بیوی بانجھ ہے اور خود بڑھاپے میں ہوں!

ف۲

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ دعا قبول ہے۔ تیرے ہاں لڑکا ہوگا اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ بڑا سعادت مند اور تام و تمام ہوگا۔ زکریا حیران ہو جاتے ہیں۔ اور فرطِ حیرت سے پوچھتے ہیں۔ کیا ان ظاہری موانع کے باوجود بھی مجھے اولاد عطا کی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہاں، میرے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں ایسا ہی ہوگا۔ غور فرمائیے۔ کیا واقعی اس کی صفات لامحدود نہیں۔ اب تک یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ اولاد کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب انسان اس وقت معین سے تجاوز کر جائے تو اولاد سے مایوس ہو جانا چاہئے مگر اللہ تعالیٰ کی گوناگوں حکمتوں نے ثابت کر دیا۔ کہ اس کے ارادے اور بخشش کو ہم اپنے محدود علم میں نہیں لا سکتے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انسان کو کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی بخششوں کا امیدوار رہنا چاہئے۔

حلِ لغات

عاقراً۔ عقر کے معنے چلنے سے باز رکھنے اور مجبور کر دینے اور ویران و معطل کرنے کے ہیں۔ یہاں مطلب ہے۔ بیوی ناقابل اولاد ہے۔

رضیاً۔ خوش آئند اور پسندیدہ خو۔

هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ
تَكُ شَيْـًٔا ۝

آسان ہے اور میں نے تجھے پہلے بنایا، اور
کچھ چیز نہ تھا ۝

١٠- قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ
سَوِيًّا ۝

١٠- بولا، اے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر۔
کہا، تیری نشانی یہ ہے کہ تو چنگا بھلا لوگوں سے تین رات
بول نہ سکے گا ۝

١١- فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ
فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ
عَشِـيًّا ۝

١١- پھر وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا
پھر ان کی طرف اشارہ کیا، کہ صبح اور شام تسبیح کرتے
رہو ۝ ف١

١٢- يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ
الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝

١٢- اے یحییٰ زور سے کتاب تھام لے، اور ہم نے
طفلی میں اسے حکم دیا (یعنی نبوت) ۝

١٣- وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ
تَقِيًّا ۝

١٣- اور اپنی طرف سے شفقت اور ستھرائی (بھی) اور وہ
پرہیزگار تھا ۝ ف٢

١٤- وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝

١٤- اور اپنے والدین سے نیکی کرتا تھا اور سرکش نافرمان نہ تھا ۝

انسانی تقاضے

ف١ [اللہ تع]الیٰ نے حضرت زکریا کی سن لی۔ اور ان کو بشارت دی ... ہیں لہٰذا ایک سعادت مند لڑکا ہوگا۔ حضرت زکریا نے فرمایا ... باپ میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد ... ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ۔ کہ اس قسم کے خرق عادات جلوے [میرے] لئے کچھ بھی دشوار نہیں۔ حضرت زکریا اس جواب سے گو مطمئن ہو گئے مگر تقاضائے بشریت سے مزید تسلی کے لئے پوچھا کہ اس وقت سعادت کی علامتیں کیا ہوں گی؟ کیونکہ انبیاء جہاں نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں اور تائید الٰہی سے نوازے جاتے ہیں۔ وہاں بشری تقاضے بھی ان میں موجود رہتے ہیں۔ اور قدرتاً ان کے دل میں بھی یہی سوالات پیدا ہوتے ہیں جو ایک انسان کے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عدم تکلم علامت ہے۔ عدم تکلم کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت زکریا سے ان دنوں گفتگو کی قوت سلب کر لی جائے۔ اور وہ لوگوں سے مخاطب نہ ہو سکیں۔ اور دوسری یہ کہ خود گفتگو سے پرہیز کریں۔ اور ایک قسم کا روزہ رکھیں۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ ان اوقات میں حضرت زکریا اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف رہیں۔

نیک اولاد

ف٢ حضرت یحییٰ ... ہوئے۔ بڑے باپ کی آغوش دعا میں تربیت پائی۔ سن رشد کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب کتاب رسالت کو قوت کے ساتھ تھام لو اور صبر و استقلال کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہو جاؤ ... اس کے بعد ان کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ لڑکپن ہی سے سمجھدار تھے۔ نرم دل اور پاکیزہ اعمال تھے۔ پرہیزگار تھے۔ والدین کے اطاعت گزار تھے۔ طبیعت میں سرکشی و بغاوت کا عنصر قطعاً موجود نہ تھا۔

درحقیقت ان اوصاف کا پیغمبر کی ذات میں نبوت سے قبل جمع ہونا ضروری ہے۔ تاکہ آگے چل کر وہ دنیا کے لئے خیر و برکت کا باعث ہو سکے۔

حل لغات

المحراب۔ زاویۂ عبادت۔ یا حجرہ۔

۱۵- وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝	۱۵- اور سلام ہے اُس پر جس دن وہ پیدا ہُوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن جی کر اُٹھ کھڑا ہوگا ۝
۱۶- وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝	۱۶- اور کتاب (قرآن) میں مریم کو یاد کر، جب وہ اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں الگ ہو بیٹھی ۝
۱۷- فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝	۱۷- پھر اُن کی طرف سے ایک پردہ ڈال لیا، تو ہم نے اُس کی طرف اپنی رُوح کو بھیجا، پھر وہ ہماری رُوح پورا انسان بن کر اُس کے سامنے آیا
۱۸- قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝	۱۸- مریم نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تُو پرہیزگار ہے ۝ ف۱
۱۹- قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝	۱۹- کہا، میں تو تیرے ربّ کا بھیجا ہُوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں ۝
۲۰- قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝	۲۰- وہ بولی، میرے لڑکا کیونکر ہوگا، اور کسی آدمی نے مجھے نہیں چھُوا، اور میں ہرگز بدکار بھی نہیں ۝
۲۱- قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ	۲۱- بولا، یُوں ہی ہوگا۔ تیرے ربّ نے کہا ہے یہ کام مجھ پر

مسیح کا تولّد!

ف۱ ان آیات میں حسبِ ذیل نکات کا ذکر ہے۔

۱۔ حضرت مریمؑ کا کسی جنسی یا غیر جنسی ضرورت کے لیے خلوت اختیار کرنا۔

۲۔ جبریلؑ کا انسانی شکل میں نمودار ہونا۔ اور حضرت مریمؑ کا اظہارِ پاکبازی اُن سے اپنے خوف کا اظہار کرنا۔

۳۔ جبریلؑ کا فرمانا، کہ میں ایک خاص ضرورت سے آیا ہوں، یعنی تم کو پاکباز لڑکے کی خوشخبری سُناؤں۔

۴۔ مریمؑ کا اظہارِ تعجب کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے، جبکہ میں شادی شدہ نہیں ہوں، اور کسی مرد سے میرا کبھی تعلق ہُوا۔

۵۔ جبریلؑ کا فرمانا کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل سہل ہے، وہ حالات کے اظہار پیدا کر سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ انداز بیان بغیر کسی معنی یا تعبیر پر دلالت کرتا ہے۔ شادی کا یہاں سوال نہیں۔ جیسا کہ بعض کرتا ہے لوگوں نے سمجھا ہے۔ فرشتے کا خلوت میں ملنا، اور جنسی خواہشات کے وقت اس کے معنے یہ ہیں کہ اس وقت تخیل پر خوشخبری زیادہ اثر انداز ہو سکتی ہے۔

مریمؑ کا انکار و تعجب اس لیے ہے، کہ وہ شادی شدہ ہے، اور نہ کلیسا کے شروط کے مطابق شادی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کَذٰلِكِ فرمانا، اس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود شادی شدہ نہ ہونے کے ایسا ہوگا۔ تاکہ مادہ پرست یہودی ابتدا ہی سے مسیح سے متاثر ہو جائیں۔

واقعات کا یہ رنگ بتاتا ہے۔ کہ یہ چیزیں بالکل بطور خرقِ عادت کے ہیں۔ عام واقعات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادرِ مطلق مان لینے کے بعد قدرت کی وسعتوں کو خاص صورتوں اور شکلوں میں محدود سمجھ لینا نادانی ہے۔ اللہ چاہے تو آسمان سے انسان برسا سکتا ہے۔ زمین سے پیدا کر سکتا ہے۔ وہ پہاڑوں کی صلابت کو روئی کی سی نرمی سے تبدیل کر دے، تو کون مانع ہو سکتا ہے۔ پھر ایک عورت کے پیٹ سے بچّے کا تولّد کیوں حیرت انگیز ہو؟

خدا کے کام تو قوانین پر نہیں ہوتے — ابوالبشر ہونے کے بے ماں و پدر پیدا۔

هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً
مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝
۲۲- فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِۦ مَكَانًا قَصِيًّا ۝
۲۳- فَأَجَآءَهَا ٱلْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ ۚ
قَالَتْ يَٰلَيْتَنِى مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ
نَسْيًا مَّنسِيًّا ۝
۲۴- فَنَادَىٰهَا مِن تَحْتِهَآ أَلَّا تَحْزَنِى قَدْ
جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝
۲۵- وَهُزِّىٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ
عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝
۲۶- فَكُلِى وَٱشْرَبِى وَقَرِّى عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ
مِنَ ٱلْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِىٓ إِنِّى نَذَرْتُ
لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ ٱلْيَوْمَ

آسان ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کو لوگوں کے لئے نشانی
اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ بات پہلے سے طے شدہ ہے
۲۲- پھر مریم اس کے ساتھ حاملہ ہو گئی پھر وہ اسے لے کر کسی دور کے مکان میں چلی گئی
۲۳- پھر جننے کا درد اسے ایک کھجور کی جڑ کے پاس لے آیا۔
بولی، کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکتی، اور بھولی بسری
ہو جاتی ○ ف
۲۴- پھر اس کے نیچے سے اس نے اس کو آواز دی کہ غم نہ کھا
تیرے رب نے تیرے نیچے ایک پانی کا چشمہ جاری کیا ہے ○
۲۵- اور تو اپنی طرف کھجور کا تنہ ہلا۔ تجھ پر پکی کھجوریں
گریں گی ○
۲۶- سو کھا، اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ اور جو تو کسی
آدمی کو دیکھے تو کہیو کہ میں نے خدا کے لئے روزہ کی
منت مانی ہے۔ سو آج میں ہرگز کسی آدمی سے

بغیر باپ تولید کے امکانات

ف اللہ تعالیٰ کو جب یہ منظور ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو بطور خرق عادت کے پیدا کرے تو پہلے حضرت مریم کو اس کی اطلاع دی۔ اس کو یقین دلایا کہ لوگوں کے اعتراضات کا ہدف بنے گی۔ اور پھر قدرت کا فیصلہ فرمایا۔ فَحَمَلَتْهُ سے مراد طبعی مدت حمل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم میں یک گونہ اللہ تعالیٰ نے فعل و انفعال کی قوتیں پنہاں رکھی ہوں۔ اس قسم کی مثالیں موجود ملتی ہیں کہ بہت سے نوجوان مرد عورت بن گئے۔ اور بہت سی شادی شدہ عورتیں مردوں کی صورت میں تبدیل ہو گئیں۔ یہ واقعہ انقلاب شخصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ بعض عورتوں میں قدرت کی جانب سے تذکیر کا مادہ موجود ہوتا ہے۔

بعض اوقات جب عورت حد سے زیادہ ذہین ہو۔ اور اس کی قوت متخیلہ بدرجۂ غایت نازک ہو۔ تو اس وقت بھی محض یقین اور خیال کی قوت سے حمل ٹھہر سکتا ہے۔ طبیعت خود بخود اس قسم کے عناصر پیدا کر لیتی ہے جو اس تبدیلی کے لئے ضروری ہیں۔

قوت خیال کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک حساس عورت کو یقین ہو جائے۔ اور نفخ روح کا عمل بھی بروئے کار آ جائے۔ تو پھر بغیر مرد کے حمل ٹھہر جانا مشکل نہیں۔ بہرحال اس باب میں اصل چیز قرآن کی تصریحات ہیں۔ جب قرآن نے اس تبدیلی کا ذکر تفصیل و وضاحت سے فرمایا ہے۔ تو پھر اب مسلمان کے لئے شک اور تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

حل لغات

قَصِيًّا۔ دور کی جگہ۔ اقصے المدینہ۔

نَسْيًا۔ بھول جانے کے لائق جو چیز ہو۔

سَرِيًّا۔ چشمہ یا نہر۔ بعض سلف سے سری کے معنے فرزند عالم منتفی شخص کے بھی کئے گئے ہیں۔ مگر یہ کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتے کیونکہ تحتکِ کا لفظ بچے کے لئے کوئی موزوں تعبیر نہیں ہو سکتی۔ نیز اس کے بعد ہی بطور نتیجہ ترتیب کے کلی و اشربی کا لفظ آیا ہے۔ جو اس بات پر دال ہے کہ سری کے معنے چشمہ و نہر کے ہیں۔

اِنْسِيًّا ۝

۲۷- فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ
لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝

۲۸- يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ
سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝

۲۹- فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ
كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝

۳۰- قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ
وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۝

۳۱- وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ
اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ
حَيًّا ۝

۳۲- وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ ؗ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا

بولوں گی ۝ ف

۲۷- پھر مریمؑ لڑکے کو اپنے لوگوں کے پاس لے گئیں وہ بولے اے مریمؑ
تُو نے بہت بُری حرکت کی ۝

۲۸- اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور
تیری ماں بھی بدکار نہ تھی ۝

۲۹- پھر مریمؑ نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے ہم اُس سے
جو گہوارے میں بچہ ہے کیونکر کلام کریں ۝

۳۰- بچہ بولا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب (انجیل)
دی اور نبی بنایا ہے ۝

۳۱- اور مجھے مبارک کیا جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے
نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ
ہوں ۝

۳۲- اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا ٹھہرایا اور مجھے

ف

حضرت مریمؑ دردِ زہ کی وجہ سے بے قرار ہو گئیں۔ اور جنگل کی طرف نکل کھڑی ہوئیں۔ وہیں حضرت مسیحؑ تولد ہوئے۔ اس طرح سے بچہ کی پیدائش بجائے خود حضرت مریمؑ کے لئے موجبِ اندوہ تھی۔ اس پر مزید یہ کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اور پھر بے سروسامانی کا یہ عالم کہ اپنے پاس کوئی مرد ایسا نہیں جو علاج کر سکے۔ اس لئے فطرت کی کمزوری سے اُس نے اضطراراً پکار کر یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ تو بالکل بجا فرمایا۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اُن کے منہ سے اس قسم کے کلمات نکلیں۔

اللہ تعالیٰ نے تسلی دی۔ حضرت مریمؑ کو فرشتے نے پکار کر کہا فکر نہ کرو۔ اس بے سروسامانی میں بھی دو چیزیں موجود ہیں۔ تر و تازہ کھجوریں۔ اور چشمہ کا صاف اور شیریں پانی۔ اور سب سے زیادہ غم غلط کرنے والا۔ اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا لختِ جگر۔

حضرت مریمؑ کا چپ رہنا۔ خدا اس کو صوم کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس زمانے میں روزہ کی یہ شکل بھی موجود تھی۔ غالباً حضرت زکریاؑ کو بھی اسی روزہ کی تلقین کی گئی تھی۔

حلِّ لغات

امْرَاَ سَوْءٍ - بُرا آدمی۔ سَوْءٍ کا لفظ گو عام بُرائی کے لئے موضوع ہے۔ مگر اس کا انتساب جب انسان کی طرف ہو۔ تو اس سے مراد اخلاق کی بُرائی ہوتی ہے۔

بَغِيًّا - بدکار۔

بَرًّا - نیک۔ احسان شناس۔ حقوق آشنا۔

شَقِيًّا ۝

۳۳- وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ
وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝

۳۴- ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ۝

۳۵- مَا کَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝

۳۶- وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝

۳۷- فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ
لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝

۳۸- اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰکِنِ
الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

ظالم بدبخت نہیں بنایا ۝

۳۳- اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں
مروں گا۔ اور جس دن میں جی اٹھوں گا ف۱

۳۴- یہ ہے عیسیٰ بن مریم۔ سچی بات ہے جس میں
(نصاریٰ) شک کر رہے ہیں ۝ ف۲

۳۵- خدا کو لائق نہیں کہ کوئی بیٹا رکھے، وہ پاک ہے
جب کوئی بات ٹھہراتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا سو ہو جاتی ہے ۝

۳۶- اور عیسیٰ نے کہا کہ بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے
سو اس کی عبادت کرو، یہ راہِ راست ہے ۝

۳۷- پھر فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا سو بڑے دن کی
حضوری کے وقت کافروں کے لئے واویلا ہے ۝

۳۸- جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیا کچھ سنیں گے اور کیا کچھ
دیکھیں گے لیکن ظالم آج کے دن صریح گمراہی میں ہیں ۝

حضرت مسیح کا بولنا ف۱ بہتان اور بدگمانی یہودیوں نے جب بچہ کو دیکھ کر مریم پر اعتراض کیا کہ کیا غضب ہے! تمہاری گود میں یہ کیسا بچہ ہے، تمہارا باپ تو بھلا آدمی تھا۔ اور تمہاری ماں بھی ایسی نیک اور صالح تھی۔ پھر یہ بچہ کہاں سے آگیا!

مریم چپ ہو گئیں اور بچہ کی جانب اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو۔ غالباً یہ بالکل ابتدائی حرکت تھی۔ حضرت مریم نے یہ سوچا ہوگا کہ جب خرقِ عادت کے طور پر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو خاص طور پر پیدا فرمایا ہے تو کیا اس صورتِ حالات میں اللہ میری بات نہ رکھے گا۔ اور کیا نہ ہو سکے گا کہ یہ خود ہی حقیقتِ حال واضح کر دے۔ یہودی اس جواب پر ہنسے اور کہنے لگے کہ بھلا ہم بچے سے کس طرح پوچھیں۔ یہ اس عمر میں ہمارے شبہات کا جواب کیسے دے سکتا ہے۔ حضرت مسیح کے ہونٹ ہلے اور آپ نے بولنا شروع کیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے نبوت کے منصب پر سرفراز کیا ہے اور کتاب عنایت فرمائی ہے۔ میرا وجود قوم کے لئے ہر حالت میں باعثِ برکت و سعادت ہے۔ میں نماز اور زکوٰۃ کے احکام پر عمل پیرا رہوں گا۔ اور اس کو دنیا میں پھیلاؤں گا۔ والدہ کے حق میں بہتر سلوک کروں گا۔ اور میری ولادت اور موت اور اس کے بعد بعثت یہ سب چیزیں میرے لئے اللہ کی جانب سے سلامتی کا باعث ہیں۔

ظاہر ہے یہ جواب یہودیوں کے لئے حیران کن اور مسکت ہوگا۔

مسیح کا اس وقت بولنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انبیاء میں ابتداء ہی سے استعداد موجود ہوتی ہے اور ان کے نفوس اور دماغ میں پیغمبری کا جوہر روشن ہوتا ہے۔ وہ بچپن میں بھی نبوت کی جانب رجحانات رکھتے ہیں اگرچہ وہ اس عہدۂ جلیلہ پر فائز نہیں ہوتے۔ مگر غیر شعوری طور پر ان میں تمام کمالاتِ نبوت موجود ہوتے ہیں جن کی ایک تعبیر کو ضرورت ہوتی ہے۔

ف۲ حضرت مسیح کی پیدائش ایک طرف یہودیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ اور دوسری جانب بھی حضرت مسیح کی ولادت لوگوں کے لئے گمراہی کا باعث ہوئی۔ عیسائی مذہب کے متبعین نے یہ سمجھا کہ مسیح کی یہ حیرت انگیز ولادت ان کی خدائی پر دال ہے۔ وہ ایک انسان کو یکسر قوتوں میں قدرت کو قوت بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا۔ یہ بات غلط ہے۔ مسیح کا تولد ہونا ان کی الوہیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ میری جلالتِ قدرت کا ایک ثبوت ہے۔ میں جب چاہتا ہوں محض ارادت سے ہر شئی کو کائنات کو پیدا کر دیتا ہوں جس کے لئے کسی سامان اور تحریک کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

۳۹- وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ ۘ
وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ○

۳۹- اور اے محمدؐ! تُو اُنہیں حسرت کے دن سے ڈرا جب کہ فیصلہ ہوگا اور اب تو وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے ○

۴۰- اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَ
اِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ○

۴۰- ہم ہی ہیں کہ جو زمین کے اور ہر اُس شخص کے جو زمین پر ہے وارث ہوں گے اور وہ سب ہماری طرف آئیں گے ○

۴۱- وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ۬ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ○

۴۱- اور کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کر۔ بے شک وہ سچا نبی تھا ○ ف۱

۴۲- اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا
يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡئًا ○

۴۲- جب اس نے اپنے باپ کو کہا کہ ابّا جان تم اُسے کیوں پوجتے ہو جو نہ سن سکے اور نہ دیکھ سکے اور نہ تمہارے کچھ کام آئے ○

۴۳- يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا
لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○

۴۳- اے میرے باپ مجھے وہ علم ملا ہے جو تجھے نہیں ملا سو تُو میرے تابع ہو جا۔ میں تجھے سیدھی راہ دکھلاؤں گا ○

۴۴- يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ
كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ○

۴۴- اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کر شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے ○

۴۵- يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ

۴۵- اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ رحمٰن کی طرف سے تجھے

ف۱

یہ تیسرا قصہ ہے۔ مکّے کے منکرینِ حق بظاہر حضرت ابراہیمؑ کی عقیدت کا دم بھرتے اور احترام کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ سمجھو! اگر تم واقعی طور پر حضرت ابراہیمؑ سے ارادت رکھتے ہو۔ تو پھر بُت پرستی کیسی؟ وہ ابراہیمؑ سے دوستی، محبت کا دعوے اور یہ شرک کا ارتکاب، یہ دو چیزیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ تو صدیق تھے۔ یعنی توحید اسلامی کے پُرجوش علمبردار۔ انھوں نے توحید کے سلسلے میں کبھی تعلق کا پاس نہیں کیا۔ انھوں نے اپنے باپ کو جب دیکھا کہ بُت پرستی کے مرض میں مبتلا ہے تو ٹوک دیا۔ ابّا! ان بُتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جن میں تو شنوائی نہیں، دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اور قطعاً ناکارہ ہیں۔ کیا تم لوگوں میں یہ جرأت ہے کہ اپنے عزیزوں کی مخالفت کر سکو، اپنے ہم قوم اور ہم قبیلہ لوگوں کو شرک کی گمراہیوں سے باز رکھ سکو۔ کیا تم میں ہمت ہے کہ جرأت کے ساتھ عقیدۂ توحید کو قبول کر لو۔ اور کھلے بندوں بُتوں کی بیچارگی کا اعلان کرو؟

حضرت ابراہیمؑ اس وقت پیدا ہوئے جب بابل اور قرب و جوار میں ستارہ پرستی اور بُت پرستی کا رواج عام تھا۔ جب ہر جگہ بُت پرستی کے بڑے بڑے ہیکل موجود تھے۔ اور حکومتِ وقت ان کی مؤید تھی۔ وہ جب جوان ہوئے۔ اس صورتِ حالات کو گوارا نہ کر سکے۔ بُت پرستی کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ اور نمرود تک جا متصادم ہوئے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ آسمان پر چمکنے والے تمام چھوٹے بڑے ستارے طلوع ہونے والے ہیں۔ سب غروب اور زوال و فنا کی منزلوں سے گزرتے ہیں۔ اس لئے یہ خدا نہیں ہو سکتے۔ خدا وہ ہے جس نے ان سب کو تابانی بخشی ہے۔ اور جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعوتِ اسلامی میں خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا ہے۔ اور سب سے پہلے اپنے باپ کی اصلاح کے لئے کوشش کی۔ کیا مصلحین کو معلوم ہے کہ تبلیغ و دعوت کا صحیح اور مؤثر طریق کیا ہے؟

صحیح معنوں میں تبلیغ یہ ہے کہ پہلے قریب کے ماحول کی درستی کی جائے۔ جب وہ سنور جائے تو پھر آہستہ آہستہ قدم باہر نکالے جائیں۔

حلِ لغات

صِدِّیْقًا۔ انتہا درجہ کا صداقت شعار، وہ شخص جس کا قول اور زبان

مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝
٤٦- قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ
لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝
٤٧- قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ
رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝
٤٨- وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ
بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝
٤٩- فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝
٥٠- وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا
لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

عذاب آجائے اور پھر تُو شیطان کا ساتھی ہو جائے ۝
٤٦- بولا۔ اے ابراہیم کیا تُو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے؟
اگر تُو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور جا ایک مدت تک مجھ سے دور ہو ۝
٤٧- ابراہیم بولا السلام علیک (تجھ کو سلامتی) میں اپنے رب سے تیرے لئے
مغفرت مانگوں گا۔ وُہ مجھ پر مہربان ہے ۝ ف١
٤٨- اور میں تم سے اور جن کو تم خُدا کے سوا پکارتے ہو ان سے
یکسُو ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اُمید ہے کہ
میں اپنے رب سے دُعا کر کے بے نصیب نہ ہوں گا ۝
٤٩- پھر جب وُہ ان سے اور اللہ کے سوا اُن کے معبودوں سے
جنہیں وُہ پکارتے تھے یکسُو ہوا، تو ہم نے اسے اسحاق
اور یعقوب بخشا۔ اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا ۝ ف٢
٥٠- اور ان (تینوں) کو ہم نے اپنی رحمت سے (بہت کچھ) دیا اور ہم نے
اُن کے لئے سچا بول اونچا رکھا ۝

ف١

باپ نے بُتوں کی محبت میں پیدا شدہ رعب و داب سے کام لیا اور ڈانٹ کر کہا کیا میں اپنے خداؤں کو چھوڑ دوں؟ میں ہرگز اپنے عقائد سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ان خیالات میں اُلجھے رہو۔ تُو ناحق توحید کے عقیدے سے باز آ جاؤ۔ ورنہ میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور تُو دور ہو جا۔ اب میرے اور تیرے درمیان اختلافات کی ایک عظیم خلیج حائل ہے۔

حضرت ابراہیم صدیق تھے۔ حق گوئی اور حیا ان کا خاص وصف تھا۔ اُنہوں نے یہ سب کچھ سُنا۔ اور نہایت استقلال اور عزیمت سے جواب دیا۔ کہ جناب خدا کی راہ میں میں گھر کی آسائشوں کی قطعاً پروا نہیں کرتا۔ میں بُتوں کے ساتھ ساتھ تم کو بھی چھوڑ دوں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرا خدا میری دستگیری فرمائے گا۔ اور ہرگز مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔

ہجرت الی اللہ کے ثمرات

ف٢ جب کوئی شخص اللہ کے لئے تمام لذات کو چھوڑ دے مال و دولت اور اعزہ اور اقربا کی ہمدردیوں سے جُدا ہو جائے۔ اور وطن کی آسودگیوں اور اس کے تعلقات سے یکسر محروم قرار پائے، تو اس وقت اس کی تسکین قلب کے لئے اللہ کی مدد کا ہاتھ بڑھتا ہے۔ اور وطن و علائق کی مسرتوں سے مسرور کر دیتا ہے۔ غور فرمائیے۔ دُنیا کو چھوڑ دینا آسان ہے مگر خالق کائنات کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے۔ اس کارساز کے ساتھ اگر اپنے تعلقات قائم ہیں۔ تو پھر ساری مخلوق کی کیا اعزہ و اقربا ہے اگر وہی رُوٹھ گیا۔ تو پھر یہاں کی مسرتوں میں کیا لطف ہے۔

حضرت ابراہیم اس اہم نکتہ سے خوب واقف تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ دعوت حق کو قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں اور مجھے ہجرت پر مجبور کر رہے ہیں۔ تو فوراً ہجرت الی اللہ پر مستعد ہو گئے۔ اور اللہ کے لئے اللہ کی مخلوق کو چھوڑ دیا۔

اب اللہ کی مہربانیاں ملاحظہ ہوں کہ وطن سے بے یار و مددگار گئے اللہ نے اسحاق جیسا بیٹا۔ اور یعقوب جیسا پوتا بخشا۔ اور وہ دونوں بزرگ اعلیٰ ترین منصب پر فائز تھے۔ اور ان کے علاوہ مال و دولت دیا۔ عزت و شہرت سے لازوال قبولیت بخشی۔ اور ہمیشہ کے لئے محبوب قلب ہو جانے سے مشرف ہو گئے۔

بخشے مدح و ثنا، ذکر جمیل۔

۵۱۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○

۵۱۔ اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر۔ بے شک وہ چنا ہوا اور رسول نبی تھا ○

۵۲۔ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ○

۵۲۔ اور ہم نے اُسے کوہِ طور کی داہنی جانب سے پکارا اور بھید بتانے کو اُسے اپنے نزدیک کیا ○

۵۳۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ○

۵۳۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے اُسے اُس کا بھائی ہارون نبی بخشا ○ ف۱

۵۴۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○

۵۴۔ اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کر، وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا ○

۵۵۔ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ○

۵۵۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔ اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا ○ ف۲

۵۶۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○

۵۶۔ اور کتاب میں ادریس کا ذکر کر۔ بے شک وہ سچا نبی تھا ○ ف۳

ف۱

حضرت موسیٰ بھی اُن پیغمبروں میں ہیں، جنہیں عرب جانتے تھے۔ فرمایا۔ وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھے ہم نے انھیں نبوت و رسالت کا خلعت بخشا۔ اور طور پر شرفِ مکالمہ عطا ہوا۔ اور ہارون کو نبی بنایا۔ کہ وہ ان کے شریک حال رہیں۔ اور ان کو دعوت و تبلیغ میں مدد دکھائیں۔

ف۲

یہودی اور عیسائی حضرت اسمٰعیل کی بزرگی کے قائل نہ تھے اس لئے قرآن حکیم نے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ گروہ میں ایک اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ مذہبی اور دینی جوش کا یہ عالم تھا۔ کہ گھر کے تمام لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے۔ اس لئے ان اوصافِ حسنہ کی وجہ سے وہ اللہ کے محبوب پیغمبر تھے۔

ف۳

حضرت ادریس کے نام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھیں درس و تعلیم سے بہت زیادہ شغف تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ انھوں نے ضروریاتِ اولیہ میں بہت سی چیزیں ایجاد کیں۔ ان کا زمانہ حضرت نوحؑ سے پہلے کا ہے۔ رفعتِ مکانی سے مراد درجات میں برتری ہے۔

حلِ لغات

مُخْلَصًا۔ خاص کردیا گیا۔ خاص کیا ہوا۔ برگزیدہ۔

اَهْلَهٗ۔ ہو سکتا ہے۔ اس کے معنے علاوہ اپنے گھر والوں کے، ماننے والوں اور معتقدین کے بھی ہوں۔

۵۷۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝

۵۸۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ
حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَ
اجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ
الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝

۵۹۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا
الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ
يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝

۶۰۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا
يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝

۵۷۔ اور ہم نے اُسے اُونچے مکان پر اُٹھا لیا ۝

۵۸۔ یہ وہ ہیں جو اولادِ آدم میں سے نبیوں میں ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا۔ اور ان کی نسل میں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں چڑھا لیا تھا۔ اور اولاد میں سے ابراہیم و اسرائیل کی اور اُن میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور برگزیدہ کیا۔ جب رحمٰن کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی تھیں تو روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے تھے ۝ ف۱

۵۹۔ پھر اُن کی جگہ ایسے ناخلف لوگ جانشین ہوئے کہ نماز چھوڑ دی۔ اور شہوتوں کے تابع ہوئے۔ سو عنقریب ان کو ان کی گمراہی کی سزا ملے گی ۝ ف۲

۶۰۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ سو وہ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا ۝

السجدة

پاکباز اسلاف!

ف۱ یہ سب وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق مرحمت فرمائی تھی۔ اور جو سب مقبول بندے تھے۔ ان لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کے سامنے ان کے مہربان۔۔ کا کلام پڑھا جاتا۔ تو فرطِ عقیدت سے اس کے سامنے جھک جاتے۔ اور رقت وانفعال کے جذبات ان پر طاری ہو جاتے۔ اللہ کے حضور میں سجدہ کناں رہتے۔ اور کمال عجز و محبت کا اظہار کرتے۔

غرض یہ ہے کہ وہ لوگ جو ان حضرات سے تعلق و ارادت رکھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ ان کے دلوں میں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت کا جوش ہو۔ وہ بھی انہیں پاکیزہ جذبات کے حامل ہوں۔ وہ بھی خدا کے احکام کو نہایت ضروری سمجھیں۔ اور نماز و عبادت میں خلوص کے ساتھ مشغول ہوں۔ بات یہ تھی کہ عرب باوجود مشرکانہ رسوم کے ان انبیاء کے نام لیتے تھے۔ اور مسلمانوں کے سامنے ان سے ایک گونہ تعلق کا اظہار کرتے تھے۔ اور گو وہ کہتے تھے۔ کہ ہم ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں لیکن خیال ہیں مسلمان جس تعلیم کو مانتے تھے۔ وہ ان انبیاء کی تعلیم سے بالکل مختلف تھی۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کے خیالات کو بدعت سے تعبیر کرتے اور علی الاعلان کہتے کہ ہمارے علماء اور آباؤ اجداد ہرگز ان خیالات کے حامی نہ تھے۔ اس لئے قرآن حکیم کو ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ وہ انبیاء کے حالات بیان کرے۔ اور ان کی تعلیمات واضح طور پر پیش کرتے ہوئے بتائے کہ تم راہِ راست پر گامزن نہیں ہو تاکہ ان کو اپنے غلط مسلک پر تنبیہ ہو۔ اور کج روی سے باز آئیں۔

نااہل جانشین!

ف۲ خلف سے مراد برے جانشین ہیں۔ جو سلف کی روایات کے حامل نہ ہوں۔ لبید کہتا ہے ؎

ذهب الذين يعاش في اكنافهم   وبقيت في خلف كجلد الاجرب

یعنی ان پاکباز لوگوں کے بعد کچھ ایسے نااہل پیدا ہوئے جو برائے نفس کی پیروی اور خواہشات کی تکمیل میں دینی و مذہبی فرائض کو ضائع کر دیا۔ [illegible]

٦١- جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ
مَاْتِيًّا ۝

٦١- ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمٰن نے بن دیکھے اپنے بندوں کو وعدہ کیا۔ بے شک اُس کا وعدہ آنے والا ہے ○ ف۱

٦٢- لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ
وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

٦٢- وہاں بیہودہ بات نہ سنیں گے مگر سلام اور اُن کا رزق صبح اور شام وہاں اُنہیں ملا کرے گا ○

٦٣- تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ
عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

٦٣- یہی جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو وارث کریں گے جو متقی ہیں ○

٦٤- وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا
بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ
ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝

٦٤- اور ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے نہیں اُترتے۔ جو ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان میں ہے سب اُسی اللہ کا ہے۔ اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ○

٦٥- رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ
تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝

٦٥- وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیانی اشیاء کا رب ہے۔ سو تُو اُس کی عبادت کر اور اُس کی عبادت پر قائم رہ۔ کیا تُو اُس کے نام کا سا کوئی پہچانتا ہے؟ ○

بھول گئے۔ اور تم گویا انہیں لوگوں کے نقش قدم پر ہو۔ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ کے بعد وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو قوم اپنے مذہبی فرائض سے غفلت برتتی ہے۔ اور جس کے دل سے اطاعت و نیاز مندی کے جذبات خارج ہو جاتے ہیں۔ وہ شہوات کی جانب جھک پڑتی ہے۔ اور اس کے دل و دماغ پر گندے و جنسی خیالات مستولی ہو جاتے ہیں۔

بہرحال اس نوع کے لوگ یقیناً اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اور حرص و آز کی زندگی انہیں تباہ کر دے گی۔

ف۱

ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں۔ اور ایمان و عمل کی نعمت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جو خواہشات و شہوات کی پیروی نہیں کرتے۔ اور اپنے دلوں میں تقویٰ و پرہیزگاری کے جذبات پیدا کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ یہ لوگ اطمینان و سلامتی کے ساتھ ابدی زندگی بسر کریں گے۔

حلِّ لغات

(صفحہ ۴۳۸)

اِسْرَآءِیْل۔ حضرت یعقوب کا دوسرا نام ہے۔ عبرانی زبان میں اسرائیل کے معنے برگزیدۂ خدا، یا بندۂ خدا کے ہیں۔

غَیًّا۔ گمراہی کی سزا، گمراہی، ہر بری بات۔

۶۶ وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ
لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ۝
۶۷- أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ
مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝
۶۸- فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ
لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝
۶۹- ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ
أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ۝
۷۰- ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ
بِهَا صِلِيًّا ۝
۷۱- وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ
رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝
۷۲- ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ

۶۶- اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر گیا تو کیا
پھر زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا؟ ۝
۶۷- کیا انسان یاد نہیں کرتا۔ کہ ہم نے اُسے پہلے
بنایا۔ اور وہ کچھ شے نہ تھا ۝
۶۸- سو تیرے رب کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے
پھر ہم انہیں گھٹنوں کے بل جہنم کے گرد حاضر کریں گے ۝
۶۹- پھر ہم ہر فرقہ میں سے اُسے جو رحمٰن سے سب سے زیادہ اکڑتا تھا
کھینچ کر الگ کریں گے ۝ ف۱
۷۰- پھر ہم اُنہیں خوب پہچانتے ہیں جو دوزخ میں
داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں ۝
۷۱- اور تم میں سے ایک بھی نہیں ہے مگر اس پر ضرور پہنچیگا
یہ وعدہ تیرے رب پر لازم ہے اور مقرر کیا گیا ۝ ف۲
۷۲- پھر ہم متقیوں کو (وہاں سے) نجات دیں گے۔ اور ظالموں کو اسی میں

حشر کا ثبوت اور لفظ ورود کی تشریح

ف۱ اس سے قبل کی آیت میں عبادت و استقلال کی تلقین کی گئی تھی، اس میں اس شبہ کا ذکر ہے جو منکرین کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ اللہ کی عبادت سے روگرداں رہتے ہیں۔ وہ شبہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیونکر ہم دوبارہ جی اٹھیں گے، اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ جسم بوسیدہ ہو جائیں، ہڈیاں بھُر بھُری خاک ہو جائیں۔ اور پھر ان میں زندگی کا خون دوڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تم اپنی پیدائش پر غور کرو۔ کیا اس سے پہلے تم کہیں موجود تھے؟ کس قدر کبر و غرور کی وجہ سے اللہ کے سامنے نیاز سے نہیں جھکتے ہو، کیا خدا نے تمہیں نعمت وجود نہیں بخشا۔ سمجھو اور یقین کرو۔ کہ جس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ وہ دوبارہ زندہ کر سکے گا۔ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ کیونکہ جو کریم عدم سے انسان کو منصۂ شہود پر جلوہ افگن کر سکتا ہے، وہ فنا کے بعد بھی گزرے ہوئے نعمتوں سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ۔

فَوَرَبِّكَ سے مراد اللہ کی ربوبیت کو حشر کے لئے بطور ثبوت پیش کرتا ہے یعنی اگر اس دنیا کا نظام کسی ربوبیت و نظم کا رہین منت ہے تو پھر اس کا کھلا تقاضا ہے۔ کہ کائنات میں کسی ایک الگ عالم کا وجود تسلیم کیا جائے جہاں کا قانون ربوبیت تکمیل کو پہنچے۔ جہاں مظلوم کی داد رسی ہو جائے۔ اور ظالم کو سزا دی جائے۔ جہاں سفارش اور سرمایہ داری کے تمام امتیازات اٹھ جائیں۔ جہاں کردار اور پاکباز انسانوں کو اللہ کے خلاف عدم مساوات کا گزر نہ ہے۔ اور جو ایسا مقام ہو کہ اس میں صرف اپنے اعمال زندگی و مسرت کا باعث ہو سکیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم تمام منکرین کو حشر میں کریں گے، ان کے معبودان باطل کے جہنم کے گرد اکٹھا کریں گے پھر ان میں زیادہ سخت مجرمین کو چھانٹ لیں گے۔ اور دیکھیں گے کہ کون کون سے لوگ نار جہیم کے مستحق ہیں یعنی یہ سب باتیں قاعدہ اور تقسیم کے ماتحت ہوں گی۔ ثُمَّ کا لفظ یہاں تراخی بیان کے لئے ہے۔

ف۲ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے کئی پہلو اختیار کئے ہیں۔

(۱) اس سے مراد کفار ہیں۔ جیسا کہ سیاق و سباق کا تقاضا ہے یعنی وہ لوگ جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں چلا آرہا ہے۔ کیا نہیں (باقی برصفحہ)

فِيْهَا جِثِيًّا ○

٧٣ - وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ○

٧٤ - وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ○

٧٥ - قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ○

٧٦ - وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا

اوندھے پڑا چھوڑ دیں گے ○

٧٣ - اور جب ہماری کھلی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، تو کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں فریقوں میں سے مرتبہ اور مجلس (یعنی سوسائٹی) کس کی بہتر اور اچھا ہے ○

٧٤ - اور ہم اُن سے پہلے بہت سی جماعتوں کو جو سامان اور نمود میں اُن سے اچھی تھیں ہلاک کر چکے ہیں ○

٧٥ - تو کہہ جو گمراہی میں ہے، سو چاہیے کہ رحمٰن اُسے لمبا کھینچے۔ یہاں تک کہ جب دیکھ لیں گے وہ چیز جس کا وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی) یا عذاب، اور یا قیامت۔ تب جانیں گے کہ کون مرتبہ میں برا، اور فوج میں کمزور تھا ○ ف ۱

٧٦ - اور جو ہدایت پر ہیں خدا اُن کی ہدایت اور

موت کے بعد اٹھایا جائے گا۔ اور کافر اعمال کے اصول کے مطابق دونوں سزا دی جائے گی۔ سابقہ آیات اور اس میں صرف انداز بیان کا فرق ہے۔ ان آیتوں میں تمام صیغے غائب کے ہیں۔ اور اس آیت میں صیغہ خطاب کا ہے۔ اور محض یہ تفاوت اس آیت کو دوسری آیتوں سے علیحدہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس قسم کا اختلاف قرآن کی بیشمار جگہوں میں موجود ہے۔ بلکہ بلاغت پر مبنی ہے۔ اس کا تعلق ماسبق کی آیتوں سے منقطع نہیں ہوتا۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ لوگ جو حشر کے معاملہ میں شبہات و شکوک کا اظہار کرتے تھے۔ اُن سے اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ تمہیں دوبارہ ہی اٹھنے پر تعجب ہے اور ہم یقیناً تم سب کو جہنم میں پھینکیں گے۔

اس صورت میں ثم نُنَجِّی میں ثم تراخی بیان کے لئے ہوگا۔ یعنی معنے یہ ہوں گے کہ تم لوگ تو سب کے سب جہنم میں جاؤ گے۔ البتہ جو مومن اور متقی ہیں۔ اُن کے لئے ہمارا انتظام یہ ہے۔ کہ ان کی نجات کا پروانہ دیا جائے اور عذاب جہنم سے قطعاً بچا لیا جائے۔

تائید میں یہ آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں جو اپنے مفہوم میں بالکل واضح و متعین ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ

یعنی نیک کردار لوگ جہنم سے کہیں دور رہیں گے۔ دوسری جگہ تصریح ہے کہ نیک اور پاکباز لوگ تو جہنم کی آواز تک نہیں سنیں گے۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا کیونکہ ہر تکلیف کی بات سے محفوظ رکھا جائے گا۔ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ۔ گویا اس صورت میں ماول آیات کے مطابق سیاق و سباق کے قرین اور مومن کی شایان شان ہے۔

(۲) آیت عام ہے۔ مومن و کافر دونوں کو شامل ہے۔ البتہ لفظ ورود کے معنے دخول کے نہیں۔ بلکہ حضور و قرب کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سب لوگ ایک مرتبہ جہنم کے قریب جائیں گے اور اُس کو دیکھیں گے۔ تاکہ اللہ کے عذاب سے آگاہ ہوں۔

قرآن میں اور عربی لغت میں ورود ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ محاورہ ہے کہ وردت القافلة البلدة۔ یعنی قافلہ شہر کے قریب آپہنچا۔ قرآن میں ہے وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ۔ ظاہر ہے اس سے مراد محض قریب ہونا ہے۔

(۳) آیت عام ہے۔ لفظ ورود سے مراد دخول ہے۔ مگر مسلمانوں کو جہنم میں داخل ہونے سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ بلکہ ان کے لئے جہنم کی آگ ابراہیمؑ ثابت ہوگی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جہنم میں نیک و بد

ف ۱ ... ہے۔ مگر نیکو کاروں کے لئے وہ برد و سلامتی میں تبدیل ہو جائے گی۔ ... فرق یہ ہے کہ مسلمان بہرحال جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ مومن کو آگ بھی ...

هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

بڑھاتا ہے۔ اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے پاس ثواب اور انجام کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں ۝ ف

٧٧- اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝

٧٧- بھلا تو نے اس کو دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ میں (قیامت میں) مال و اولاد پاؤں گا ۝

٧٨- اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

٧٨- کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے ہاں سے اس نے اقرار لے لیا ہے؟ ۝ ف

٧٩- كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝

٧٩- ہرگز نہیں۔ جو وہ کہتا ہے ہم لکھ رکھیں گے اور اس کے عذاب میں لمبا بڑھاتے جائیں گے ۝

٨٠- وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝

٨٠- اور جو وہ کہتا ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا ۝

٨١- وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝

٨١- اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی معبود پکڑ رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں ۝

٨٢- كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

٨٢- ہرگز نہیں وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے ۝

کیونکہ خیر و برکت کا سبب ہو سکتا ہے۔ جب کہ تم خود اچھی حالت میں نہیں ہو، تم مفلس ہو، اگر صدقہ نادان ہو۔ اور ہمیں اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے، ہماری حیثیت تم سے کہیں بلند ہے۔ ہم شان و شوکت اور نام و نمود کے لحاظ سے تم سے بہت بڑھ کر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ تم کو نظر ہو، تمہاری نگاہیں ہمیشہ واقعات کی سطح پر رہتی ہیں۔ تم نے کبھی اقوام و ملل کی تاریخ اٹھا کر دیکھی ہے؟ تم نے کبھی عروج و زوال کی داستان سنی ہے؟ اور تم نے کبھی کوشش کی ہے کہ ان تباہیوں اور ہلاکتوں کے اسباب تک پہنچو، جن کی وجہ سے بڑے بڑے شعلہ بار قومیں کی نیند سو گئے۔ تم اپنی ظاہری حالت پر مغرور ہو۔ تھوڑی سی پونجی اور دولت پر تمہارا گھمنڈ ہے، عالم ہے کہ حق کی آواز کو ٹھکراتے ہو۔ تم نہیں جانتے ہو کہ بہت سی قومیں اس دنیا میں شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوئیں اور بالآخر رسوائی و ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحۂ دہر سے مٹ گئیں، آج ان کا نشان تک نہیں ملتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ انھوں نے ظاہری ٹھاٹ پر اتنا بھروسہ کیا کہ اللہ کے قوانین کو بھول گئے۔ اور اللہ کے بندوں کو محض اپنے حقیر و ذلیل سمجھا کہ ان کے پاس دولت ایمان کے ساتھ سیم و زر کے انبار کیوں موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم جلد باز اور مستعجل نہیں۔ گنہگار کو سنبھلنے اور اصلاح اعمال کا پورا پورا موقع عنایت فرماتے ہیں۔ اس کے کاموں اور آسائش میں یک لخت مداخلت نہیں کرتے۔ اور نہیں چاہتے کہ بغیر انتباہ اس کو تباہ کر دیا جائے۔ مگر انسان اللہ کی اس ڈھیل کو جو ہماری رحمت پر مبنی ہے اپنی بے گناہی اور صداقت شعاری پر محمول کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اس کی سرکشیاں اسی طرح باقی رہیں اور اصلاح کے مواقع سے اس نے استفادہ نہ کیا۔ تو اللہ کا عذاب اس کو گھیرے گا۔ یا قیامت میں جب اس کو ٹھکانا نہ ملے گا۔ اور کوئی یار و مددگار ہمدردی نہ کر سکے گا۔ تب اس کو محسوس ہوگا کہ بیچارے اور مسکین مسلمان آج مجھ سے کہیں بہتر حیثیت میں ہیں۔

ف اللہ تعالیٰ کا جس طرح یہ قانون ہے کہ مجرموں کو اس وقت تک نہیں پکڑتا، جب تک وہ گمراہی و ہلاکت کی آخری منزل میں نہیں پہنچ جاتے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی قانون ہے کہ جب لوگ ہدایت قبول کر لیتے ہیں تو وہ مزید توفیق و استعداد کے دروازے کھول دیتا ہے، اور ان کے کاموں کو رشد و حکمت سے معمور کر دیتا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا نصب العین یہی قرار پاتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے ابرار [illegible]

[illegible] سے حضرت خباب بن الارت [illegible] تو اس وقت تک نہیں تمہارا حق نہیں دوں گا جب تک [illegible] (بخاری بروایت [illegible])

[illegible]

۸۳- اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝	۸۳- کیا تُو نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں اُبھار کر خوب اُچھالتے رہیں ۝
۸۴- فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝	۸۴- تُو ان پر جلدی نہ کر ہم تو ان کے لئے شمار پوری کر رہے ہیں ۝
۸۵- يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝	۸۵- جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن کے پاس مہمان بنا کر جمع کریں گے ۝
۸۶- وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝	۸۶- اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے ۝
۸۷- لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝	۸۷- انہیں شفاعت کا اختیار نہ ہوگا مگر اُس کو جس نے رحمٰن سے اقرار لے لیا ہے ۝ ع۵
۸۸- وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝	۸۸- اور کہتے ہیں کہ رحمٰن بیٹا رکھتا ہے ۝
۸۹- لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝	۸۹- البتہ تم بُری چیز لائے ۝
۹۰- تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝	۹۰- قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں ۝
۹۱- اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝	۹۱- اس لئے کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں ف۲ ۝

تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر دو۔ خباب نے عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر کہا کہ یہ تو کبھی ممکن نہیں۔ نہ زندگی میں نہ موت کے وقت نہ اس وقت جب کہ تم خدا کے ہاں پیش کئے جاؤ گے۔ ان کمینے نے اس جذبہ کی ہنسی اُڑائی۔ اور کہا کہ بہشت کا عقیدہ اگر بقول تمہارے صحیح ہے۔ تو میں وہاں بھی آخر اسی حیثیت سے جاؤں گا۔ وہاں ساہوکار ہونگا۔ وہاں سے معاملہ چکا دوں گا۔ مطمئن رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ اسے کیونکر معلوم ہو گیا۔ کہ عقبٰے میں بھی اس کی مالداری کی حیثیت قائم رہے گی۔ کیا اُمور غیب وہ جانتا ہے یا اللہ سے اس نے اس بات کا عہد لیا ہے۔

ارشاد ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ وہ عذاب کیا جائے گا۔ اور ہمارے رُوبرو نہایت بے بسی اور بیچارگی کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

ف۱ مشرکین کا ذکر ہے کہ ان لوگوں نے اس اُمید پر کہ ان کے معبودان قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے اور جہنم کی آگ سے بچائیں گے ان کی پرستش شروع کر دی۔ حالانکہ یہی لوگ قیامت کے ہول سے ان معبودوں کو بھول جائیں گے اور ان کی عبادت سے یکسر انکار کریں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ شرک و کفر کی گمراہیاں ان کی طبیعت و ذوق کے موافق ہیں جہاں شیاطین کی جانب سے تحریک ہوئی۔ یہ متأثر ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے پاکباز بندوں کے لئے تو وہاں عزت و احترام کا سامان موجود ہے۔ انہیں بارگاہ رحمت میں فرشتے تعظیم و تکریم سے پہنچائیں گے۔ مگر یہ لوگ جو بُت پرستی کے مجرم ہیں۔ جنھوں نے دُنیا میں خس کی پوجا کی ہے۔ جنھوں نے شخصیتوں اور قوتوں کے سامنے سروں کو جھکایا ہے بحیثیت مجرم اور گنہگار کے پیش کئے جائیں گے۔ ان کی تمام توقعات غلط ثابت ہوں گی۔ کوئی شخص ان کی سفارش نہ کر سکے گا۔

ہولناک عقیدہ

ف۲ بُت پرستی اور شرک اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ اس لئے کہ اس سے نفس انسانی میں ذلت و انکسار کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انسان اس فطری شرافت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو اس کا خاصہ ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ تمام کائنات سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ نیز شرک کا عقیدہ حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی تجلیل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ دیکھا جو صفحہ ۷۴۴

۹۲- وَمَا يَنۢبَغِى لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝
۹۳- اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ۝
۹۴- لَقَدۡ اَحۡصٰٮهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ۝
۹۵- وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ۝
۹۶- اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۝
۹۷- فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ
الۡمُتَّقِيۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ۝
۹۸- وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ؕ هَلۡ تُحِسُّ
مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ۝

سُوۡرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا ۱۳۵ رُكُوۡعَاتُهَا (۸)

۹۲- اور رحمٰن کو لائق نہیں کہ بیٹا بنا لے ○
۹۳- آسمانوں اور زمین میں کوئی نہیں ہے مگر رحمٰن کے پاس
بندہ ہو کر آئے ○
۹۴- اس نے انہیں گھیر لیا ہے اور ان کا شمار کر رکھا ہے ○
۹۵- اور سب قیامت کے دن اس کے پاس اکیلے آئیں گے ○
۹۶- بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے
ان کو رحمٰن محبت دے گا ○ ف۱
۹۷- سو ہم نے یہ قرآن تیری زبان میں آسان کیا ہے تاکہ تو اس سے
متقیوں کو بشارت دے اور اس سے جھگڑالو لوگوں کو ڈرائے ○ ف۲
۹۸- اور ان کے پہلے ہم بہت امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں کیا ان میں
سے تو کسی کو بھی دیکھتا ہے یا کسی کی آہٹ بھی سنتا ہے ○

سُورۃ طٰہٰ

مکی ـــ آیتیں ۱۳۵ ـــ رکوع ۸

اور کوئی شخص معرفت و سلوک کی راہوں کو شرک کے عقیدوں سے طے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کا آئینہ قلب شرک کی ظلمتوں سے اندھا ہو جاتا ہے اور معرفت کی شعاعیں اس میں نفوذ نہیں کر سکتیں۔

اس لئے قرآن ہر نوع کے شرک کو تخیل سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے اور ہر نوع انسان کیلئے اسے کھلی گمراہی قرار دیتا ہے۔ اور ابن اللہ کا عقیدہ تو قرآن کے نزدیک بدترین قسم کا شرک ہے۔ جو نفساً و تاثیراً دہشت خیز ہے۔ کیونکہ اس میں شرک کی دو شکل و صورت پنہاں ہے، جو عقیدہ توحید کے بالکل منافی ہے۔ ابن اللہ کے عقیدہ کو مان کر اللہ کے لئے ذہن و قلب کے کسی گوشے میں عقیدت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ عقیدہ اتنا لغو اور اتنا برا شرک ہے کہ آسمان میں بھی اس کے لئے قوت برداشت موجود نہیں۔ اور زمین اور پہاڑ بھی اس افترا کو سن لیں تو مارے خوف کے ہل جائیں۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ گویا اس عقیدے کی شناخت اور برائی بہ تمام و کمال واضح ہے مگر پھر بھی لوگ اسے قبول کرتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز اس کی مخالف ہے۔ اور عملاً تردید کی نغمہ گر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب آسمان کی بلندیاں اور زمین کی وسعتیں اور وہ سب لوگ جو ان کے درمیان ہیں، ہمارے علمی و مملوک ہیں، تو ہم کو بیٹے اور سہارے کی کیا ضرورت ہے!

یاد رکھو، یہ سب لوگ جنہیں تم خدا کا بیٹا اور اس کا شریک ٹھیراتے ہو، اس کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ خدا کے حضور میں آئیں گے۔ تو بالکل تنہا بغیر یار و مددگار! عقیدت مندوں کا گروہ ان کے ساتھ نہ ہوگا۔

ف۱ یعنی اللہ کے پاکباز بندے محبوبیت اور عزت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیتے ہیں اور خدا ان لوگوں کے دلوں میں جذبات عقیدت و محبت پیدا کر دیتا ہے۔

ف۲ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان حقائق کو عربی میں کیوں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حضور ان باتوں کو خوش اسلوبی سے دوسروں تک پہنچا سکیں۔

حل لغات

وُدًّا۔ محبوبیت، محبت۔ لُدًّا۔ جمع اَلَدّ۔ جھگڑالو، ضد کرنے والے۔ رِكۡزًا۔ گن گن آواز۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

١ - طٰهٰ ○

٢ - مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ○

٣ - اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ○

۴ - تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○

۵ - اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○

۶ - لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○

۷ - وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○

۸ - اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ○

۹ - وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ○

١٠ - اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ
اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

١ - طٰہٰ ○

٢ - قرآن ہم نے تجھ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو مشقت کھینچے ○

٣ - مگر جو ڈرے اس کے لئے نصیحت ہے ○ ف۱

۴ - یہ اس کا اُتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ○

۵ - وہ رحمٰن ہے، عرش پر قائم ہے ○ ف۲

۶ - جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے سب اُسی کا ہے ○

۷ - اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ بھید اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات جانتا ہے ○

۸ - اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اچھے نام اُسی کے ہیں ○

۹ - اور کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ ○ ف۳

١٠ - جب اس نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرو مجھے آگ دکھی ہے شاید میں اس میں سے تمہارے پاس انگارا لاؤں

ف۱ سورۂ طٰہٰ مکی ہے اور عام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی نبوت، قصص اور توحید و حشر کا بیان ہے۔

حضورؐ جب یہ خیال فرماتے کہ لوگ دعوت و ارشاد کی مساعی کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، تو آپ کو قدرتاً تکلیف محسوس ہوتی کیونکہ لوگوں کی گمراہی اور ضلالت سے آپ کو روحانی اذیت محسوس ہوتی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں آ جائیں۔ اور جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔ اس پر قرآن حکیم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ قرآن کی آواز پر وہی لوگ لبیک کہیں گے جن کے دلوں میں خشیت الٰہی کا جذبہ موجزن ہے۔ جو خدا سے ڈرتے ہیں اور جن میں قبول حق کی استعداد موجود ہے۔ اس لئے آپ ان لوگوں کی محرومی اور بدبختی پر افسوس اور ملال کا اظہار نہ کریں۔ یہ لوگ محروم اور بدنصیب ہیں۔

صفات، حالات و شیون اور تائیدات

ف۲ قرآن حکیم میں جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو بطور صفات کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے علیم، حکیم، رب اور غفور و رحیم وغیرہا۔ ایک وہ ہیں جو شیون و حالات کی تشریح کے لئے آتے ہیں۔ بطور صفت کے ان کا استعمال نہیں ہوتا۔ جیسے لفظ استواء کہ یہ ایک خاص حالت اور شان پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو بیان کرنا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کہیں بھی بطور مستوی کے یہ لفظ نہیں آیا ہے۔ اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں کہیں مستوی علی العرش کا لفظ [illegible] یہ ایک حقیقت شرعی ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ [illegible] حالت ہے جلال سروری کی۔ اور ایک حقیقت ہے تجلیات ربوبیت کی۔ تیسری قسم یہ ہوتی ہے کہ الفاظ متشابہات کے طور پر استعمال ہوں اور ان کے ظاہری معنی میں مقصود نہ ہوں۔ جیسے ید، وجہ یا عین کا لفظ کہ جب ان کا استعمال ہوتا ہے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ معنے جو بیان کئے گئے ہیں۔ یہ الفاظ ان میں تاکید اور تجسیم پیدا کر دیں۔ مثلاً بِيَدِهِ الْمُلْكُ [illegible] غرض اس مفہوم کی تاکید ہے کہ سب کچھ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ یہ نہیں کہ اللہ کے لئے ہاتھ ثابت ہے۔ اسی طرح [illegible] فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ میں بجائے خود [illegible] مقصود نہیں [illegible]

[illegible] وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ [illegible]

أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ○

یا آگ کے پاس رستے کا پتہ پاؤں ○

۱۱- فَلَمَّآ أَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ○

۱۱- پھر جب اس کے پاس آیا تو پکارا گیا کہ اے موسیٰ ○

۱۲- إِنِّيْٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○

۱۲- میں تیرا رب ہوں سو تو اپنی دونوں جوتیاں اتار کہ تو مقدس وادی طویٰ (کہ ملک شام میں ہے) میں ہے ○ ف

۱۳- وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○

۱۳- اور میں نے تجھے پسند کیا سو جو تجھے وحی کی جاتی ہے اسے سن ○ ف۲

۱۴- إِنَّنِيْٓ أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○

۱۴- میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے ہی نماز پڑھا کر ○

۱۵- إِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ○

۱۵- بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں، تاکہ ہر کوئی اپنی کوشش کا بدلہ پائے ○

۱۶- فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ○

۱۶- سو تجھے قیامت کے ذکر سے وہ شخص روک نہ دے جو اس پر یقین نہیں رکھتا، اور اپنی خواہش نفس کا تابع ہے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا ○

۱۷- وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○

۱۷- اور اے موسیٰ یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ ○

۱۸- قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا

۱۸- بولا یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں

ہو گئے تو بیوی ساتھ تھی۔ راستہ کی تاریکی اور سردی میں آگ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر جنگل و بیابان اور ویرانی میں آگ کہاں! بے چین تھے کہ دور سے شعلے اٹھتے معلوم ہوئے۔ اس خیال سے کہا تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں ممکن ہے آگ کے چند انگارے لے آؤں جن سے تم بدن گرم کر سکو۔

حضرت موسیٰ کو آگ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی قرآن حکیم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں اس وقت حضرت موسیٰ کی بیوی حاملہ تھیں اور نازک حالت میں تھیں۔ غور فرمایئے جنگل میں جہاں ہمدردی اور امداد کے لئے کوئی شخص موجود نہ ہو۔ جہاں آگ تک میسر نہ ہو۔ یہ وقت کس قدر نازک ہو جاتا ہے۔ یہ وقت انتہائی اضطراب کا ہے۔ مگر آپ جب کوہ طور میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سب کچھ بھول جاتے ہیں اور جلوہ ہائے الوہیت کی کرشمہ سازیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

وادیٔ طوٰی میں تجلیات

ف۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے لئے آگے بڑھے۔ اور ایک وادی میں پہنچے جو تجلیات سے معمور تھی۔ مخاطب ہو گیا۔ کہ میں تمہارا رب ہوں جس نے تمہیں بلایا ہے۔ قریب آؤ۔ اور جوتا اتار دو۔ یہ مقام پاک اور متبرک ہے۔

موسیٰ جس چیز کو آگ سمجھے۔ وہ حضرت اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی یعنی ایک صورت مثالیہ اور ایک عنوانِ ظہور۔ صوفیوں کی اصطلاح میں تجلی اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ صفات الٰہیہ مختلف انداز میں سامنے آ جاتی ہیں۔

تجلیات کی بڑی بڑی قسمیں یہ ہیں:-

(۱) عام کائنات میں حسن و جمال، نظم و نسق، افادہ اور شعور۔
(۲) مخصوص مقامات ارضی و سماوی میں تجلی اور وضوح ظہور۔
(۳) قلب عارف میں القاء۔
(۴) کلام وحی اور الہام۔
(۵) معجزات اور خوارق۔

یعنی اللہ تعالیٰ انسانی توجہات کو اپنی ذات پاک کی جانب متوجہ کرنے کیلئے جو بھی صورت اختیار کرے۔ وہ تجلی ہے۔

ف۲ یہاں سے تجلی بصورت الہام کا آغاز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موسیٰ میں نے تمہیں منتخب کر لیا ہے۔ ہمیشہ کے لئے ...

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ○

اور اپنی بکریوں پر اس سے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور مجھے اس میں اور بھی فائدے ہیں ○

۱۹ - قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰى ○

۱۹ - فرمایا، اے موسٰیؑ! اسے پھینک دے ○

۲۰ - فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى ○

۲۰ - اس نے پھینک دیا، تو وہ فوراً دوڑتا سانپ بن گیا ○

۲۱ - قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰى ○

۲۱ - فرمایا۔ اُسے پکڑ لے اور خوف نہ کر، ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر پھیر دیں گے ○ ف

۲۲ - وَ اضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰى ○

۲۲ - اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے لگا، وہ بغیر برائی سفید نکلے گا، یہ دوسرا معجزہ ہے ○

۲۳ - لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰى ○

۲۳ - تاکہ ہم اپنے بڑے معجزوں میں سے تجھے کچھ دکھلائیں ○

۲۴ - اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○

۲۴ - تو فرعون کی طرف چلا جا، کہ وہ سرکش ہوگیا ہے ○

۲۵ - قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○

۲۵ - بولا، اے رب میرا سینہ کشادہ کر ○

۲۶ - وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ ○

۲۶ - اور میرا کام آسان کر ○

۲۷ - وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○

۲۷ - اور میری زبان کی گرہ کھول دے ○

تیرا اول میرے کلام کا سبب ہے۔ لہٰذا اور توجہ سے سنو۔

اصطفیتک سے ظاہر ہے۔ نبوت کا خلعت یونہی نہیں پہنایا جاتا۔ بلکہ اس کے لئے انتخاب اور اصطفاء کی ضرورت ہے۔ ابتدا ہی انبیاء میں ایک قسم کا جوہر قابلیت ہوتا ہے۔ جو وقت مقررہ کے آجانے پر اظہار پذیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت جب کہ ذہن وفکر کی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ مقام نبوت پر انبیاء کو فائز کرتے ہیں۔ اور رشد و ہدایت کے لئے دنیا میں بھیج دیتے ہیں۔

موسٰی علیہ السلام عمر کی اس منزل میں پہنچ گئے ہیں۔ جہاں نبوت کا بارگراں اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لو سنو تمہیں نبوت دی گئی۔ پیغام یہ ہے کہ صرف میری عبادت کرو، میری یاد میں نماز پڑھو۔ قیامت کو مت بھولو۔ مکافات عمل کا اصول پیش نظر رکھو۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا برابر بدلہ ملے گا۔ اور خواہش نفس کی پیروی سے احتراز کرو۔

ف اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ موسٰی تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ مقصد تھا کہ ان کو معجزات و خوارق سے آشنا کیا جائے۔ اور ان کو بتایا جائے

کہ تیرے عصا میں باطل کو نگل جانے کی پوری قوت موجود ہے۔ موسٰی علیہ السلام نے جو اس تخاطب ربانی کی لذت سے لطف اندوز ہو چکے تھے سلسلہ کلام آگے بڑھا دیا۔ عصا کے فوائد بیان کئے۔ اور کہا اس میں کچھ اور بھی منفعتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موسٰی! اس کو ذرا زمین پر پھینک تو دو۔

موسٰی نے دیکھا، کہ وہ خشک لکڑی کا لٹھ زندہ اور خوفناک سانپ کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس پر موسٰی ڈر گئے۔ ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں۔ یہ پھر لٹھ بنا جاتا ہے۔

ایک اور معجزہ عنایت ہوا۔ ہاتھ جو بغل میں دبایا۔ اور پھر نکالا۔ تو بالکل براق اور چمکتا ہوا۔

فرمایا۔ جاؤ۔ نبوت کی قوتوں سے مسلح ہو کر فرعون کا مقابلہ کرو جس نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور ان سے بحث و دلیل کا کام لیتا ہے۔ لٹھ کا سانپ بن جانا۔ اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ جس طرح بے جان اور بے روح لکڑی بہاری قدرتوں سے سانپ بن سکتی ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل جو شاخ کہن کی طرح اب بالکل مردہ اور بے کار ہو چکے ہیں۔ ہماری

 جمع مآربہ بمعنے حاجات۔ اخرٰی بمعنے حاجت۔ من غیر سوٓء۔ یعنی ہاتھ کی سفیدی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں۔ [illegible]۔ جیسا کہ برص وغیرہ میں ہوتی ہے۔

سو جمار کی برکت سے دشمن کے مقابلہ میں اٹھی ثابت ہوں گے۔ — اتنے کا براق اور نورانی ہو جانا کامیابی و کامرانی کا فرد ہے۔

۲۸ - يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝
۲۹ - وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝
۳۰ - هٰرُوْنَ اَخِي ۝
۳۱ - اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ۝
۳۲ - وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۝
۳۳ - كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝
۳۴ - وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝
۳۵ - اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝
۳۶ - قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝
۳۷ - وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ۝
۳۸ - اِذْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا يُوْحٰۤى ۝
۳۹ - اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

۲۸ - کہ وہ میری بات سمجھیں ۝
۲۹ - اور میرے اہل میں سے میرے لئے ایک وزیر بنا ۝
۳۰ - میرا بھائی ہارونؑ ۝
۳۱ - اس سے میری کمر مضبوط کر ۝
۳۲ - اور اسے میرے کام میں شریک کر ۝
۳۳ - تاکہ ہم تیری تسبیح کریں ۝
۳۴ - اور تجھے کثرت سے یاد کریں ۝
۳۵ - تو ہمارا حال دیکھتا ہے ۝ ف۱
۳۶ - فرمایا، اے موسیٰ! تیرا سوال تجھے ملا ۝
۳۷ - اور ہم نے ایک اور دفعہ بھی تجھ پر احسان کیا تھا ۝
۳۸ - جبکہ ہم نے تیری ماں کو وہ وحی کی جو آگے سناتے ہیں ۝
۳۹ - یہ کہ اس لڑکے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دے، پھر دریا اس کو کنارہ پر ڈال دے گا،

موسیٰ کی دعا

ف۱ جب نبوت مل چکی۔ اور کام کی نوعیت بھی بتا دی گئی۔ کہ فرعون سے مقابلہ ہے۔ اس کی سرکشی اور طغیان کے خلاف جہاد ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس خاص باب میں توفیق اعانت چاہی۔ فرمایا میرے سینہ کو انشراح و صفاحت کے انوار سے بھر دو کر میرے کام میں آسانیاں بہم پہنچا۔ زبان میں حلاوت و بلاغت پیدا کر۔ کہ وہ مخاطب لوگوں کی گہرائیوں تک پہنچ سکے۔ اور میرے بھائی ہارون کو بھی میرا شریک کار بنا دے۔ تاکہ ہم دونوں مل کر تیری تسبیح خوانی کریں۔ تیرا پیغام ہر ایک کے ہر فرد تک پہنچائیں۔ اے اللہ تو ہمارے حالات سے آگاہ ہے، ہماری ضروریات کو جانتا ہے۔ اس لئے اس خدمت جلیلہ کے لئے میری استدعا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ منظور ہے۔ تو موسیٰ! تیری سب باتیں سن لی گئیں۔ تمہیں یہ سب نعمتیں دے دی گئیں۔ تم جاؤ۔ اور بے باکانہ فرعون جیسے ظالم کا مقابلہ کرو۔

موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کے لئے اللہ کی توفیق اور اس کی اعانت ضروری ہے۔ انبیاء اور اللہ کے پاکباز بندے کبھی اس کی کرم فرمائیوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

اس دعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا میں اگر خلوص ہو۔ دعا مانگنے والا اگر نیک کام کے لئے پوری توجہ کے ساتھ دعا مانگے۔ اور صرف اللہ کو اپنا کارساز سمجھے۔ تو وہ اس دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ اور اطمینان کے لئے دل میں ڈال دیتا ہے کہ دعا قبول ہوگی۔

دعا بجائے خود ایک عبادت ہے۔ ایک لذت ہے۔ مجنوں کے بھیک مانگتا ہے۔ اور کامیابی و کامرانی کا یقین ہے۔ اور وہ لوگ جو اس لذت سے شاد کام ہیں۔ وہ قبول اور عدم قبول سے بھی بے پروا ہو جاتے ہیں۔ ان کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اپنے نیازمندانہ تعلقات قائم رکھیں۔ اور ہر حال اپنی احتیاج اور اس کے غنا کو محسوس کرتے رہیں۔ بھیک مانگتے رہیں۔ ان کو نصب العین لگتا ہے اور اس کیفیت سے سرور حاصل کرتا ہے۔ کہ اس محبوب حقیقی سے ایک نسبت خاص قائم ہے اور بس۔

حلِ لغات:۔ ازری۔ مضبوط سہارا، زور اور شریک کار۔

لغوی: سُؤل: مطلب۔ اَنِ اقْذِفِیْهِ۔ قذف سے ہے۔ بمعنی ڈال دینا، پھینک دینا۔

يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ
عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ
عَيْنِي ○
۴۰- إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ
عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ
أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ
وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ
فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ
قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ○
۴۱- وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ○
۴۲- اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا
تَنِيَا فِي ذِكْرِي ○

موسیٰ کا اور میرا دشمن اُسے اُٹھا لے گا، اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈالی، اور تاکہ تُو میری آنکھ کے سامنے پرورش پائے ○ ف۱

۴۰- جب تیری بہن جا رہی تھی، اور کہتی تھی میں تمہیں ایک شخص بتاؤں جو اس لڑکے کو پالے پھر ہم تجھے تیری ماں کی طرف لے آئے تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور تُو نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھ کو ایک ذرا سا جانچا، پھر تُو اہل مدین میں کئی برس رہا، پھر تُو اے موسیٰ (اس) وقت میں تقدیر کے موافق آ پہنچا ○

۴۱- اور میں نے تجھے اپنے لئے چُن لیا ○

۴۲- تُو اور تیرا بھائی معجزے لے کر جاؤ، اور میری یاد میں تم دونوں سُستی نہ کرو ○

ف۱

اُمّ موسیٰ کی جانب وحی کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا نے الہام اُن کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ موسیٰ کو دریا میں صندوق میں رکھ کر بہا دو۔ وہ امن و سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچ جائے گا۔ اور دشمنوں کے ہاں تربیت حاصل کرے گا۔ اُمّ موسیٰ کا ایمان ملاحظہ ہو۔ کہ لختِ جگر کو اپنے ہاتھ سے دریا میں پھینک رہی ہیں کتنا زبردست عقیدہ ہے۔ کس قدر مسلم یقین ہے۔ کہ نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے بیٹے کو خدا کی امواج کے سپرد کر رہی ہیں۔

اب اللہ تعالےٰ کی اعانت دیکھئے۔ کہ اس نے اُمّ موسیٰ کے تقویتِ ایمان کے صلہ میں حضرت موسیٰ کو شاہی محلات میں پہنچا دیا۔ اور تربیت کے لئے یہ سامان کیا۔ کہ ماں ہی کو دودھ پلانے کی خدمت سونپی گئی۔

جو لوگ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ اسی طرح حیرت انگیز طور پر ان کی مدد فرماتا ہے۔

ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ سے غرض یہ ہے۔ کہ ابتدائی تمام منزلیں طے کر چکنے کے بعد اب تم اس اندازِ خاص تک پہنچ گئے ہو۔ جہاں ضرور ہے کہ تمہیں اپنی خدمات کے لئے مختص کر لیا جائے۔

۴۳- اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

۴۴- فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

۴۵- قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝

۴۶- قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝

۴۷- فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝

۴۸- اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝

۴۳- تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بہت سرکش ہو گیا ہے

۴۴- سو اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ سوچے یا ڈرے ○ ف۱

۴۵- دونوں بولے کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر تعدی کرے یا جوش میں آ جائے ○

۴۶- فرمایا۔ ڈرو نہیں، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں ○

۴۷- سو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں سو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں دکھ نہ دے۔ ہم تیرے رب کی نشانی لے کر تیرے پاس آئے ہیں اور سلامتی اس کی جو ہدایت کا پیرو ہے ○

۴۸- ہم پر وحی آئی ہے کہ جو کوئی جھٹلائے اور منہ موڑے اسی کو عذاب ہوگا ○

شیریں گفتار ہونا مبلغ کیلئے ضروری ہے

ف۱ فرعون کے پاس بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو جو نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ [illegible] ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھنا میری یاد سے غافل نہ ہو جانا۔ اور ہر وقت محبوبِ حقیقی اور نیاز مندی کے تعلقات کو قائم رکھنا۔ کیونکہ یہی چیز ہے جس سے دل میں پاکیزگی موجود رہتی ہے اور انسان دنیا کی تمام لذتوں کو آخرت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہے۔ ذکر و شغل کی برکات سے طبیعت میں نزہت و توانائی پیدا ہوتی ہے اور دل و دماغ مجلّٰے اور روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ اکسیر ہے جس کے باعث چہروں پر نور اور قلب میں سرور و حزن ہوتا ہے۔ اور یہی وہ کیمیائی اثر ہے جس سے بہرہ مند ہونے والا انسان حقیقتاً نہایت خوش قسمت انسان ہے۔

موسیٰ اور ہارون چونکہ ایک جابر اور ظالم قوت سے نبرد آزما ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان میں اسی قدر [illegible] ہو۔ اور فرعون کے غرور کے مقابلہ میں ان کے پاس بھی اللہ کی زبردست اعانت موجود ہو۔

علماء اور رہنمایانِ دین کے لئے سب سے ضروری اور اہم چیز یہ ہے کہ وہ بھی اللہ کے اس ارشاد کو دیکھیں۔ اور حکمِ مصلحت پر عمل فرمائیں کہ پہلے مرحلہ، ایک [illegible] کوشش کریں۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جب کبھی خود کسی جابر کے پاس جاؤ جس کا نام فرعون ہے، تو نہایت [illegible] سے پیش آؤ۔ ملاطفت اور شیریں سے باتیں کرنا۔ تاکہ اس کے دل میں اثر پیدا ہو سکے اور اس کی [illegible] پر خشیتِ الٰہی غالب ہو جائے۔ یہاں ذرا ملاحظہ کیجئے۔ فرعون کے مقابلہ میں جو جابر ہے۔ ظالم ہے۔ اور جو انتہا کی سرکشی ہے۔ اپنے برگزیدہ انبیاء سے ملاطفت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ سوچئے اور بتائیے ہمارے علماء اور مدعیانِ طریقت کا رویہ عام مسلمانوں کے مقابلہ میں کیا ایسا ہی ہے وہ مسلمان جو کلمہ گو ہیں۔ خدا کو ایک مانتے ہیں۔ اور فروعی اختلاف کی بنا پر انہیں کافر جانتے ہیں۔ [illegible] علماء اور مرشدین کس خشونت اور درشتی سے پیش آتے ہیں؟

ف۲ فرمایا فرعون سے جا کر بنی اسرائیل کی آزادی کا [illegible]

۴۹ - قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○

۴۹ - وہ بولا۔ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟

۵۰ - قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ
خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○

۵۰ - کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی درست صورت عطا فرمائی، پھر اُسے ہدایت فرمائی ○

۵۱ - قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ○

۵۱ - بولا۔ پہلی اُمتوں کا کیا حال ہے؟ ○

۵۲ - قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ
لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ○

۵۲ - کہا۔ اُن کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ○

ع ۲

۵۳ - الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا
وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ○

۵۳ - وہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے سڑکیں چلائیں، اور آسمان سے پانی اُتارا، سو اس سے ہم نے مختلف اقسام کی سبزی بُوٹی نکالی ○

۵۴ - كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ○

۵۴ - کھاؤ اور اپنے چارپائے چراؤ، بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں ○

۵۵ - مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

۵۵ - زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے

مطالبہ کرو۔ اس سے کہو۔ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ ہماری اس بات پر ایمان لاؤ کہ بنی اسرائیل کی غلامی اور قیمت کو آزادی اور حریت سے بدل دیں۔ اگر تمہیں زیبا نہیں۔ کہ مزید تعذیبات اور عذاب میں ہماری قوم کو جکڑ کر ہم تمہارے پاس معجزات اور خوارق لے کر آئے ہیں۔ بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ ہدایت و رشد کو قبول کر لو اور ان مطالبے سے باز آجاؤ۔

ف حکومتوں کی ہمیشہ یہ ذہنیت رہی ہے کہ محکوموں کو غیر متعلق مسائل میں الجھا دیا جائے۔ اور اصل مطالبے سے ان کی نگاہیں پھیر دی جائیں۔ چنانچہ موسیٰ اور ہارون نے جب فرعون سے کہا۔ کہ ہم تمہارے پروردگار کی جانب سے رسول مقرر ہو کر آئے ہیں۔ اور ہمارا مطالبہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دو۔ تو اس نے بجائے اس کے کہ اصل مطالبہ کے متعلق کچھ جواب دے۔ یہ کہا۔ کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ میں تو ابھی تک یہی نہیں جان سکا۔ موسیٰؑ نے نہایت حکیمانہ جواب دیا کہ رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اور پھر ہر چیز کے فرائض علم و اعمال سے مرتب کئے۔ اور تم مجھ کو باوجود فرعونی الوہیت کے بنی اسرائیل پر مظالم ڈھا رہے ہو۔ اس کے بعد اس نے سوالات کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔ کہنے لگا۔ تو تمہارے خیال میں پچھلے سب لوگ گمراہ تھے؟ آخر جب تم نہیں آئے تھے۔ اس وقت لوگوں کے پاس اللہ کا کونسا پیغام تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا جواب دیکھئے کتنا بجا تلا ہے کہ اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی۔ فرمایا۔ گذشتہ قوموں کے حالات اللہ کو معلوم ہیں۔ اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ و مستتر نہیں۔ غرض یہ تھی کہ فرعون غیر متعلق بحثوں میں الجھا رکھے۔ ایسے جامع اور معقول جواب دئیے کہ اس کو اصل مسئلہ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

حَلِّ لُغات

اَلْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ پہلی قومیں۔ گذشتہ زمانے کے لوگ۔

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى۔ میرا پروردگار نہ چوکتا ہے، نہ بھولتا ہے۔

لِاُولِي النُّهٰى۔ نُہیہ کی جمع۔ معنے عقل والوں کے لئے۔

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ○
۵۶- وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ
وَأَبَىٰ ○
۵۷- قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا
بِسِحْرِكَ يَا مُوسَىٰ ○
۵۸- فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ فَاجْعَلْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُ
نَحْنُ وَلَا أَنتَ مَكَانًا سُوًى ○
۵۹- قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَن
يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ○
۶۰- فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ ○
۶۱- قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ

اور اسی میں سے دوسری بار تمہیں نکالیں گے ○
۵۶- اور ہم نے فرعون کو اپنے کل معجزے دکھلائے سو
اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ○
۵۷- بولا اے موسیٰ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ اپنے جادو سے
ہمیں ہماری زمین سے نکالے ○
۵۸- سو ہم بھی تیرے پاس ایک ایسا ہی جادو لائیں گے تو
ہمارے اور اپنے درمیان ایک صاف میدان میں ایک جگہ
وعدہ گاہ مقرر کر کہ اس کے خلاف نہ کریں ہم اور نہ تو ○
۵۹- کہا تمہارا وعدہ گاہ جشن کا دن ہے اور یہ کہ لوگ
پہر دن چڑھے جمع ہوں ○ ف
۶۰- پھر فرعون واپس لوٹا پھر اپنا فریب جمع کیا پھر حاضر آ گیا ○
۶۱- موسیٰ نے ان کو کہا کمبختی تمہاری خدا پر جھوٹ نہ
باندھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں عذاب سے تباہ کر دے

جادوگروں سے مقابلہ

ف حضرت موسیٰ کی معقول اور مسکت بحث سے مجبور ہو آخر فرعون نے اصل سوال کی جانب توجہ منعطف کی۔ مگر عجیب تمسخر اور چالاکی سے کہنے لگا۔ اچھا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے شہروں سے نکال باہر کرو۔ ہم اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ ایک دن مقرر کر دو۔ ہم بھی اپنے جادوگر بلاتے ہیں۔ اس دن مقابلہ ہو جائے گا۔ اور معلوم ہو گا۔ کہ کون زیادہ کامیاب اور فتحیاب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اسے معلوم ہو کہ جادو کی حقیقت کیا ہے۔ اور معجزہ و سحر میں کیا فرق ہے۔ اس اعلان مبارزت کو قبول فرما لیا۔ اور کہا یوم الزینہ کو تم آجانا۔ میلہ کی وجہ سے لوگوں کا ہجوم بھی ہو گا۔ اور بھرے مجمع میں اس حقیقت کے اظہار کا موقع رہے گا۔ کہ کرامات غیبی کس کے ساتھ ہیں۔

یوم الزینہ سے مراد وہ دن ہے جس دن قبطی، اور اسرائیلی۔ یا صرف قبطی سج سج کر جشن مناتے تھے۔ قرآن میں اس دن کی تعیین موجود نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا خیال ہے۔ کہ عاشورہ کا دن تھا۔

فرعون کی ستم ظریفی دیکھئے۔ کہ آزادی و استقلال کے مطالبہ کو کس غلط رنگ میں دیکھتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بنی اسرائیل غلام ہیں۔ مظلوم ہیں۔ چار سو سال سے نہایت ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ کہ وہ ان کی غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں۔ فرعون یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کوششیں ہمیں ہمارے ملک سے محروم کرنے کے لئے ہیں۔ اور آزادی و استقلال بجائے خود کوئی چیز نہیں۔

حل لغات ۱ ۔ مَوْعِدًا ۔ ظرف زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ کَیْدَہٗ ۔ مکر و فریب، مکر۔

وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ○
۶۲- فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
النَّجْوٰى ○
۶۳- قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ
اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ
يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○
۶۴- فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ
وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ○
۶۵- قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ
اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ○
۶۶- قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ
عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
اَنَّهَا تَسْعٰى ○

اور جس نے جھوٹ باندھا، وہ نامراد ہوا ○
۶۲- پھر وہ اپنے معاملے میں باہم جھگڑے اور
پوشیدہ مشورہ کیا ○ ف۱
۶۳- بولے، بیشک دونوں جادوگر ہیں ان کا ارادہ ہے کہ
تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دیں
اور تمہارا دین جو اشرف ہے موقوف کردیں ○
۶۴- سو تم اپنا فریب جمع کرو، پھر صف باندھ کر آؤ اور
آج جو غالب آیا، وہی جیتا ○
۶۵- بولے۔ اے موسٰی! یا تو ڈال، یا ہم
پہلے ڈالیں ○
۶۶- کہا نہیں تم ڈالو۔ پھر تب ہی اُن کی رسیاں اور
لاٹھیاں ان کے جادو سے موسٰی کے خیال میں
دوڑتی ظاہر ہوئیں ○

ف۱

جب فرعون اپنے جادوگروں اور لشکر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آگیا۔ تو حضرت موسیٰ نے واعظانہ طور پر فرمایا کہ تم کیوں حقیقت وصداقت کے پیغام کو محض جادو سے تعبیر کرکے کیوں اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔ کیا تمہارے دلوں میں خوف موجود نہیں۔ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے، یاد رکھو۔ اگر تمہارے تمرد کا یہی عالم رہا۔ تو جہتہ تباہ کردیے جاؤ گے۔ ان لوگوں نے یہ باتیں سنیں، اور آپس میں اختلاف رائے کا اظہار کرنے لگے۔ اور بالآخر اسی بات پر جمع ہوگئے جس کو فرعون نے ان میں پھیلایا تھا۔ کہ موسٰی و ہارون، دو جادوگر ہیں، جو چاہتے ہیں۔ کہ قبطیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیں۔ اور ان کی روایات سے ان کو پھیر دیں۔ آخر اس بات پر اتفاق ہوا۔ کہ سب لوگ پوری تیاری کرکے صف آرا ہوں۔ تمام تدبیریں حق کو زیرنگوں کرنے کے لئے صرف کردیں۔ اور پوری قوت کے ساتھ باطل کا مظاہرہ کیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے۔ فرعون کے زمانے میں سحر، جادو کا بہت رواج تھا۔ اور مذہبی راہنما عموماً شعبدہ باز اور کرشمہ ساز ہوتے تھے۔ جو سادہ لوح قبطیوں اور اسرائیلیوں کو گمراہ کرتے۔ ابتداءً جب انہوں نے حضرت موسیٰ و ہارون کو بھی مسند رشد وہدایت پر فائز دیکھا تو انہوں نے یہی سمجھا، کہ یہ بھی کاہن یا جادوگر ہیں۔ کیونکہ ان کے زمانے میں اس قسم کے لوگ ہی (بزعم خویش) بزرگ اور ولی سمجھے جاتے تھے۔

حل لغات

اِنْ هٰذٰنِ۔ میں اصحاب نحو و لغت نے بہت سی توجیہیں کی ہیں۔ مگر سب طرح کے جوابات اس الجھن کو دور نہیں کرتے کہ آخر قرآن میں اس غیر مانوس انداز کو کیوں اختیار کیا گیا۔ تفصیلات کا یہ مقام نہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ہر آیت کی ایک موسیقی ہوتی ہے اور اس آہنگ کی ذوقی مناسبت کا تقاضا یہ تھا کہ هٰذٰنِ یہاں ارشاد ہو تاکہ آیت کی موسیقی قائم رہے اور یہی کمال بلاغت ہے۔

حِبَالُهُمْ۔ رسّے۔ حبل کی جمع۔ عِصِيُّهُمْ۔ عصا کی جمع ہے۔

٦٧ - فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ۝
٦٨ - قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝
٦٩ - وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا
اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا
یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ۝
٧٠ - فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا
بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ۝
٧١ - قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ
اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ
النَّخْلِ ؗ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا
وَّ اَبْقٰى ۝

٦٧ - سو موسیٰ اپنے دل میں ڈر پانے لگا ۝
٦٨ - ہم نے کہا مت ڈر، تو ہی غالب رہے گا ۝
٦٩ - اور جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے (یعنی عصا) ڈال دے کہ ان کی بنت کو نگل جائے جو انہوں نے بنایا ہے۔ تو جادوگر کا فریب ہے اور جہاں جادوگر آئے نامراد رہتا ہے ۝
٧٠ - پھر جادوگر سجدہ میں گر پڑے بولے ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے ۝ ع
٧١ - بولا۔ تم میرے حکم سے پہلے اس پر ایمان لائے وہی (موسیٰ) تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھلایا ہے سو اب میں تمہارے مقابل کے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا۔ اور تم سب کو کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم جان لو گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیر تک رہتا ہے ۝

معجزہ اور جادو کا مقابلہ

ف میدان مقابلہ میں دونوں قومیں جمع ہو گئیں اور انتظار کیا جانے لگا کہ دیکھیں کون غالب ہوتا ہے۔ جادوگروں نے ابتداءً کی اور حضرت موسیٰ سے کہا۔ یا تو آپ کچھ ڈالیے۔ یا ہم ہی کر کے دکھائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے اُس کو ظاہر کر جائیے۔ اس کے بعد میں بھی اپنی طرف سے کچھ پیش کروں گا۔ دونوں حریف اپنی اپنی جگہ پر مطمئن تھے۔ اس لئے اس تقدم و تاخر کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور مقابلہ کا آغاز ہو گیا۔ جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسے پھینکے۔ تو وہ ایسے دکھائی دینے لگے۔ کہ سانپ لہرا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ یہ افسوں گری دیکھ کر ڈرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گھبراؤ نہیں تم غالب رہو گے۔ اپنا عصا جو تم نے داہنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ زمین پر پھینک دو۔ تمہارا یہ عصا اتنا بڑا اژدھا بن جائے گا کہ ان سب سانپوں کو جو جادو کی وجہ سے ظہور میں آئے ہیں نگل جائے گا کیونکہ جادوگر کا میاب نہیں ہو سکتا۔

سحر اصل میں دھوکا، فریب اور تخییلِ قلب کا نام ہے۔ جادوگر کچھ تو خواص اشیاء کو جانتے تھے۔ جس سے عام لوگ آگاہ نہیں ہوتے اور کچھ تخییلی قوت کو بعض ریاضتوں سے بڑھا لیتے۔ جس کے باعث وہ جو کچھ چاہتے۔ عوام کی نظروں میں کر دکھاتے۔ یہی ہوتا تھا کہ محض چالاکی اور فن فریب سے وہ جھکا کر اپنی بزرگی اور عظمت کا یقین دلاتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بظاہر رسے سانپ کی شکل میں نظر آ رہے ہیں۔ تو بشریت کی وجہ سے قدرے گھبرائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فوراً اس غلط فہمی کو دور کر دیا۔ ارشاد ہوا۔ کہ اس میں حقیقت موجود نہیں یہ محض نظر بندی ہے۔ جادو اور دھوکا ہے۔ ان شاء اللہ تم غالب رہو گے۔

اور اس کے بعد عملاً باطل کو واضح کر دیا۔ کہ اس نوع کے شعبدہ باز حق کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ حق کے لیے کامیابی مقدرات میں سے ہے۔

اس قصے سے بطور استدلال کے معلوم ہوتا ہے (باقی بر صفحہ)

٧٢ - قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

٧٢ - وہ بولے جو کھلی دلیلیں ہمارے پاس آ گئی ہیں، اور اس پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم تجھ کو ترجیح نہیں دیں گے۔ پس جو حکم تو دینا چاہے وہ حکم دے دے، تو صرف اسی دنیا کی زندگی میں حکم دے سکتا ہے ۝

٧٣ - اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

٧٣ - ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہمارے گناہ بخش دے اور یہ گناہ بھی کہ تو نے ہم سے جبراً جادو کرایا، اور اللہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے ۝

٧٤ - اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

٧٤ - بے شک جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آیا اس کے لئے جہنم ہے، نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا ۝ ف١

٧٥ - وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝

٧٥ - اور جو اس کے پاس باایمان ہو کر نیکیاں کر کے آیا، تو ایسوں کے لئے بلند مراتب ہیں ۝ ف٢

٧٦ - جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

٧٦ - ہمیشہ رہنے کے باغ، جن کے نیچے نہریں

کر وہ شخص جو عالم دین ہے سب سے پہلے ہدایت کو لوگوں میں پھیلانا پڑتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام علوم میں ماہر ہو۔ جو اس کے مخاطب معاصرین میں پائے جاتے ہیں تاکہ کسی علمی بات میں ان لوگوں سے مرعوب نہ ہو۔ آج کل جو الحاد پھیل رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علماء میں جمود اور تعطل پیدا ہو گیا ہے۔ وہ سائنس و فرنگ کے طلسمات سے آگاہ نہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ دشمن کی چالوں سے واقف ہو کر اس کے حملے کا مقابلہ کریں۔ غور فرمائیے موسیٰ علیہ السلام کو اسی قسم کے اعلیٰ ترین معجزات دیئے گئے جس قسم کے شعبدات ان میں رائج تھے۔ یہی وجہ ہے ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ جو شخص ہمیں ایمان و اسلام کی دعوت دے رہا ہے وہ معارف و معلومات میں ہم سے کہیں آگے ہے۔

ف٢

جادوگروں نے اپنی فریب کاریوں کے مقابلہ میں جب حقیقت کی جلوہ گری دیکھی۔ تو چونکہ صاحب بصیرت تھے۔ خدا اللہ کے سامنے جھک گئے اور بے اختیار پکار اٹھے۔ کہ ہم حضرت موسیٰ کی دعوت کو مانتے ہیں۔ اس کی قدرتیں بے پناہ اور عظیم ہیں۔ فرعون نے جب یہ منظر آنکھوں سے دیکھا۔ تو بے حس ہو گیا۔ اور حاکمانہ انداز میں دھمکیاں دینے لگا۔ جادوگروں کے دل میں چونکہ ایمان کی قوت داخل ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ بے خوف ہو گئے۔ اور جرأت کے ساتھ فرعون سے کہہ دیا۔ کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ ہم اس دھمکی سے خائف نہیں ہیں۔ ہمارا تعلق محض اسی دنیا سے ہے۔ ہمارے دل حق کی روشنی سے منور ہو چکے ہیں۔ اب ان میں اللہ کے خوف و ہراس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا)

ف١

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ جس میں نہ مرے گا۔ نہ جئے گا۔ سے غرض یہ ہے۔ کہ جہنم کی زندگی نہایت ہی تلخ اور ناگوار ہوگی۔ نہ تو یہ ممکن ہوگا کہ موت کی وجہ سے ختم ہو سکے۔ اور نہ یہ اختیار میں ہوگا کہ زندگی کے لوازم سے استفادہ کیا جائے۔

ف٢ حصول جنت کے لئے جس طرح ایمان شرط ہے اسی طرح عمل بھی ضروری ہے۔ محض اعتقاد جو عمل کے لئے محرک نہ ہو مفید نہیں ہوگا۔ اسلام کہ ایمان و عمل دونوں کا نام ہے۔

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝

بہتی ہیں، وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو پاک ہوا ۝

۷۷- وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝

۷۷- اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی، کہ میرے بندوں کو رات میں لے نکل، پھر ان کے لئے دریا میں خشک رستہ بنا دے، اور تو ان کے آ پکڑنے کا خوف و خطرہ نہ کر ۝ ف۱

۷۸- فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝

۷۸- پھر فرعون اپنی فوج لے کر ان کے پیچھے ہو لیا، تو گھیر لیا ان کو پانی نے جیسا گھیر لیا ۝

۷۹- وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝

۷۹- اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی ۝

۸۰- يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝

۸۰- اے بنی اسرائیل! تمہارے دشمن سے ہم نے تمہیں نجات دی، اور کوہ طور سے داہنی طرف تم سے وعدہ کیا۔ اور تم پر من و سلویٰ نازل کیا ۝

تائیدِ غیبی کے سامان!

ف۱ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بہر چند یہ کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ اور چونکہ مقابلہ کی قوت نہ تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے تائید کا سامان پیدا کر دیا، فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو رات کی تاریکی میں ارض مصر سے نکال لے جاؤ۔ اور پھر دریا میں عصا مارو، وہ خشک ہو جائے گا۔ تمہارے اور تمہاری قوم کے لیے اس میں رستہ بن جائے گا۔ جس کی وجہ سے تم دریا کو عبور کر سکو گے۔

فرعون کو جب معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ قوم کو ساتھ لے کر ارض مصر سے نکل بھاگنے کی کوشش میں ہیں۔ تو اس نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تعاقب کیا۔ اور دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جس طرح ... فرعون اور اس کے ساتھیوں کا ظلم ہو گیا۔ اور غرق کے گھاٹ اتار دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم اللہ پر توکل کر کے کمر ہمت باندھ لیتی ہے۔ تو اللہ جو سب مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کی اعانت فرماتا ہے اور غیب سے اس کے لئے غلبہ و اقتدار کے سامان پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

دیکھ لیجئے۔ وہ دریا جس نے موسیٰ اور اس کی قوم کو راستہ دے دیا۔ وہ فرعون کے لئے مرگ و ہلاکت کا سامان بن گیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ خدائی مدد موسیٰ علیہ السلام کے شامل حال تھی۔ دریا کا پانی رک جانا اور اس میں راستہ بن جانا۔ یہ بصورت معجزہ ہے۔ عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ جس نے دریا اور سمندر پیدا کئے ہیں اگر چاہے تو چشم زدن میں تمام سمندروں کو خشکی سے بدل دے۔ اور اسے کو پانی کر دے۔ اس کی قدرت و استطاعت کے سامنے سب کچھ ممکن اور سہل ہے۔

ان آیات میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ دیکھو ہم نے کس طرح تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائی۔ اور کیونکر تمہاری تربیت کے لئے موسیٰ کو طور پر آنے کی دعوت دی۔ پھر ان کی مشکلات کے باعث تمہیں معیشت کے دھندوں سے آزاد رکھا۔ تم پر من و سلویٰ نازل کیا۔ تاکہ آزادی سے تم دین سیکھ سکو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک شاندار قوم بن سکو۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے (باقی برصفحہ)

۸۱- كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا
تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ
وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ○
۸۲- وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ○
۸۳- وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ○
۸۴- قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ
اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ○
۸۵- قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ
بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ○
۸۶- فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ
رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ

۸۱- اچھی چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیں اور
اس میں سرکشی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو
اور جس پر میرا غضب نازل ہوا، وہی گر گیا ○
۸۲- اور بےشک جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل
کرے پھر ہدایت پائے میں اس کے لیے بڑا بخشنے والا ہوں ○
۸۳- اور اے موسیٰ تم نے اپنی قوم سے ایسی جلدی کیوں کی ○
۸۴- بولا وہ یہ میرے پیچھے ہی ہیں اور اے میرے رب میں
تیری طرف آنے میں اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے ○
۸۵- فرمایا ہم نے تو تیرے پیچھے تیری قوم کو آزمایا،
اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ○ ف۱
۸۶- پھر موسیٰ غصہ میں بھرا ہوا غمگین اپنی قوم کی طرف
لوٹا۔ کہا اے قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا
وعدہ نہ کیا تھا، کیا تم پر مدت بڑھ گئی

جس قدر عنایات کی بارش کی۔ یہ لوگ اسی قدر غافل رہے اور برابر سرکشی بڑھتی گئی ●

ان نعمتوں کے اظہار کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ حضور کے وقت کے یہودی اور عیسائی ان باتوں کو سمجھیں۔ اور ان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو بھیجا ہے۔ تو ان کی رشد و ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اور یہ بھی ان پر اللہ کا ایک مزید انعام ہے ●

سامری کا بچھڑا ف۱

موسیٰ علیہ السلام جب طور پر پہنچے تو ان کے پیچھے بد بخت لوگوں کو موقع ملا کہ قوم میں گمراہی کے جراثیم پھیلائیں۔ چنانچہ سامری نامی ایک شخص نے ان کو مشورہ دیا۔ کہ جو زیورات اور چاندی سونے کے ظروف تمہارے پاس ہیں۔ وہ مجھے دے دو۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ اس نے کچھ اس طرح چاندی اور سونے کو پگھلا کر ایک قالب تیار کیا۔ جو بچھڑے کی شکل کا تھا۔ اور اس میں ہوا کے آنے جانے کی وجہ سے ایک قسم کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ بنی اسرائیل جو ذہنی لحاظ سے پست اور عامیانہ تھے۔ اور غالباً مصر میں گائے کی پرستش کے عادی ہو چکے تھے۔ سامری کے فریب میں آ گئے۔ سامری نے کہا۔ یہ تمہارا اور موسیٰ کا رب ہے۔ تمہیں اسی کی پرستش کرنا چاہیے۔ وہ پرانے جذبۂ گاؤ پرستی اور اس کی خوشی کی وجہ سے سونے چاندی کا مرکب [illegible] گمراہ ہو گئے۔ اور گائے کے بچھڑے کو حقیقی خدا سمجھنے لگے ●

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے اطلاع دی۔ تو وہ غضب و غصہ سے بھرے ہوئے واپس لوٹے۔ اور قوم سے سختی کے ساتھ احتساب کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی۔ کہ بے جان قالب کی پوجا شروع کر دی۔ کیا اللہ کے وعدے کے ایفاء میں کچھ دیر ہو گئی تھی۔ یا تمہیں عذاب الٰہی کی خواہش تھی۔ انہوں نے کہا۔ اس فعل کی ساری ذمہ داری سامری پر عائد ہوتی ہے ہم نے اس کے کہنے کے موافق کیا ہے ●

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان احمقوں کو یہ بھی نہیں سوجھا۔ کہ خدا بننے کے لیے صرف عجیب و نادر ہونا کافی نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی ضروریات کو جانے۔ ان کی پکار سنے۔ اور قبول فرمائے۔ ان کو منافع و برکات سے بہرہ مند کرے۔ اور ان کے دشمنوں کو مغلوب کرے۔ یہ بچھڑا ان کی باتوں کا جواب بھی نہیں دے سکتا ہے اور [illegible]

حل لغات:- فَتَنَّا :- آزمائش میں ڈال دیا۔ یعنی آزمائش کا ایک موقع پیدا کر دیا۔ اسی لیے گمراہی کا انتساب سامری کی جانب کیا ہے۔ وَاَضَلَّهُمُ

عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ
عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِي ○
۸۷- قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا
وَلَكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ
الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى
السَّامِرِيُّ ○
۸۸- فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ
خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ
مُوسَىٰ ۵ فَنَسِيَ ○
۸۹- أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ
قَوْلًا ۵ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ○
۹۰- وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ

تھی، یا تم نے یہ چاہا، کہ تم پر تمہارے رب کا
غضب نازل ہو۔ کہ تم نے میرے وعدے کے
خلاف کیا؟ ○
۸۷ - بولے ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدے کا
خلاف نہیں کیا، مگر ہم پر قوم فرعون کے زیورات کے
بوجھ لادے گئے تھے، سو ہم نے وہ پھینک دیئے پھر
اس طرح سامری نے (اس کو) ڈھالا ○
۸۸ - پھر اس نے ان کے لئے ایک بچھڑا بنا نکالا، وہ ایک
دھڑ تھا جو گائے کی آواز دیتا تھا پھر بولے یہ تمہارا معبود
اور موسیٰ کا بھی معبود ہے۔ سو موسیٰ بھول کر چلا گیا ○
۸۹ - کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں
دیتا۔ اور ان کے نفع نقصان پر کچھ اختیار نہیں رکھتا؟ ○
۹۰ - اور پہلے انہیں ہارون کہہ چکا تھا، کہ

(بقیہ حاشیہ)

نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پھر کیونکر اس کو خدائی مسند پر فائز قرار دیا جائے۔

بات یہ ہے کہ خدا وہ ہے، جو ہماری تمام ضروریات سے آگاہ ہے۔ جو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے اور ہر آن ہمارا خیال رکھتا ہے۔ وہ ایسی ذات برتر ہے۔ جس کے نام سے دلوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور جو ہمارے لئے ہر طرح موجب اطمینان اور راحت وسکون قلب ہے۔ مگر مشرک ہیں کہ ان کی نظر ان معمولی حقائق تک بھی نہیں پہنچتی۔ وہ ہر عجیب و نادر چیز کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے۔ کہ خدائی کا تخیل کس درجہ بلند و ارفع ہے۔

حلِّ لغات

اَوْزَارًا۔ جمع وِزر۔ بمعنے بوجھ۔

بنی اسرائیل چاندی سونے کے زیورات بجائے خود اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اب چونکہ وہ ان تمام باتوں کو چھوڑ چکے تھے۔ اور جنگل میں آباد تھے اس لئے ان زیورات کو غیر ضروری بوجھ قرار دیا۔ اور آسانی سے اشاعت پر راضی ہو گئے۔

یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ۝

۹۱- قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰی ۝

۹۲- قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۝

۹۳- اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ۝

۹۴- قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ۝

۹۵- قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ ۝

۹۶- قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ

اے قوم اس بچھڑے کے سبب تم بہکاوے میں آ گئے ہو اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے سو تم میرے تابع رہو اور میری بات مانو ۝

۹۱- بولے کہ ہم برابر اسی بچھڑے کے معتکف رہیں گے جب تک موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر آئے ۝

۹۲- موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تو نے ان کو دیکھا تھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو تجھ کو کس چیز نے روکا ۝

۹۳- کہ تو نے میری پیروی نہ کی کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ۝

۹۴- بولا اے میری ماں کے بیٹے میری ڈاڑھی اور میرا سر نہ پکڑ۔ میں ڈرا کہ تو کہے گا، کہ تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈالی، اور میری بات یاد نہ رکھی ۝ ف

۹۵- موسیٰ بولا۔ اے سامری تیرا کیا حال ہے؟ ۝

۹۶- وہ بولا میں نے وہ کچھ دیکھا جو ان اسرائیلیوں نے نہ دیکھا

حضرت موسیٰ کی غیرت دینی

ف موسیٰ علیہ السلام قوم کی اس گؤ پرستی کی حرکت سے سخت طیش میں تھے۔ اور غضب میں انہوں نے حضرت ہارون سے بھی سختی کے ساتھ باز پرس کی۔ اور کہا کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں اپنے سامنے ہونے دیا۔ یہاں چند باتیں قابل غور ہیں :-

(۱) حضرت موسیٰ کی طبیعت میں فطرتاً سختی تھی۔ اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا۔ کیونکہ مقابلہ فرعون سے تھا۔ اور اس کی قوم کے جابروں سے ۔

(۲) یہ غضب ذاتی طور پر نہ تھا۔ بلکہ دین کے مقابلے میں محض اللہ کی محبت کے جوش سے تھا۔

(۳) واقعات اسی نوع کے تھے۔ کہ موسیٰ جیسے پیغمبر کا غصہ سے بے تاب ہو جانا بالکل اضطراری تھا۔ کیونکہ انہوں نے بڑی مشکلوں سے بنی اسرائیل کو فرعون کے چنگل سے نکال کر یہاں رکھا تھا۔ تاکہ یہ گمراہی کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں بھی یہ لوگ محفوظ نہیں رہے۔ اور ساری محنت اکارت گئی تو غصہ سے بھڑک اٹھے۔

(۴) موسیٰ جہاں پیغمبر تھے۔ وہاں انسان بھی تھے۔ اور بشری تقاضے اور داعیے ان میں موجود تھے۔

ان حقائق و حالات میں اگر انہوں نے ہارون کی ڈاڑھی پکڑلی، اور بظاہر غیر اولی الفاظ میں مخاطب فرمایا۔ تو بالکل طبعی اور منطقی امر تھا۔

اس جواب طلبی میں ہارون علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ سننے کے قابل ہے۔ کہتے ہیں۔ میں نے زیادہ زور کے ساتھ اس لئے ان لوگوں کو گؤ سالہ پرستی سے نہیں روکا۔ کہ ان میں تفریق نہ پیدا ہو جائے گویا ہارون علیہ السلام کی نظر میں اختلاف و تشتت کا مرض شرک کے مرض سے بھی زیادہ خطرناک اور ہولناک ہے۔ انہوں نے یہ تو گوارا کرلیا۔ کہ ایک جماعت کی جماعت گمراہی کے عقیدے پر لگی رہے۔ مگر یہ گوارا نہیں کیا۔ کہ قوم میں اختلاف پیدا ہو۔ اور قوم دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ حضرت موسیٰ کے آجانے کے بعد شرک توحید سے بدل سکتا ہے۔ اور قوم پھر ایک خدا کی پرستار بن سکتی ہے مگر شاید بمشکل پھر کر دو گروہوں میں بٹی ہوئی جماعت پھر سے ایک وحدت میں منسلک ہو سکے۔ کیا ہمارے فرقہ پرست علماء اس حقیقت پر غور فرمائیں گے؟

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ
نَفْسِيْ ۝

۹۷- قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ
اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۝ وَاِنَّ لَكَ
مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۝ وَانْظُرْ اِلٰٓى
اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۝
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ
نَسْفًا ۝

۹۸- اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۝ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

۹۹- كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ
مَا قَدْ سَبَقَ ۝ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

پھر میں نے اُس رسول (جبریل) کے نقش قدم میں سے ایک مٹھی
خاک کی اٹھالی وہ میں نے (بچھڑے کے پیٹ میں) ڈال دی اور
میرے جی نے مجھے یہی صلاح دی ۝ ف۱

۹۷- موسیٰ بولا چلا جا، تیری سزا اسی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہا کرے
گا کہ مجھے نہ چھوؤ، اور تیرے لئے ایک وعدہ ہے
جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا (یعنی عذاب قیامت)، اور اپنے معبود
کو دیکھ، جس پر تو مجاور ہو بیٹھا تھا۔ ہم اس کو
جلا دیں گے، پھر اُسے دریا میں بکھیر دیں
گے ۝

۹۸- تمہارا معبود صرف وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی
معبود نہیں، ہر شے اس کے علم میں سما رہی ہے ۝

۹۹- گزشتہ خبروں میں سے ہم تجھے اے محمد (یوں) قصے
سناتے ہیں، اور ہم نے تجھے اپنے پاس سے

ف۱

سامری نے جو یہ قصہ سنایا ہے۔ کہ میں نے جبریلؑ کے نقش قدم کو دیکھ لیا تھا۔ اور ایک مٹھی مٹی وہاں سے اُٹھالی تھی۔ اور اس قالب میں ڈال دی تھی۔ تاکہ اس میں آواز پیدا ہوجائے۔ یا تقدس آ جائے۔ یہ محض اس کا اپنا وہم تھا۔ جیسا کہ اس نے خود تصریح کر دی ہے کہ یہ نفس نے مجھے یونہی سمجھا دیا تھا۔ اور قرآن حکیم نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی کہ اس مٹی کی وجہ سے اس میں آواز پیدا ہو گئی تھی۔ نہ قرآن میں یہ مذکور ہے کہ جبریلؑ کے نقش پا میں یہ تاثیر ہے۔

ابو مسلم اصفہانی نے بَصُرْتُ کے معنے علم کے لئے ہیں۔ اور فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ کے معنے سُنت موسیٰ کی پیروی کے قرار دیئے ہیں۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ سامری نے کہا۔ کہ میں نے معلوم کیا۔ کہ یہ لوگ راہ راست پر نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے آپ کی اطاعت کی اور آپ کی پیروی اختیار کی۔ پھر چھوڑ دی۔ اور گوسالہ پرستی کی طرح ڈالی ۔

حل لغات

اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۔ یعنے تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی۔ کہ لوگ تم سے نفرت کریں گے۔ اور قریب نہیں بھٹکنے دیں گے۔

بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کی سزا اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ دی۔ کہ باقی عمر لوگوں سے بچھڑا رہا۔ کیونکہ قدرت نے اس کے بدن میں ایسا مادہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ جس کو ہاتھ لگاتا یا کوئی اس کو چھوتا۔ تو جس کو ہاتھ لگایا جاتا۔ اور چھونے والا دونوں بخار میں مبتلا ہوجاتے۔ یہ تو صرف دنیا کے عذاب کی کیفیت تھی۔ عقبےٰ کا عذاب اس کے سوا رہا ۔

مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۚۖ

نصیحت کی کتاب دی ہے ○ ف۱

۱۰۰ - مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ

۱۰۰ - جو اس سے منہ موڑے وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا ○

۱۰۱ - خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ

۱۰۱ - اور اس بوجھ میں ہمیشہ رہے گا۔ اور قیامت کے دن اُن کے لئے بُرا بوجھ ہے ○

۱۰۲ - يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۖۚ

۱۰۲ - جس دن نرسنگا پھونکا جائے گا اور ہم اُس دن مجرموں کو نیلی آنکھیں کر کے اٹھائیں گے ○

۱۰۳ - يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۙ

۱۰۳ - وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے۔ کہ تم تو صرف دس دن دُنیا میں رہے تھے ○

۱۰۴ - نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۙ

۱۰۴ - ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب اُن میں اچھی راہ والا شخص کہے گا۔ کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے تھے ○ ف۲

۱۰۵ - وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ

۱۰۵ - اور پہاڑوں کی بابت تجھ سے پوچھتے ہیں تو کہہ

دُنیا کی جامع ترین کتاب

ف۱ قرآن حکیم میں کمال یہ ہے کہ اس میں رشد و اصلاح کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا۔ ہر نوع اور ہر قسم کے دلائل بیان کئے گئے ہیں آپ دیکھیں گے کہ کہیں فلسفیانہ براہین کا انبار ہے۔ کہیں فطرت کے عجائبات سے استشہاد ہے۔ کہیں یہ کہا گیا ہے کہ خود اپنے نفسیات کا مطالعہ کرو۔ اور دل کی گہرائیوں کو دیکھو اور کہیں دُنیا کے اہم اور مفید البیان اتفاقات گنائے ہیں۔ اخلاق و معاشرت کی تفصیلات مجملاً ہیں اور حکم و نصائح کا ذکر علیحدہ۔ عقائد کے مسائل بھی ہیں۔ اور اقوام و امم کے حالات بھی۔ یہی وجہ ہے کہ جامعیت کے اعتبار سے قرآن کا پایہ کائنات کے تمام صحیفوں سے کہیں بلند ہے ●

ف۲ جو لوگ یہاں حق آسائشوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور آخرت کو اس لئے بھول جاتے ہیں۔ کہ قرآن کی آواز کو کان نہیں دھرتے ایک وقت آئے گا۔ جب وہ پچھتائیں گے ان کی گزشتہ زندگی کے بوجھ سے جھکی جائے گی۔ اور یہاں کے تمام تعلقات کی اصل حقیقت کھل جائے گی ●

يَّوْمَ يُنْفَخُ سے مراد یہاں دوسری دفعہ صور پھونکنا ہے۔ اس وقت تمام لوگ اللہ کی حکمت و مشیت سے جی اٹھیں گے۔ قرآن و حدیث کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ ایک اس وقت جب اللہ کو یہ منظور ہو گا۔ کہ دُنیا کا خاتمہ کر دیا جائے اور ایک اس وقت جب دوبارہ دُنیا والے زندہ کئے جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نفخ صور میں یہ تاثیر رکھی ہو۔ کہ وہ ایک وقت تو کائنات کی موت اور دوسرے وقت مخلوق کی زندگی کا موجب ہو سکے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ یہ محض ایک اعلان اور تنبیہ ہو اور براہ راست زندگی اور موت میں اس کا دخل نہ ہو۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز محال نہیں۔ یہ تخلیق و اماتت کے مختلف طریقے اللہ کے شئون مختلفہ میں سے صرف چند ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہاں فقط ارادہ کی ضرورت ہے۔ وسائل و ذرائع بالکل ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب وہ کسی چیز کو پیدا یا ناپید کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے ارادہ میں (باقی بر صفحہ)

حل لغات:- حِمْلًا ۔ بوجھ و بار ● زُرْقًا ۔ ازرق کی جمع ہے نیلی آنکھوں والے۔ عربوں میں نیلی آنکھوں والا منحوس شمار ہوتا تھا۔ اور اس کے

يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ | میرا ربّ انھیں اُڑا کر بکھیر دے گا ۝

۱۰۶- فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ | ۱۰۶- پھر زمین کو صاف میدان کر چھوڑے گا ۝

۱۰۷- لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ | ۱۰۷- تُو زمین پر کوئی ٹیلا اور موڑ نہ دیکھے گا ۝

۱۰۸- يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ | ۱۰۸- اُس دن سب لوگ بغیر اِدھر اُدھر گھومے پکارنے والے کے پیچھے ہو لیں گے۔ اور رحمٰن کیلئے آوازیں پست ہو جائیں گی سو تُو سوائے نرم کھسر پھسر آواز کے اور کچھ نہ سنے گا ۝

۱۰۹- يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ | ۱۰۹- اُس دن شفاعت کام نہ آئے گی۔ مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا۔ اور اُس کی بات پسند آئی ۝ ف

۱۱۰- يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ | ۱۱۰- وہ جانتا ہے جو آدمیوں کے آگے اور پیچھے ہے اور آدمی خدا کو علم کی رُو سے نہیں گھیر سکتے ۝

۱۱۱- وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ | ۱۱۱- اور زندہ ہمیشہ رہنے والے کے آگے مُنہ جھکے ہوئے ہونگے، اور جس نے ظلم کا بوجھ اُٹھایا، وہ نامراد ہوا ۝

جنبش ہوتی ہے۔ اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ یا کہہ تم سے جاتی ہے •

اس کے بعد احوال قیامت کا بیان ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسانی علم کس درجہ ناقص ہے۔ جب سب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ تو یہ لوگ مختلف قیاس آرائیاں کریں گے۔ کوئی کہے گا۔ ہم دس روز تک عالم برزخ میں رہے۔ اور کوئی کہے گا۔ کہ صرف ایک دن سے زیادہ یہ کہنے والا اپنے زعم میں سب سے زیادہ صائب الرائے اور عقلمند ہو گا •

ف

ان آیات میں مسئلہ شفاعت ذکر کر کے اللہ کی وسعتِ علمی اور اقتدار مطلق کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اس کی ذات ہر وقت ہے۔ کوئی چیز اور کوئی جگہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں۔ با اقتدار ہے ایک وقت آئے گا۔ جب کہ تمام جبینیں اس کے سامنے جھکی ہوں گی۔ کسی شخص کو لب کشائی کی جرأت نہ ہو گی۔ وہ جو چاہے گا منظور ہو گا جو کرے گا عین صداقت وانصاف قرار پائے گا۔ اس لئے وہ لوگ جو اس کے احاطۂ علمی کی وسعتوں سے آگاہ نہیں ہیں اور اس کے سامنے جو ظلم ومظالم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ اس دن نامراد اور ناکامی سے دوچار ہوں گے •

حلِّ لُغات

قَاعًا صَفْصَفًا۔ صاف اور ہموار میدان •

اَمْتًا۔ بلندی •

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ زندگی اور حیات کا منبع اصلی اور تمام کائنات کے قائم اور باقی رکھنے والی ذات •

علماء طبیعیات حیران وسرگردان ہیں کہ مادہ میں زندگی کہاں سے آگئی کیونکہ اس میں تو سوائے اشکال وخشونت کی ترتیب کے اور کسی قسم کی استعداد موجود نہیں۔ یہ خیال کہ زندگی جسم کی مختلف ترکیب کا نام ہے اب غلط ثابت ہو چکا ہے۔ علم الحیاتات کے ماہرین نے ایسے حشرات دریافت کئے ہیں۔ جن کی ترکیب بالکل سادہ اور بسیط ہے مگر حیات اور زندگی ان میں موجود ہے۔ قرآن حکیم یہ کہہ کر علماء طبیعیات کی حیرانی دور کر دیتا ہے۔ کہ یہ تمام زندگی حیّ یعنے خدائے زندہ کی

١١٢- وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ○

١١٣- وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ○

١١٤- فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا
تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى
اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ
عِلْمًا ○

١١٥- وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○

١١٦- وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ○

١١٢- اور جو شخص مومن ہو کر نیک عمل کرے گا، اُسے نہ بے
انصافی کا ڈر ہوگا، اور نہ کسی کے دبانے کا خوف ہوگا ○

١١٣- اور یوں ہم نے تجھ پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا
اور اس میں ان باتوں کو جن سے ڈر پیدا ہو بار بار ذکر کیا ہے
شاید وہ ڈریں، یا قرآن اُن کے دل میں غور و فکر پیدا کرے ف۱ ○

١١٤- تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اور قرآن
پڑھنے میں اے محمدؐ قبل اس کے کہ تیری طرف اس کی پوری
وحی نازل ہو، جلدی نہ کر۔ اور کہہ کہ اے میرے رب مجھے
اور زیادہ علم دے ○ ف۲

١١٥- اور ہم نے آدم سے اس سے پہلے عہد کیا تھا سو وہ
بھول گیا۔ اور ہم نے اس میں کچھ ہمت نہ پائی ○ ف۳

١١٦- اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو
تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کیا ○

ف۱

یعنی قرآن حکیم میں وعید اور عذاب کی تفصیلات اس لئے بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی اثر پذیری کی استعداد موجود ہے وہ خشیت الٰہی سے قلب کو معمور کر لیں۔ اور اس دنیا میں اللہ کی رضا کو حاصل کریں۔

تفہیماتِ قرآن بھی منزل من اللہ ہیں!

ف۲

جس طرح قرآن منزل من اللہ ہے۔ اور منشاء الٰہی کا ترجمان ہے اسی طرح اس کی تفصیلات جو قلب پیغمبر اور آفاق نبوت سے جلوہ گر ہوتی ہیں۔ منزل من اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو تمام ضروری تفصیلات اور وضاحت کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب قرآن نازل ہو تو اس کے جاننے میں جلدی نہ کیجئے۔ جب تک کہ تفصیلات کا انکشاف نہ ہو جائے۔ اور وحی کے مقاصد تمام نہ ہو جائیں اور ہمیشہ دعا کیجئے۔ کہ اللہ تعالیٰ فہم قرآن میں زیادہ سے زیادہ برکت عنایت فرمائے پیغمبر جو عصر نبوت میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہوتا ہے۔ جس کی معلومات براہ راست مشکوٰۃ قدس سے مستنیر ہوتی ہیں ان کو اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ وسعت علمی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہو۔ اور کسی منزل پر بھی قناعت اختیار نہ کرو۔ جس کے صاف صاف معنے یہ ہیں کہ نفس علم کی پہنائیاں بے حد وسیع ہیں۔ اور کسی شخص کے اختیار میں نہیں کہ وہ پورے علم کا احاطہ کر سکے۔ یہاں یہ ضروری ہے کہ شوق تحصیل برقرار رہے۔ اور کاروان طلب راستے میں کہیں قیام نہ کرے

ف۳ یہاں آدم علیہ السلام کی طرف سے (باقی برصفحہ آئندہ)

١١٧- فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ
لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا
مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○

١١٧- پھر ہم نے کہا اے آدمؑ یہ ابلیس تیرا اور تیری
زوجہ کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے
نہ نکلوا دے، پھر تُو تکلیف میں پڑے ○

١١٨- اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا
تَعْرٰى ○

١١٨- جنت میں تیرے لیے یہ ہے کہ نہ بھوکا ہو،
نہ ننگا ○

١١٩- وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا
تَضْحٰى ○

١١٩- اور نہ وہاں تُو پیاسا ہو۔ اور نہ دھوپ
کھائے ○

١٢٠- فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ
يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ
الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○

١٢٠- پھر شیطان نے آدمؑ کے دل میں ڈالا۔ بولا
اے آدمؑ کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت
اور وہ سلطنت کہ پرانی نہ ہو، بتاؤں؟ ○

١٢١- فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَ عَصٰٓى اٰدَمُ

١٢١- پھر اس درخت میں سے دونوں نے کھایا پھر ان دونوں کو
شرمگاہیں معلوم ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر باغ کے
پتے ٹانکنے لگے۔ اور آدمؑ نے اپنے رب کی

حلِ لغات

لَا تَظْمَؤُا۔ ظَمَأٌ پیاس کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد پیاس کی سختی اور ناگواری ہے مطلقاً اشتہا مقصود نہیں۔

شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ خُلد کا درخت۔ جس کا پھل کھا کر دوامی زیست حاصل ہو جائے۔

يَخْصِفٰنِ۔ خصفٌ کے معنے اصل میں جوتا گانٹھنے کے ہیں۔ یہاں مراد ہے کہ وہ بدن پر پتے چپکاتے تھے۔

عَصٰے اور غَوٰے۔ عصیان اور غوایت کا لفظ چھوٹی بڑی سب لغزشوں پر بولا جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ

صنعت بیان فرمائی ہے۔ کہ ان سے اجتہادی لغزش کا صدور ہو گیا۔ عمداً قصداً نافرمانی کی جرأت انبیاء میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ منصب نبوت کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ اللہ کی فرمانبرداری کے جذبات کو عام کیا جائے۔ اور بڑے بڑے سرکشوں کو رب العالمین کے سامنے جھکا دیا جائے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ جو اطاعت شعاری کی تلقین کے لئے آیا ہے، وہ خود نافرمانی و عصیاں کا ارتکاب کرے؟

رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝

۱۲۲- ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝

۱۲۳- قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝

۱۲۴- وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝

۱۲۵- قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝

۱۲۶- قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا

نافرمانی کی، سو راہ سے بہک گیا ○

۱۲۲- پھر اس کے ربّ نے اُسے نوازا، اور اس پر توجہ کی اور ہدایت کی ○ ف۱

۱۲۳- فرمایا، تم دونوں یہاں سے اکٹھے اترو، ایک دوسرے کے دشمن ہو، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو میری ہدایت کے مطابق ہوگا، وُہ نہ بھٹکے گا، اور نہ دُکھ اٹھائے گا ○

۱۲۴- اور جو میری یاد سے مُنہ موڑے گا، اُس کی معیشت تنگ ہوگی، اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے ○

۱۲۵- وُہ کہے گا، اے ربّ مجھے اندھا کیوں اٹھایا میں تو بینا تھا ○

۱۲۶- خدا فرمائے گا، اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں

ہمارا اصلی مقام جنت ہے!

ف۱ اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ اور تمام فرشتوں کو اس کے سامنے جھکایا۔ تاکہ اس میں عزتِ نفس کے جذبات بیدار ہوں۔ اور وُہ صحیح معنوں میں اللہ کا نائب کہلا سکے۔ پھر جنت میں جگہ دی تاکہ اس کو معلوم ہو کہ اس کا اصلی مقام جنت ہے اور اس کی فطرت میں نیکی اور خدا کا قرب لکھا ہے۔ مگر آدم شیطان کی عیارانہ باتوں میں آگیا۔ اور اس سے وہ لغزش ظہور میں آئی جو انجام کار جنت سے اخراج پر منتج ہوئی۔ شیطان نے کہا آدم کی بشری خواہشات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا جانتے ہو تمہیں شجرِ ممنوعہ سے کیوں روکا گیا ہے؟ اس لئے کہ کہیں تم اس درخت کے پھل کو کھا کر خلود دوام کی نعمتیں نہ حاصل کر لو۔ اور تمہیں ہمیشہ کی بادشاہت نہ مل جائے۔ آدم کے دل میں ایک کھٹکا پیدا ہوئی۔ اور تجسس اور معلومات کی غرض سے کہ دیکھیں اس کے کھانے سے کیا ہوتا ہے۔ شجرِ ممنوعہ کے قریب گیا۔ اور پھل توڑ کر کھالیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مادی اور خلاقی احساسات پیدا ہو گئے۔ ان کو معلوم ہوا۔ کہ ان کے بدن پر لباس نہیں ہے اور انہیں لباس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جنت کے پتوں سے تن ڈھانکنے لگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یہ آدم کی لغزش اور عصیان کا نتیجہ تھا۔ مگر جب ان کو اپنی لغزش کا احساس ہوا۔ اور انھوں نے معافی مانگ لی۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو پھر برگزیدہ کر دیا۔ مگر جنت سے ایک خاص وقت تک محروم رکھا۔ فرمایا۔ اب تمہاری یہاں گزر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تم میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ شیطان اور اس کی ذریت ہر وقت تمہاری تاک میں ہے۔ تم دنیا میں جاؤ، اور شیطان کا وہاں جا کر مقابلہ کرو۔ میری ہدایات وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں گی۔ تمہاری اولاد نے اگر اس سے تمسک کیا۔ تو وُہ پھر اس مقام کو حاصل کر لے گی۔ اور اگر انھوں نے بغاوت کا ارتکاب کیا۔ تو پھر قیامت میں خیر نہیں۔ بہت بری زندگی بسر کریں گے، وہاں مکافاتِ عمل کے ماتحت جو سزائیں ملیں گی۔ وہ بالکل ہمارے اعمال کے مطابق ہوں گی۔ جیسے کہ وہ لوگ جو یہاں عمداً آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور حقائق کو نہیں دیکھتے۔ (باقی بر صفحہ ۷۶۶)

نَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ
تُنْسٰى ○
۱۲۷- وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ
يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۚ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ○
۱۲۸- اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا
قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ
فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۚ اِنَّ فِيْ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي
النُّهٰى ○
۱۲۹- وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ
مُّسَمًّى ○
۱۳۰- فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ

سو تُو نے اُنہیں بُھلا دیا۔ اور اسی طرح آج تُو
بُھلا دیا گیا ○
۱۲۷- اور اسی طرح ہم اس کو بدلہ دیں گے جو حد سے گزر گیا
اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا، اور بیشک
آخرت کا عذاب سخت اور زیادہ پائدار ہے ○
۱۲۸- سو کیا اُنہیں اس بات سے ہدایت نہ ہوئی کہ ان سے
پہلے ہم نے بہت سی اُمتوں کو ہلاک کیا جن کے
گھروں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں
عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں ○
۱۲۹- اور اگر ایک کلمہ جو تیرے رب کی طرف سے پہلے صادر ہو چکا
ہے، اور ایک مقررہ وقت نہ ہوتا، تو عذاب لپٹ
آچپٹتا ○ ف۱
۱۳۰- سو جو وہ کہتے ہیں اس پر صبر کر، اور تسبیح

وہ جب اٹھیں گے۔ تو ان سے دیکھنے کی استعداد چھین لی جائے گی۔ وہ کہیں گے۔ پروردگار دُنیا میں تو ہماری آنکھیں تھیں۔ یہاں کیوں ہم اندھے ہیں۔ اور نظر و بصر سے محروم ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے۔ اس لئے کہ جب میری آیتیں اور نشانیاں تمہارے سامنے آئیں۔ تو تم نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور کبر و غرور سے میرے پیغام کو ٹھکرایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج جنت کی نعمتوں نے تم سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور تم اندھے ہو گئے ہو۔ کہ اب خدائے رحیم کی نعمتوں کو نہ دیکھ سکو •

ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تم دُنیا کی مصیبتوں سے ڈر کر تہائی کر نہیں جانتے۔ اور نہیں جانتے کہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت اور ناقابل برداشت ہے اور پھر اس کی سختیاں ایسی نہیں، کہ ختم ہو جائیں۔ وہ باقی رہنے والی ہیں •

ف۱

قریش مکہ کی سرکشیاں جب حد سے بڑھ گئیں۔ اور وہ حضور کو ناقابل برداشت ایذائیں پہنچانے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں اپنی قوت و جاہ پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ اور محض اس لئے نازاں نہ ہونا چاہئے۔ کہ تمہارے پاس قوت و دولت کے فراواں خزانے ہیں۔ تم سے پہلے گذشتہ قوموں نے بھی اللہ کی نافرمانی کی۔ اور کبر و غرور سے اس کے پیغام کو ٹھکرا دیا۔ اور اپنی مادی قوتوں پر بھروسہ کیا۔ مگر جب اللہ کے عذاب سے دوچار ہوئے۔ تو بالکل تباہ کر دیئے گئے اور ان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی ڈھیل سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔ اس نے اگر تم کو بعض مصالح کی بنا پر ہلاک نہیں کیا۔ تو یہ نہ سمجھو کہ وہ تم سے خوش ہے۔ اس کے عذاب کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے جب کسی قوم کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہوتا ہے۔ تو اس وقت خدائے تعالیٰ عذاب بھیجتا ہے۔ بہرحال عذاب سے قبل مہلت وہ ہر کسی کو کچھ مہلت دیتا ہے •

حل لغات: ۱۔ تُنْسٰی۔ یعنے تجھ سے بالکل بے اعتنائی [illegible]

ع ۷

[illegible] ہے۔ یعنے حتمی اور یقینی عذاب •

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ
لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝
١٣١- وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا
بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝
١٣٢- وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا ۚ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۚ نَحْنُ
نَرْزُقُكَ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝
١٣٣- وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ

نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی
حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کر اور رات کی بعض
گھڑیوں میں اور دن کی اطراف میں تسبیح کر، شاید
تُو راضی ہو ○ ف١
١٣١- اور حیاتِ دُنیا کی آرائش کے سامان جو ہم نے
اُن میں سے بعض کو طرح طرح کے فوائد بھی میں کو دئیے
طرف اپنی آنکھیں نہ پسار کہ اس میں ان کی آزمائش ہے
اور تیرے رب کا رزق بہتر اور پائیدار ہے ○
١٣٢- اور تُو اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی
پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ تجھے
روزی دیتے ہیں اور آخر متقیوں ہی کا بھلا ہے ○
١٣٣- اور وہ کہتے ہیں کہ اپنے رب سے ہمارے لئے
کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا، کیا ان کے پاس پہلی کتابوں میں کی

ف١

ان آیات میں حضورؐ کو صبر و برداشت کی تلقین فرمائی
ہے کہ اگر یہ بدبخت بدزبانی اور دشنام طرازی سے باز
نہیں آتے۔ تو آپ ان سے اتنے بلند ہو جائیے کہ
ان کو خود اپنے بد اعمال پر ندامت محسوس ہونے لگے
اللہ کی عبادت کیجئے۔ اس کی حمد و ستائش کا اظہار کیجئے
اور ان کے تکلفات کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے
کہ یہ سب سامانِ عیش و طرب ان کے لئے وجہِ آزمائش
ہیں۔ تمہاری دولت اصلی اور باقی رہنے والا سرمایہ وہ ہے جس کا
تعلق آخرت سے ہے۔ خود قیامِ صلوٰۃ پر عمل کیجئے اور
اپنے قریب کے لوگوں کو اس پر آمادہ کیجئے۔ اور رزق
کی جانب سے بے نیاز ہو جائیے۔ ہم آپ کو دنیا کے
فکر سے مستغنی کر دیں گے۔ تاکہ آپ فراغ قلبی کے
ساتھ اسلام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا سکیں۔ ان
سب احکام کا مقصد یہ نہیں۔ کہ حضورؐ میں صبر و برداشت
کا مادہ نہیں تھا۔ یا تسبیح و ستائش کا جذبہ نہیں تھا،
یا ان کی نظر دُنیا کے تکلفات پر تھی۔ یا یہ کہ آپ دولت
حاصل کرنے کی فکر میں تھے۔ بلکہ بات یہ ہے، کہ
قرآن حکیم کا یہ مخصوص اندازِ بیان ہے۔ کہ وہ حضورؐ کی
سیرت کو احکام کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ اس لئے
ماحصل ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ گو کفار مکہ حضورؐ
کو بے حد ایذائیں پہنچاتے ہیں مگر آپ ان کے مقابلہ
میں بحد حسن صبر و برداشت ہیں۔ تسبیح و ستائش رب
العزت سے کام ہے۔ اور گو کفار کی نظریں حسنِ دولت
و آسائش پر ہیں۔ مگر آپ قطعاً ان تکلفات سے
بالا ہیں۔

حلِّ لُغات

اَزْوَاجًا۔ انواع و اقسام کے لوگ۔
زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ۔ زندگی کا حسن و جمال۔

مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۞
۱۳۴- وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ
قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۞

۱۳۵- قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ
السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۞ ع ۱۶

جو پہلی کتابوں میں ہے ۞
۱۳۴۔ اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ساتھ
ہلاک کر دیتے، تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب
ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل
اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کے تابع
ہو جاتے ۞ ف۱
۱۳۵۔ تو کہہ ہر کوئی منتظر ہے، پس تم منتظر رہو،
عنقریب تم جان لو گے کہ سیدھی راہ والے کون
تھے، اور کس نے راہ پائی ۞

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ
مَكِّيَّةٌ
اٰيَاتُهَا (۱۱۲) رُكُوْعَاتُهَا (۷)

سورۂ انبیاء
مکی
آیتیں ۱۱۲ —— رکوع ۷

ف۱

مکہ والوں کی عادت یہ تھی۔ کہ جب انہیں اصلاح و تہذیب کے پختہ اور کامل پروگرام کی طرف بلایا جاتا۔ تو وہ کہتے پہلے ہمیں ہماری مرضی کے مطابق نشانیاں دکھایئے۔ پھر اس کے بعد ہم تمہاری دعوت پر غور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیا انہوں نے پہلے صحف کو پڑھ لیا ہے۔ اور انبیاء سابقین کے پیغامات پر غور کر لیا ہے۔ وہ اگر عبرت و فکر سے ان گزشتہ آسمانی کتب کا مطالعہ کریں۔ تو انہیں قرآن کی صداقت فوراً معلوم ہو جائے گی۔

حلِ لغات

مُتَرَبِّصٌ۔ منتظر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۱- اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○

۲- مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○

۳- لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○

۴- قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

۵- بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱- لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ○

۲- جو نئی نصیحت ان کے رب کے پاس سے ان کے پاس آتی ہے اسے کھیل ہی میں لگے ہوئے سنتے ہیں ○

۳- ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے چپکے چپکے مصلحت کی رکھتے ہیں، یہ تو تم ہی جیسا ایک آدمی ہے، پھر تم اپنی آنکھوں دیکھے جادو میں کیوں پڑتے ہو ○ ف۱

۴- پیغمبر نے کہا، میرا رب ہر بات جو آسمان اور زمین میں ہے جانتا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے ○

۵- بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے جھوٹ باندھ لیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے سو کوئی نشانی لے کر

وقت حساب قریب ہے!

ف۱ قرآن حکیم کا موضوع دل کی دنیا میں انقلاب پیدا کرتا ہے اور دلوں کی کھیتیوں اور صلاحیتوں کو ایمان کی لذت اور آسانیوں سے بدلتا ہے اس لئے اس کے نزدیک اصل چیز ذمہ داری کا احساس ہے، خشیت و خوف کا جذبہ ہے، تقویٰ و پرہیزگاری ہے، ہوشیاری و دانائی ہے۔ جو لوگ قرآن کی بیدار کن آیات سنتے تو ہیں، لیکن بے پروائی سے عمل نہیں کرتے قرآن ان کو غافل قرار دیتا ہے۔ ان کے حق میں آخرت کا انکار کرتا ہے فرماتا ہے لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور ہر لحظہ یہ لوگ فنا کی منزل کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ مگر انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہوتا اور جب قرآن حکیم کی آیتیں نازل ہوتی ہیں۔ تو ان کی تلاوت کھیل اور تفریح ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگتے ہیں۔ کہ یہ تو ہماری طرح ایک انسان ہے گویا بشریت اور انسانیت اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ معاف نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ خیالات پریشان ہیں بلکہ افترا ہے اور محض ایک شاعری ہے۔ اور فرماتے ہیں ان اعتراضات میں کوئی بات بھی معقول ہے؟ کیا بشر ہونا نبوت کے منافی ہے؟ کیا انسان کو عہدۂ نبوت پر فائز نہیں ہونا چاہئے؟ کیا سحر و افسانہ اتنا بڑا انقلاب پیدا کر سکتے ہیں؟ کیا خیالات پریشان زندگی کا دستور العمل بن سکتے ہیں۔ اور کیا شاعری میں یہ قوت ہے کہ ٹھوس اور سچے سچے خیالات زندگی کے متعلق پیش کر سکے۔

بات یہ ہے کہ ان کے دلوں میں چونکہ مذہب کی تڑپ نہیں تھی اور غفلت و جمود کے حجابات سے دل بے نور تھا۔ اس لئے قرآن کی روشنی انہیں محسوس نہ ہوئی۔ وہ آیات کو سنتے قیامت کے ہولناک تذکرے سے گوش آشنا ہوتے۔ مگر طبیعت میں قلق اور گداز پیدا نہ ہوتا اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ کہتے کہ یہ انسانی کلام ہے۔ کبھی کہتے جادو ہے۔ اور کبھی اسے افترا قرار دیتے۔ اور شاعری سے زیادہ وقعت نہ دیتے۔ فی الحقیقت اس نوع کے اعتراض خود ان کی پراگندگی خیالات کے آئینہ دار ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن کو سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ جس قسم کے اعتراضات پیش کئے گئے۔ ان کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ (باقی بقیہ ......)

حل لغات ۱- یَلْعَبُوْنَ - یعنی بے اعتنائی اور بے توجہی برتتے ہیں۔ لعب کا لفظ عربی میں ہر ایسی بات کے متعلق بولا جاتا ہے ...

كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ○
۶- مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا
اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ○
۷- وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ
اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○
۸- وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ
الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○
۹- ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ
وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ○
۱۰- لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ
ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
۱۱- وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ

ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے لوگ بھیجے گئے تھے ○
۶ - اُن سے پہلے کوئی بستی جس کو ہم نے ہلاک کیا ایمان نہیں
لائی تھی، پس کیا یہ ایمان لائیں گے؟ ○
۷ - اور تجھ سے پہلے جو ہم نے بھیجے وہ بھی آدمی ہی تھے
اُن پر ہم وحی بھیجتے تھے، سو اگر تم نہیں جانتے تو
یاد رکھنے والوں (یعنی اہل کتاب) سے پوچھ لو ○ ف
۸ - اور ہم نے اُن کے ایسے بدن بھی نہیں بنائے تھے
کہ کھانا نہ کھائیں، اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے ○
۹ - پھر ہم نے اُن سے سچا وعدہ کیا، سو انہیں اور جنہیں
چاہا بچا لیا، اور مسرفوں کو ہلاک کیا ○
۱۰ - ہم نے تمہاری طرف اے قریش، کتاب نازل کی ہے
اُس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم کو عقل نہیں؟ ○
۱۱ - اور ہم نے بہت سی بستیاں جو ظالم تھیں توڑ پھوڑ

قرب قیامت کے معنی یہ ہیں کہ موت ہر آن یقینی ہے۔ اور موت کے بعد اعمال کے نیک اور بد ہونے کا معلم قبر میں احساس ہو جاتا ہے اس لئے جو مرحلہ قطعی اور حتمی ہے۔ اور جس کا آغاز موت کے بعد شروع ہو جاتا ہے اس کو ابھی سے محسوس کرنا چاہیئے۔

بل کا لفظ عربی میں اضراب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پہلے جو مفہوم ذکر کیا گیا ہے۔ یا ذہن میں آتا ہے۔ صحیح نہیں۔ صحیح وہ ہے جو اس کے بعد مذکور ہے۔ اس آیت میں مطلق اضراب کے لئے نہیں بلکہ استدراک کے لئے ہے۔ یعنی جہاں وہ قرآن حکیم کو خیالات پریشان کہتے ہیں۔ وہاں اسے افترا سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسے شاعری بھی قرار دیتے ہیں۔

انبیاء بشر ہوتے ہیں

ف اس آیت میں کفار کے اس شبہ کا جواب ہے کہ یہ تو عام انسانوں کی طرح ہیں۔ اس لئے ان کی اتباع نہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ جہاں تک انبیاء کی جماعت کا تعلق ہے۔ سب کے سب انسان تھے کیونکہ وہ انسانوں کے لئے راہنما ہو کر آئے تھے۔ اس لئے

ضروری تھا کہ وہ جسم و جان کے لحاظ سے ذوق و خواہشات کے لحاظ سے بالکل انسان ہوں تاکہ دوسرے انسانوں کے لئے ان کی زندگی اسوہ اور نمونہ قرار پائے۔ ورنہ (فوق البشر) ہونے کی صورت میں وہ انسانوں کے لئے کامل راہنما نہ ہو سکتے۔ کیونکہ تتبع اور پیروی کے لئے ضروریات اور حالات کا مشترک ہونا لازم ہے۔ جب تک ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے راہنما کے آگے بھی تو یہی زندگی کی مشکلات ہیں، جو ہمیں پیش آتی ہیں۔ اور وہ باوجود ان مشکلات کے کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں اس وقت تک ہم میں تحصیل اخلاق کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ کہ کائنات میں جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ اگرچہ اخلاق اور روحانیت کے اعتبار سے کہیں بلند و رفیع تھے۔ مگر سب کے سب انسان تھے۔ بشری ضروریات سے مستغنی نہ تھے۔ بھوک کی خواہش انہیں بھی بے قرار کر دیتی تھی۔ اور پیاس کی شدت کا بھی احساس ہوتا تھا۔ بیماریاں بھی آتی تھیں۔ اور موت بھی۔ مگر باوجود ان عوارض بشری کے وہ برگزیدہ تھے۔ اللہ کے پیارے اور محبوب تھے۔ یقیناً ان کے لئے علماء سے پوچھو۔ جو آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو سمجھتے ہیں

ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○

کر برباد کیں۔ اور ان کے بعد دوسرے نئے لوگ پیدا کیے ○ ف

۱۲ - فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ○

۱۲ - پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو فوراً ہی وہاں سے بھاگنے لگے ○

۱۳ - لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ○

۱۳ - بھاگو مت اور اسی کی طرف لوٹو جس میں تم آرام کرتے تھے اور اپنے گھروں کی طرف (لوٹو) شاید تم کو کوئی پوچھے ○

۱۴ - قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○

۱۴ - بولے ہائے ہماری کم بختی ہم ظالم تھے ○

۱۵ - فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ○

۱۵ - پھر یوں ہی کہتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انھیں ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ ○

۱۶ - وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○

۱۶ - اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے بطور کھیل کے نہیں بنایا ○

۱۷ - لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ

۱۷ - اگر ہم کھلونا بنانا چاہتے تو ہم اُسے اپنے

وہ تمہیں ہانکیں گے کہ نبوت کے کیا معنے ہیں۔ بات اصل میں یہ تھی کہ کفر کے والے یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ بنی ہاشم کا ایک بےنوا و بیکس انسان اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہو۔ اور محامد و فضائل میں ان سے بڑھ جائے۔ ان کو حسد تھا کہ ہم قوم میں سردار اور مالدار ہیں۔ ہمارے بہت سے اعوان و انصار ہیں۔ اور ہم دولت و حشمت کے مالک ہیں۔ ہم تو باوجود ان خوبیوں کے اللہ کی نظروں میں ہیچ نہیں۔ اور یہ یک یتیم بے نوا اتنے بلند منصب کو پائے۔ اور لوگ بھی چھوڑ کر اس کی عزت و تکریم کریں۔ کیا دولت و عزت ہم سے منہ پھیر لے گی؟ اور اس کے قدم چومے گی۔ کیا بنی ہاشم کا اقتدار اس کی وجہ سے پھر کر کے تمام قبائل سے بڑھ جائے گا۔ یہ خیالات تھے جو قبول حق کے لئے مانع تھے۔ اس لئے انھوں نے بغیر کسی معقول وجہ کے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ انبیاء کو انسانی ضروریات کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے۔ ان کو بشری شکل و صورت میں نہ ہونا چاہئے۔ غرض یہ تھی کہ اس طرح سے ہم آسمانی اسلام کے مشن کو ناکام بنا سکیں گے مگر اللہ تعالےٰ کو یہی منظور تھا۔ کہ ایک انسان کے سر پر یہ تاج فضیلت رکھا جائے۔ اور اس کو ان کے سامنے کامیاب بنایا جائے۔ چنانچہ اسی بشر نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کہ ان جیسا ایک بھی کسی دیوتا سے نہ ہو سکا۔ جن کو دنیا خدا کے بجائے پوجتی ہے۔

ف ان آیات میں اللہ نے اپنی سُنّت جاریہ کا ذکر فرمایا ہے کہ جب قومیں گناہ و نافرمانی کے عمیق غاروں میں گر جاتی ہیں۔ ہم انہیں مہلت نہیں دیتے اور فوراً مٹا دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ جو صالح ہوتے ہیں اور جن میں باقی رہنے کی صلاحیت ہوتی ہے انہیں ان کی قائم مقامی عطا کر دیتے ہیں۔ اور جب ہمارا عذاب آ جاتا ہے اس وقت مجرمین کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ ان کی تمام کوششیں رائیگاں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے اپنی سنت کے مطابق اپنے وعدہ کا ایفا کیا۔ صداقت شعار لوگوں کو نجات دی۔ اور مسرفین کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ یہ کتاب تمہاری طرف بھیجی ہے۔ اس میں نصیحت کی تفصیلات اور نصیحت و عبرت کا کافی سامان موجود ہے۔ کئی بستیاں کہ ہم نے ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ان کے بعد ان کی جگہ دوسروں کو لا بسایا۔ جب ان پر عذاب آیا تو اُس وقت انھوں نے

تو بھاگنے لگے اور راہ فرار پانے کی کوشش کی۔ مگر ہم نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اتنی جسارت سے بھی بچ نکلو۔ ہو۔ اور گھروں کو لوٹو۔ دیکھو تمہیں کس طرح چشم نمائی ...

مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○
۱۸- بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ
الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ○
۱۹- وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ
عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○
۲۰- يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا
يَفْتُرُوْنَ ○
۲۱- اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ
هُمْ يُنْشِرُوْنَ ○
۲۲- لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

پاس سے بناتے، اگر ہمیں منظور ہوتا ○
۱۸- بلکہ ہم تو باطل کے اوپر حق پھینکتے ہیں پھر وہ
اس کا سر توڑ دیتا ہے، پھر ناگاہ وہ فنا ہو جاتا ہے اور
کم بختی تمہاری ان باتوں کے سبب جو بناتے ہو ○ ف۱
۱۹- اور جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کا ہے،
اور جو خدا کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر
کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں ○
۲۰- رات اور دن تسبیح کرتے ہیں۔ اور نہیں
تھکتے ○ ف۲
۲۱- کیا انہوں نے زمین کی چیزوں میں سے معبود بنا رکھے ہیں
کہ وہ انہیں اٹھا کھڑا کریں گے ○
۲۲- اگر زمین آسمان میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے تو زمین و آسمان
تباہ ہو جاتے سو اللہ عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ ف۳

کائنات کا ایک مقصد ہے

ف۱ اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ دنیا اور اس کی تمام آرائشیں بغیر کسی مقصد کے نہیں ہیں۔ یہ آفتاب کا طلوع و غروب، ستاروں کا چمکنا اور جھلملانا، یہ آسمان کا سقف زرنگار، اور یہ اتنی بڑی زمین کا پھیلاؤ، پہاڑ، درخت، ندی، نالے اور طیور و بہائم۔ ان سب چیزوں کو آخر خدا نے کیوں پیدا کیا۔ کیا یہ محض دلچسپی کے لئے ہے اور اتنے بڑے نظام سے کوئی فائدہ مقصود نہیں؟ قرآن حکیم اس کا یہ جواب دیتا ہے۔ کہ اس کائنات کا ایک مقصد ہے۔ یہ محض اتفاقیہ امور نہیں۔ بلکہ قدرت کا ارادہ و شعور ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کائنات میں ہمیں ایک نظم و ترتیب نظر آتی ہے۔ زینت و آرائش معلوم ہوتی ہے۔ جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے۔ کہ یہ کھلنڈرے پن کی دکان نہیں۔ بلکہ علیم و حکیم خدا کی صنعت کا شاہکار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کی نیابت کا حامل ہو اور خداداد علوم و معارف سے دنیا کو جنت بنا دے۔ اور ان تمام خرافات اور لہو کو مٹا دے۔ جن کا تعلق باطل سے ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ حق اور باطل میں تصادم ناگزیر ہے۔ اور بالآخر حق کو کامیابی اور نصرت حاصل ہوتی ہے اور باطل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

ف۲ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کو بیان فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے۔ اور وہ ساری دنیا و مافیہا کا مالک ہے۔ اور فرشتے اس کا حکم بجا لاتے ہیں۔ اور اپنے فرائض منصبی کو بڑی تندہی سے ادا کرتے ہیں۔ شب و روز اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی ملال و تکدر کا اظہار نہیں کرتے۔ مگر ان مشرکوں کو دیکھئے کہ بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ بت ان کو قیامت کے بعد جلا دیں گے۔ افسوس یہ کہ یہ لوگ اپنے فرائض بشری کو محسوس نہیں کرتے۔ ورنہ فرشتوں کی طرح کسی وقت بھی اس کی اطاعت سے بے نیاز نہ ہو سکتے۔

توحید پر ایک فلسفیانہ دلیل

ف۳ متعدد خداؤں کا وجود عقل و وجدان اور ذوق سلیم کے قطعاً منافی ہے۔ قرآن حکیم نے اس عقیدے کی بار بار تردید کی ہے اتفاق ہو

۲۳- لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ○

۲۳- جو وہ کرتا ہے پوچھا نہیں جاتا، اور یہ لوگ پوچھے جاتے ہیں ○

۲۴- اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

۲۴- کیا اُنھوں نے اُس کے سوا اور معبود مقرر کیے ہیں اُن سے کہہ اپنی دلیل لاؤ۔ یہ بیان میرے ساتھیوں کا ہے اور اُن کا بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ اُن میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اور ٹلاتے ہیں ○

۲۵- وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○

۲۵- اور جو کوئی رسول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا ہے اُس کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے سو مجھے ہی پوجو ○ ف

۲۶- وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ○

۲۶- اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن اولاد رکھتا ہے (حالانکہ) وہ اس تہمت سے پاک ہے بلکہ وہ عزت دار بندے ہیں ○

۲۷- لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ

۲۷- اُس سے بڑھ کر نہیں بولتے، اور وہ اُس کے ہی حکم

اور کہا ہے کہ یہ بالکل غیر عقلی عقیدہ ہے۔ یہاں ایک نہایت باریک دلیل بیان فرمائی ہے۔ جو توحید کے مسئلہ کو پوری طرح واضح کر دیتی ہے ارشاد ہے۔ کہ اگر کائنات میں متعدد ارادے اور مختلف شعور کار فرما ہوتے تو کیا زمین و آسمان اسی طرح قائم رہتے؟ یہ ناممکن ہے کہ متعدد خداؤں کو مان کر عقل کی تسکین ہو سکے۔ اگر خدا دو ہوں بفرضِ محال تو اس کے کھلے ہوئے معنے یہ ہوں گے کہ دونوں قادرِ مطلق ہوں گے۔ دونوں ارادے کے لحاظ سے آزاد ہوں گے۔ اور دونوں جو چاہیں گے کر سکیں گے۔ اور تخالف ناممکن ہوگا۔ کہ ان میں اشتراک و وحدت ہو کیونکہ یا اختلاف ارادہ ہی تو ایسی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو دو فرض کیا ہے۔ ورنہ دو چیزوں کو جو ہر جہت سے ایک ہوں۔ دو کہنا منطقی غلطی ہے دونوں میں مابہ الامتیاز اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ یہی ارادہ کا اختلاف ہے اور اگر یہ درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ایک ہی چیز پر دونوں متضاد اثرات ڈالیں گے۔ نتیجہ معلوم کہ وہ موثر باقی نہ رہ سکے گی۔ یہ کس قدر واضح دلیل ہے توحید کی۔ مگر سمجھے کون۔ ان لوگوں میں تو بصیرت ہی موجود نہیں ۔

ف اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ فطرت کی آواز کیا ہے؟ وہ کون پیغام ہے۔ جس کو تمام انبیاء نے مشترکہ طور پر پیش کیا۔ وہ کون وحدت ہے جس کو سب پیغمبروں نے متعدد شکل میں ظاہر کیا؟ وہ ایک خدا کی پرستش اور عبادت ہے۔ آدم علیہ السلام سے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب لوگوں نے اس روشن حقیقت کو نمایاں کیا۔ کہ خدا ایک ہے مالک آقا ایک ہے۔ محبوب و دوست ایک ہے۔ اور وہ ذاتِ ذی الجلال ایک ہے۔ جس کے سامنے جھکنا چاہیے ۔

غور فرمائیے کس قدر صحیح، روشن اور عملی تعلیم ہے۔ ایک خدا کی پرستش کے معنے یہ ہیں۔ کہ تمام کائنات کو اپنے قدموں پر جھکا لیا جائے اور بجز خدا کی کبریائی اور جلال کے اور کسی کی عظمت کا اعتراف نہ کیا جائے خدا کو ایک ماننے کے یہ معنے ہیں۔ کہ ایک خدا کو تو حاکم مطلق جانو۔ اور باقی دنیا کی ہر چیز اور ہر قوت کو محکوم سمجھو۔ خدا کو ایک ماننے کے عقیدہ میں انسانی شوکت و مجد کا راز پنہاں ہے۔ یہی وجہ ہے قرآن حکیم اس عقیدہ کو بار بار مختلف پہلوؤں سے ذکر فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ لوگو! شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل اور توحید کی وادیوں میں قدم زن ہو جاؤ۔ یہاں

سعود و برکت اور عزت و شرف کے چشمے بہتے ہیں۔ مگر مشرکین ہیں۔ کہ ان کے دلوں کی آنکھیں انہیں اس روشن حقیقت کو دیکھنے نہیں دیتیں۔ وہ زندہ اور حی

يَعْمَلُوْنَ ○
۲۸- يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ
ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○
۲۹- وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ
دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○
۳۰- اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا
رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ
الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا
يُؤْمِنُوْنَ ○
۳۱- وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ

سے کام کرتے ہیں ○
۲۸- وہ جانتا ہے جو اُن کے آگے اور پیچھے
ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اُس کی جس سے
اللہ راضی ہُوا اور وہ خود اللہ کے خوف کا نپتے ہیں ○ ف۱
۲۹- اور جو کوئی اُن میں سے کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود
ہُوں، سو ایسے کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے
اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں ○
۳۰- کیا اُن کافروں نے نہ دیکھا، کہ
آسمان اور زمین دونوں ملے جُڑے تھے،
پھر ہم نے اُنھیں جُدا کیا۔ اور ہر شے کو ہم
نے پانی سے زندہ کیا۔ پھر کیا وُہ نہیں
مانتے؟ ○ ف۲
۳۱- اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے،

ف۱ جس طرح عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے، اسی طرح کفّار فرشتوں کو خدا کی اولاد قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ الزام غلط ہے۔ وہ اس قسم کی نسبتوں سے پاک ہے۔ اس کا تخیّل ہی شرک کے منافی ہے۔ فرمایا۔ یہ بجائے خود! تم جن فرشتوں کو خدا کی اولاد سمجھتے ہو، وہ تو اس کی فرمانبردار اور اطاعت شعار مخلوق ہیں۔ ان کی مجال نہیں کہ اس کے احکام کی مخالفت کر سکیں۔ ان کا کام تو محض یہ ہے کہ وہ ہر وقت اس کے احکام کی تعمیل میں مصروف رہیں۔ اور ایک لمحہ غفلت میں نہ گزاریں۔

کفّار والوں کا دوسرا عقیدہ یہ تھا۔ کہ یہ فرشتے جن کی وہ پرستش کرتے تھے، ان کی سفارش کریں گے۔ فرمایا یہ بھی غلط ہے اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کے سامنے ان کی اپنی کیفیت یہ ہے کہ ہر وقت خائف رہتے ہیں۔ وہ اگر سفارش بھی کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی و اجازت کے ماتحت ہوگی۔ بلکہ خود انھیں سفارش کے اختیارات حاصل نہیں؟

جس طرح شرک ایک جرم ہے۔ اسی طرح لوگوں کو اپنی پوجا اور پرستش پر آمادہ کرنا بھی جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وہ لوگ جو یہ کہیں کہ ہم خدا ہیں۔ ہمارے سامنے جھکو اور ہماری پرستش کرو۔ ہم ان کو عبرت ناک سزا دیں گے۔ کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ اور دُنیا میں گمراہی پھیلانے کے موجب ہیں۔

ف۲ طبیعیات اور علم الحیات کے ماہرین کی تازہ ترین تحقیقات یہ ہے کہ آسمان اور زمین درحقیقت ایک ہی کُرہ تھے۔ بعد میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر انفصال ہوا۔ اور یہ دونوں الگ الگ ہو گئے نیز یہ کہ ابتدا میں بحری جانور پیدا ہوئے۔ بعد میں دوسری زندہ چیزیں معرضِ وجود میں آئیں۔ گویا پانی ہی زندگی کا باعث بنا ہے اور یہیں سے حیات کا آغاز ہوا۔

غور فرمائیے۔ قرآن حکیم بھی اس آیت میں اسی حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ مگر کب سے۔ آج سے چودہ سو سال قبل سے جب کہ مروجہ علوم و فنون کا وجود تک نہ تھا۔

حل لغات

مُشْفِقُوْنَ۔ اشفاق سے ہے۔ ڈر اور خوف۔

رَتْقًا۔ انضمام، باہم ملنا، متصل کے معنوں میں ہے۔

اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۔ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○

کہ زمین آدمیوں کو لے کر ہل نہ جائے اور اس میں کشادہ سڑکیں بنائیں، کہ وہ راہ پائیں ○

۳۲۔ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○

۳۲۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا، اور وہ اس کی نشانیوں کو دھیان میں نہیں لاتے ○

۳۳۔ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۔ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

۳۳۔ اور اسی نے رات اور دن، اور سورج اور چاند بنایا۔ یہ سب آسمان میں تیرتے ہیں ○ ف۱

۳۴۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۔ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○

۳۴۔ اور اے محمدؐ! تجھ سے پہلے ہم نے کسی بشر کو ہمیشہ جینا عطا نہیں کیا۔ پس اگر تو مر گیا تو کیا وہ ہمیشہ جئیں گے؟ ○ ف۲

۳۵۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۔ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○

۳۵۔ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں امتحان کے طور پر آزماتے ہیں اور تم ہماری طرف آؤ گے ○

جمالِ قدرت کا مشاہدہ کرو

ف۱ تذکیر آلاء اللہ بھی قرآن حکیم کا ایک خاص طرز بیان ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں، جنہیں خشک دلائل سے زیادہ کائنات کا جمال اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دعوت نظر دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تم اگر واقعی قدرت کے جمال و کمال کو دیکھنا چاہتے ہو تو صرف مادیت کی تسکین کے لئے نہ دیکھو بلکہ دیدۂ عبرت سے ملاحظہ کرو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ کس صنعت و حکمت سے اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو پیدا کیا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرو۔ پانی کے حیات بخش اثرات دیکھو۔ پہاڑوں کے فوائد سمجھو۔ آسمان، دن، رات، اور چاند سورج کو دیکھو کہ کیونکر ہر چیز اللہ کی دست صنعت کا پتہ دے رہی ہے۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ سے مراد محض یہ ہے کہ آفتاب و قمر بھی اپنے فرائض تکوین کو ادا کر رہے ہیں۔ یہ مراد نہیں کہ وہ آسمان میں محض گھوم رہے ہیں۔ اور مچھلیوں کی طرح تیر رہے ہیں۔ یہ محض ایک لسانی حسن ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے لیا ہے، جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہو گیا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ دن کی روشنی ختم ہو چکی اور رات کی تاریکی شروع ہونے والی ہے قرآن حکیم چونکہ خاص عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور وہ بے نظیر ادبی کمالات کا حامل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عربی محاورات کو ملحوظ رکھے۔ بلکہ عربیت کا بہترین نمونہ ہو۔ اور معانی و مفاہیم کے لئے عربی انداز بیان ہی اختیار کرے۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ قرآن میں عجمی پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔

ف۲ حضورؐ نے جب اسلام کو پھیلانا شروع کیا۔ اور مشرکین نے دیکھا کہ آپ کو خاص کامیابی ہو رہی ہے۔ تو وہ یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتے۔ کہ یہ کامیابی صرف ان کی زندگی تک محدود ہے جب یہ انتقال کر جائیں گے تو پھر اسلام کی اشاعت رک جائے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے لئے وصال ضروری ہے تو کیا یہ لوگ مخالفت و عناد کے لئے زندہ رہیں گے؟ [illegible]

٣٦ - وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا
الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ
بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○

٣٦ - اور کافر جب تجھے دیکھتے ہیں، تو تجھ سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔ کہ کیا یہی شخص ہے، جو تمہارے معبودوں کا ذکر (بابانت) کرتا ہے اور وہ لوگ رحمن کے نام سے منکر ہیں ○ ف۱

٣٧ - خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ
سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ○

٣٧ - آدمی جلدی سے بنا ہے۔ عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو تم مجھ سے جلدی نہ کرو ○

٣٨ - وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

٣٨ - اور کہتے ہیں کہ یہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو ○ ف۲

٣٩ - لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ
النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

٣٩ - کاش، یہ کافر اس وقت کو جان لیں، جب وہ آگ کو اپنے مونہوں، اور کمروں سے نہ ہٹا سکیں گے۔ اور نہ مدد پائیں گے ○

٤٠ - بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ

٤٠ - بلکہ وہ ان پر اچانک آ جائے گی، پھر ان کو ہکا بکا

ہوا نہیں ہو سکے گا۔ ہمارا اٹل اور محکم قانون یہ ہے کہ ہر نفس کے لئے موت مقدر ہے۔ ؎

فقل للشامتين بنا افيقوا
سيلقى الشامتون كما لقينا

دُنیا کی ہر بات کو اشتباہ اور شک کی نظروں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر موت ایسی قطعی ہے کہ اس میں کسی کو ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک اور ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب کے لئے ضروری ہے کہ موت کے سامنے زندگی کا خزانہ پیش کر دے۔ اس لئے ان بے وقوفوں کا حضور کے متوقع انتقال پر خوش ہونا محض بیکار اور بچپن ہے۔

ف۱

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ابتداء میں کس حقارت سے اسلام کو اور حضور کو دیکھتے تھے۔ اور کس بے تکلفی سے گلا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہارے معبودوں کی مذمت کرتا ہے۔ مگر ایک وقت آ پہنچا۔ جب کہ ان کو حضور کی عظمت کا پتہ احساس ہوا۔ انھیں معلوم ہو گیا۔ کہ جس کو ہم حقارت سے دیکھتے تھے۔ وہ کائنات میں سب سے بڑا انسان ہے۔

ف۲

کفر والے جب یہ دیکھتے کہ انکار اسلام کے باوجود ان پر اللہ کا عذاب نہیں آتا۔ تو وہ یہ سمجھتے۔ شاید یہ ان کی نیک بختی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے حضور سے مطالبہ کرتے۔ کہ کیوں عذاب نہیں آ جاتا۔ اور ہمیں کیوں نہیں مٹا دیتا۔ قرآن حکیم کہتا ہے یہ مطالبہ تمہاری فطری عجلت پسندی کا نتیجہ ہے۔ اور صاف طور پر بے عقلی کی بات ہے۔ عنقریب تم لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ کے غضب و غصہ کو دیکھ لو گے۔

حل لغات

عَجَلٍ - جلدی یا عجلت، اور اس کے معنے مٹی کے بھی ہیں۔
بَغْتَةً - اچانک، ناگاہ۔
فَتَبْهَتُهُمْ - ان کے حواس باختہ کر دے گی۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○

۴۱- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ○

۴۲- قُلْ مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۚ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ○

۴۳- أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُونَ ○

۴۴- بَلْ مَتَّعْنَا هٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا

بنائے گی۔ پھر وہ اُسے نہ ہٹا سکیں گے، اور نہ مُہلت پائیں گے ○ ف۱

۴۱- اور تجھ سے پہلے بہت رسُولوں کے ساتھ ٹھٹھے ہو چکے ہیں۔ سو اُن میں سے ٹھٹھے بازوں کو اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ ٹھٹھا کرتے تھے ○

۴۲- تُو کہہ رات میں اور دن میں رحمٰن سے کون تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے ربّ کی یاد سے رُوگرداں ہیں ○ ف۲

۴۳- کیا ہمارے سوا اُن کے اور بھی معبود ہیں جو اُنہیں بچاتے ہیں، وہ اپنی جانوں ہی کی مدد نہیں کر سکتے اور ہمارے مقابلہ میں کوئی اُن کا مصاحب نہیں ○

۴۴- بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو نفع پہنچایا یہاں تک کہ اُن کی عمر دراز ہوئی، پھر کیا وہ دیکھتے

ف۱

عذاب کے باب میں اللہ کا قانون یہ ہے کہ مجرموں کو ابتدا میں ڈھیل دی جاتی ہے کہ جب حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس وقت اللہ کا عذاب اچانک آجاتا ہے اور پھر دنیا کی کوئی طاقت اُن کو اس عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ کم بے وقوف لوگ اس ڈھیل کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اعمال حسنہ کا نتیجہ ہے جو دُنیا میں ناز و نعمت کے سارے سامان ہمیں میسر ہیں۔ ورنہ ایک لمحہ بھی ہم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کہنے والے بار بار حضور سے عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نہایت مُحتاط اور قسمت والی ہے۔ جسے جب چاہے، اپنے مصالح کے ماتحت گرفتار کرلے پھر کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکے۔

صرف خدا محافظ ہے

ف۲

حقیقت یہ ہے کہ یہ محض اللہ کی مہربانی ہے۔ کہ انسان ہر لحظہ اس دہر کے طوفانوں کے سطح زمین پر زندہ آباد پھر رہا ہے۔ ورنہ کہاں کا زندہ رہنا۔ ہمارے لئے مصائب و حوادث کا عظیم الشان ہجوم غیر ثابت ہو سکتا ہے۔ یہی پانی جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر سیلاب کی شکل اختیار کرلے، تو ہمارے لئے کتنا عذاب دہ ہو جاتا ہے۔ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے خوش گوار جھونکے اگر باد تند میں تبدیل ہو جائیں، تو کیسی تباہی پھیل جاتی ہے۔ اور آگ جس سے روزانہ ہم طرح طرح کے کھانے پکا کر نوش جان کرتے ہیں۔ اگر پھیل جائے، تو آن کی آن میں کیسی گھر پھونک کے راکھ بنا رہی ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ مُشرکین سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ دن رات سوائے ہمارے تمہاری کون خبر گیری کرتا ہے۔ بلکہ کون ہے جو تمہیں آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتا ہے۔ تمہاری حفاظت کرتا ہے، اور اپنی حفاظت و قدرت پر بھی قادر ہے

يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○

نہیں کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں، اب کیا وہ (قریش) غالب ہوں گے ○ ف۱

۴۵ - قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ○

۴۵ - تو کہہ میں تو تمہیں وحی کے مطابق ڈراتا ہوں اور بہرے جب ڈرائے جاتے ہیں، پکار نہیں سنتے ○

۴۶ - وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○

۴۶ - اور اگر تیرے رب کے عذاب کی بُو بھی انہیں پہنچے۔ تو کہنے لگیں خرابی ہماری۔ بے شک ہم ظالم تھے ○

۴۷ - وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۚ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۚ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○

۴۷ - اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے۔ سو کسی جان پر ایک ذرہ ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا۔ ہم اُسے لائیں گے۔ اور ہم کافی محاسب ہیں ○ ف۲

ف۱

مخالفین اسلام کو اپنی معاندانہ کوششوں پر بڑا ناز تھا، ان کا خیال تھا کہ ان کی ناپاک مساعی سے اسلام کی بڑھتی ہوئی برکات رک جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ محض وہم باطل ہے۔ انہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ فتوحات اسلامی کی وسعتیں کہاں تک پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔ کیا اسی مغلوبیت کا نام قبضہ و غلبہ ہے؟

یہ تاریخ کا چمکتا ہوا واقعہ ہے۔ کہ اسلام جس سرعت اور غیر محدود طور پر پھیلا۔ دنیا کا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تاریخ عاجز ہے کہ مسلمان مجاہدین کی مثال پیش کر سکے۔

سو کیا باطل اس طرح کامیاب ہو سکتا ہے؟ کیا جھوٹ کو اتنا فروغ حاصل ہوتا ہے کہ لوگ جوق در جوق اس کو قبول کریں۔ اور خاص و عام طبائع اس قدر متاثر ہوں؟

جو حضور نے ہر چند ان لوگوں کو حقیقت کی طرف بلایا مگر یہ قوت سماعت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس لئے مطلق کان نہیں دھرتے۔ اور نہیں سنتے کہ سب کچھ ان کے بھلے کے لئے کہا جا رہا ہے۔

وزنِ اعمال

ف۲ وزن اعمال کی تفصیلی کیفیت کو معلوم کرنا انسانی استعداد سے دور ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک ایسے عالم سے ہے جو اس وقت تک نادیدہ ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ اعمال کے صحیح قدر کو جانچنے کے لئے، اور ان میں صحیح توازن قائم رکھنے کے لئے ایک معیار کی ضرورت ہے بس یہی معیار ترازو کے معنی ہے۔ مقصد بہر حال یہ ہے کہ جہاں تک اعمال کا تعلق ہے۔ خدا کی عدالت میں کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو وہی ثمرہ یا بدلہ ملے گا جس کا وہ ٹھیک طور پر حقدار ہے۔

حلِ لغات

نفحۃ ۔ تھوڑا سا حصہ • مثقال ۔ نام وزن، مقدار •

۴۸ - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

۴۸ - اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو کتاب دی تھی (جو) فیصلہ کرنے والی اور روشنی اور ان متقیوں کیلئے نصیحت ○

۴۹ - الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○

۴۹ - جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے کانپتے ہیں ○ ف۱

۵۰ - وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○

۵۰ - اور یہ ذکر (قرآن) مبارک ہے جس کو ہم نے اتارا ہے سو کیا تم اس کے منکر ہو ○ ف۲

۵۱ - وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ○

۵۱ - اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی نیک راہ عنایت کی تھی، اور ہم اس کو جانتے تھے ○

۵۲ - اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ○

۵۲ - جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کیا ہیں؟ جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ ○ ف۳

۵۳ - قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ○

۵۳ - وہ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی طرح پوجتے پایا ہے ○

قرآن میں تنوع ہے!

ف۱ قرآن حکیم چونکہ کتاب فطرت ہے۔ اس لئے اس میں مصنوعی ترتیب مضامین نہیں، بلکہ تنوع ہے اور تنوع کے ساتھ ایک باریک ربط ہے۔ جس کا سمجھنا صرف اہل بصیرت کے لئے ممکن ہے۔ اس تنوع بیان کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ پڑھنے والے کے دل میں شوق جستجو بڑھتا جاتا ہے۔ اور طبیعت میں ملال پیدا نہیں ہوتا۔

ان آیات سے قبل توحید کا ذکر تھا۔ رسالت و ہجرت کا بیان تھا۔ اور حشر و نشر کی کیفیات کی توضیح تھی۔ اب انبیاء کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو جو کتاب عنایت فرمائی۔ وہ بالکل فیصلہ کن تھی۔ اور وہم و خرافات کی تاریکیاں کو دور کرنے والی روشنی تھی۔ اور کامل نصیحت تھی۔ اللہ کے وہ پاکباز بندے اس سے استفادہ کر سکتے ہیں جو بن دیکھے اس پر ایمان رکھتے۔ اور اس سے ڈرتے ہیں۔ اور قیامت کے خیال سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ یہودی باوجود تورات کے موجود ہونے کے اس لئے بدبخت اور محروم رہے کہ ان میں خشیت الٰہی کا جذبہ مفقود ہو چکا تھا۔ اور اللہ پر سے اعتقاد اٹھ گیا تھا۔

ف۲ اہل کتاب سے خطاب ہے۔ کہ جب قرآن بھی صحف سابقہ کی طرح اللہ کی کتاب ہے اور اس میں نصیحت و برکت کا سامان وافر موجود ہے۔ تو پھر یہ محرومی کیوں ہے کہ تم اس کو نہیں مانتے کیا اسی وجہ سے کہ دلوں میں ایمان کی روشنی باقی نہیں رہی۔ اور خوف خدا کا خیال اٹھ گیا ہے؟

پیغمبرانہ استعداد

ف۳ حضرت ابراہیم کے دل میں (رباقی بر صفحہ)

٥٤- قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○
٥٥- قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ
مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ○
٥٦- قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ
اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○
٥٧- وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ
اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○
٥٨- فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ
لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ○
٥٩- قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ
اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

٥٤- بولا تم اور تمہارے باپ دادے صریح گمراہی میں ہو ○
٥٥- وہ بولے، کیا تو ہمارے پاس سچی بات لیکر آیا ہے یا تو کھلنڈریاں کرتا ہے؟ ○
٥٦- بولا نہیں تمہارا رب وہی ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے، جس نے انہیں پیدا کیا۔ اور میں اسی بات کا قائل ہوں ○
٥٧- اور اللہ کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے میں تمہارے بتوں کا ضرور علاج بتاؤں گا ○
٥٨- پھر اس نے انہیں چکنا چور کر ڈالا مگر ان کے بڑے بت کو نہ توڑا کہ شاید وہ اس کی طرف پھر آئیں ○
٥٩- بولے کس نے ہمارے معبودوں سے یہ کیا؟ وہ کوئی بڑا ہی ستمگار ہے ○

(بقیہ حاشیہ)

مشرکانہ خیالات کے خلاف جو جذبۂ تنفر موجود تھا۔ اور جس سے بے قرار ہو کر انہوں نے اپنی قوم سے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ وہ پہلے سے موجود تھا۔ اور جس کو نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل بھی ان میں یہ جذبہ ضرور موجود پائی جاتی تھی ●
بات یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء میں عہد نبوت سے قبل ایک استعداد فطری موجود ہوتی ہے۔ اور ان کا دماغ پہلے انوار آلہیہ کا مہبط ہوتا ہے۔ ان کے کردار و گفتار سے ایک شان امتیاز ٹپکتی ہے۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ معمولی شخصیت کے لوگ نہیں، بلکہ غیر معمولی ہیں۔ اور عام انسانوں سے یقیناً ممتاز اور بلند انسان ہیں ●

حلِ لغات

لَاَكِيْدَنَّ۔ کید کے معنے تدبیر، سوء تدبیر اور مخالفانہ جدوجہد کے ہیں ●

۶۰- قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ؕ
۶۱- قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ
۶۲- قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ؕ
۶۳- قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ
۶۴- فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۙ
۶۵- ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ
۶۶- قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

۶۰- بولے ہم نے ایک جوان ابراہیم نامی کی نسبت سُنا ہے کہ وہ ان بُتوں کا ذکر کیا کرتا ہے ○
۶۱- بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ، شاید وہ گواہی دیں ○
۶۲- بولے اے ابراہیم کیا تُو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ ○ ف
۶۳- بولا نہیں بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے سو تم ان بُتوں سے پُوچھ لو، اگر وہ بولیں ○
۶۴- وُہ اپنے دلوں میں سوچ کر بولے، تم (تو) آپ ہی ظالم ہو ○
۶۵- پھر سرنگوں ہوئے، تُو تو جانتا ہے، کہ یہ نہیں بولتے ○
۶۶- کہا، پھر کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے

حضرت ابراہیمؑ کی تدبیر اصلاح!

ف حضرت ابراہیمؑ کے اس قصہ کو اگر اس حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اور اس کے مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے، جو لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقام پر جھوٹ بولا۔ تو طبیعت میں سخت الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ صحیح حدیث بھی قرآن کے خلاف مفہوم کو بیان کر سکتی ہے اور انبیاء سے کذب کا صدور ممکن ہے اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حدیث قرآن کے مخالف ہے، اور نہ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کی تکذیب کا کہیں ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں ذیل کی باتیں پیش نظر رہنا چاہئیں ۔

(۱) قرآن میں ابراہیمؑ کو صدیق کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔
(۲) ابراہیمؑ نے بُت پرستوں سے کہہ دیا تھا، کہ میں تمہارے بُتوں کو توڑ پھوڑ ڈالوں گا ۔
(۳) بُت پرستوں کو معلوم تھا کہ یہ سب ابراہیمؑ کی کارروائی ہے، اور ظاہر ہے کہ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا کہنے سے مقصود واقعہ کا اخفاء نہیں، بلکہ ایک لطیف پیرایہ میں گفتگو کو متنبہ کرنا ہے کہ بے وقوفو! جو بُت کہ قوتِ گویائی اور نطق سے محروم ہیں۔ اور اپنی حالت زار بھی بیان نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارے خدا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ جب ابراہیمؑ نے کہا، کہ اس بڑے بُت نے یہ کیا دھرا ہوگا، اس سے پوچھ لو تو ان کی آنکھیں کھل گئیں، معاملہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہ بُت واقعی بیکار ہیں۔ اور ان کی پرستش کھلی گمراہی اور ظلم ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض وقت معمولی بات بھی انسان محسوس نہیں کرتا، مگر جب اس کو ذرا چونکا دیا جاتا ہے۔ تو وہ غور سے اصل حالات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور اپنی غلطی پر متنبہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ چونکہ اس حکیمانہ اصول نفسی سے واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ طریق عمل اختیار کیا، اور اس میں ان کو کامیابی ہوئی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے یہ تو نہایت عقلمندی اور دانائی ہے۔ یعنی تدبر و تدبیر ہے ۔

اب رہا یہ معاملہ کہ حدیث میں اس کو کذبات میں شمار کیا گیا ہے، تو اس کے متعلق ذیل کے نکات قابل غور ہیں ۔ (باقی برصفحہ ۔۔)

حل لغات ۔ [illegible]

اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝

ہوا جو تمہارا نہ کچھ بھلا کر سکیں اور نہ بُرا ؟ ۝

۶۷۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

۶۷۔ تُف ہے تم پر، اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں پر، کیا تمہیں عقل نہیں ؟ ۝

۶۸۔ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

۶۸۔ وہ بولے ابراہیمؑ کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر کرنا چاہتے ہو ۝

۶۹۔ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ۝

۶۹۔ ہم نے کہا، اے آگ! ابراہیمؑ پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا ۝ ف۱

۷۰۔ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝

۷۰۔ اور اُنہوں نے اُس کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا سو ہم نے اُنہیں کو زیاں کار کر دیا ۝

۷۱۔ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝

۷۱۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور لُوطؑ کو بچا کر اس سرزمین کی طرف بھیجا جس میں ہم نے سارے جہان کی برکت رکھی ہے ۝

۷۲۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ

۷۲۔ اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ بخشا، اور یعقوبؑ

(۱)۔ کذب عربی میں جھوٹ کا بالکل مترادف لفظ نہیں ہے، بلکہ ہر بات جو بظاہر خلاف واقعہ ہو، مگر اس سے مقصود کوئی بلند چیز ہو ایسی بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) حدیث میں کذبات کا ذکر باب معاریض میں ہے، یعنی مخاطب کی سادگی سے فائدہ اٹھانا ہے۔

(۳) حدیث میں ابراہیمؑ کے کذبات کا بیان اس طرح ہے، کہ میدان حشر میں ان کو سفارش کرنے میں یہی وجہ تامل ہو گا کہ ان سے نیک نیتی کے ساتھ ہی ان لغزشوں کا صدور ہوا ہے۔ گو یہ واقعے صورتاً جھوٹ نہیں ہیں، مگر انبیاء کا مقام چونکہ خشیت و خوف اور پاکبازی کے لحاظ سے بہت بلند ہے، اس لئے وہ ان واقعات کو بھی جھوٹ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت ہونے کے باعث اپنے لئے معیوب سمجھیں گے۔ اور سفارش کی جرأت نہ فرمائیں گے۔

(۴) حدیث بالکل صحیح ہے، اس کا مقصد حضرت ابراہیمؑ کو کاذب ثابت کرنا نہیں، بلکہ ان کے مرتبہ اتقاء کو ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے اس میں اور قرآن کی ان آیات میں قطعاً مخالفت نہیں۔

ابراہیمؑ کا کامل ایمان!

ف۱ حضرت ابراہیمؑ نے جب بتوں کی تذلیل و توہین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، تو بت پرستوں کے حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ بتوں اور دیوتاؤں کے خلاف اس قسم کا جہاد ناقابل برداشت ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کی سزا سوائے اس کے کہ ابراہیمؑ کو زندہ آگ میں جھونک دیا جائے۔ اور کچھ نہیں، چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ اس کو آگ میں ڈال دو۔ الاؤ میں جھونک دو۔ اور پھونک دو۔ مگر اللہ کی مشیت کچھ اور تھی۔ ادھر جو انتظام ہو رہے تھے، کہ توحید کی حمایت کی پاداش میں اللہ کے ایک بندے کو زندگی سے محروم کر دیا جائے، دوسری جانب رحمت ایزدی ان کی حماقت پر ہنس رہی تھی۔ عین اس وقت جب معاندین کی تدبیریں بظاہر کامیاب ہو چلی تھیں۔ اللہ کا فضل بروئے کار آیا۔ اور وہ الاؤ جو جہنم کی طرح شعلے اگل رہا تھا اس حامی حق کا خنک اور بردو سلامتی سے تبدیل ہو گیا۔ اللہ کی رحمت کے چھینٹے اس طرح پڑے کہ تمام آگ بجھ کر سرد ہو گئی۔ دیکھئے اور غور کرنے کی یہ بات نہیں کہ

(باقی بر صفحہ)

نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ○
۷۳- وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ
وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ
وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○ۙ
۷۴- وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا
وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ
كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ
كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ○
۷۵- وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○
۷۶- وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ

انعام میں دیا، اور سب کو نیک بخت کیا ○
۷۳- اور انہیں ہم نے امام بنایا کہ ہمارے حکم سے
ہدایت کرتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف نیکیاں کرنے
اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی اور
وُہ ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے ○ ف۱
۷۴- اور ہم نے لُوط کو علم اور حکم دیا،
اور اُس بستی سے جو گندے کام کرتی تھی،
اُسے بچا نکالا۔ اور وُہ لوگ بد، اور
گنہگار تھے ○
۷۵- اور اُسے ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، وُہ
نیک بختوں میں سے ہے ○ ع ۶
۷۶- اور نُوح کو یاد کر جب اُس نے اس سے پہلے پکارا تھا
تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کی، پھر اُسے اور اُس کے

اس تبدیلی و تحول کے اسباب پر بحث کی جائے، بلکہ اہل دل کے لئے غور و تعمق کی بات یہ ہے کہ ابراہیم کے دل میں کس درجہ محکم اور مضبوط ایمان تھا۔ اور انہیں کتنا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا۔ آگ میں کود پڑا۔ اہل معرفت کے لئے اس تلاش اور کرید سے کہیں اہم ہے، کہ اس طبعی انقلاب کے اسباب و علل دریافت کئے جائیں۔ پھر یہ بھی بصیرت افروز شے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ گو اپنے بندوں کو کڑی آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ مگر رسوا نہیں کرتا۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایمان کا امتحان لیا جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے، کہ بندے کے دل میں مولا کے متعلق کس درجہ اعتقاد ہے ۔

ف۱

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے لئے دنیا کی تمام لذتوں اور رشتوں کو قربان کر دیتے ہیں وہ ان کو دنیا میں خیر و برکت کا بڑا حصہ دار بنا دیتا ہے۔ اور ان کو عام انبیاء دوں سے کسی طرح کم حقیقت میں نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے جب اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ تیاگ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت سے نوازا۔ اور اولاد صالح عطا کی۔ جو سب کے سب منصب قیادت و امامت پر فائز ہوئے اور اس سے بڑھ کر اور کیا مسرت ہو سکتی ہے۔ کہ ایک شخص اپنی اولاد کو اپنے سامنے کامیاب و کامران دیکھے۔ اسی طرح ارشاد فرمایا کہ ہم نے لُوط کو جو ابراہیم کے رشتہ دار تھے۔ نجات دی، اور ایک نہایت بدبخت اور رسوا قوم سے مخلصی عنایت کی۔ پھر نوح نے جب پکارا، اور قوم کی بدکرداری کے خلاف احتجاج کیا، تو ہم نے اس کی بھی سنی، اور تمام قوم کو جو نافرمان اور سرکش تھی فنا کے گھاٹ اُتار دیا غرض یہ ہے کہ ہم اپنے بندوں کی دعاؤں کو ہر وقت سنتے ہیں اور ان کی مشکلوں کو حل کیا کرتے ہیں ۔

حل لغات

نَافِلَةً ۔ عطیہ خاص، وہ شخص جو حق سے زیادہ یعنی پوتا ، سے نافلہ کہتے ہیں ۔

اَئِمَّةً ۔ امام کی جمع ہے۔ بمعنے پیشوا ۔

حُكْمًا ۔ بمعنے فہم و ادراک ۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝

اہل کو بڑی گھبراہٹ سے بچالیا ۝

۷۷- وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

۷۷ - اور ہم نے اسے اس قوم پر مدد دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ بے شک وہ بد لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا ۝

۷۸- وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝

۷۸ - اور داؤد اور سلیمان کو یاد کر جب وہ دونوں کھیت کا جھگڑا فیصل کرتے تھے جب اس میں رات کے وقت ایک قوم کی بکریاں پڑ گئی تھیں اور ہم ان کا فیصلہ دیکھ رہے تھے ۝ ف

۷۹- فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

۷۹ - پھر ہم نے سلیمان کو فیصلہ سمجھا دیا، اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا تھا، اور ہم نے پہاڑ داؤد کے تابع کر دیئے تھے، کہ وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی، اور ہم ہی نے یہ کیا تھا ۝

۸۰- وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ

۸۰ - اور ہم نے داؤد کو تمہارے لئے پہناوا بنانے کی صنعت سکھلائی تھی کہ تمہیں تمہاری لڑائی میں محفوظ رکھے (یعنی زرہ) سو کیا

اللہ کی اپنے بندوں پر بوقلموں رحمتیں

ف ان سب آیات میں اللہ تعالٰے کی بوقلموں رحمتوں کا ذکر ہے، کہ کس طرح کسی کسی بندے کو نوازا گیا۔ داؤد و سلیمانؑ کے متعلق ارشاد ہے۔ کہ دونوں کو ہم نے بصیرت و فراست عطا کر رکھی تھی۔ مگر دقت نظر میں حضرت سلیمانؑ کا اجتہاد بڑھ گیا۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس دو فریق آئے۔ ایک کا باغ تھا، اور دوسرے کی بکریاں باغ والے نے کہا۔ رات کو اس کی بکریوں نے میرے باغ کا ستیاناس کر دیا ہے۔ اس سے ہرجانہ دلوائیے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا تم اس کی بکریاں چھین لو، یہ اس غفلت و بے پرواہی کی سزا ہے، جس کی وجہ سے تمہارا باغ غارت ہو گیا۔ حضرت سلیمانؑ تک یہ معاملہ پہنچا تو انہوں نے فرمایا۔ میرا فیصلہ اس سے مختلف ہے۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا، وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بکریوں سے اس وقت تک استفادہ کیا جائے۔ جب تک کہ نقصان کی تلافی نہ ہو۔ اور اس کے بعد بکریاں واپس کر دی جائیں۔ کیونکہ بکریوں کا بطور تملیک مدعی کے سپرد کر دینا قرین عدل نہیں۔ حضرت داؤدؑ بیٹے کی فراست پر خوش ہوئے۔ اور اس تجویز سے اتفاق کیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امر مجتہد فیہ میں اختلاف جائز ہے، بلکہ بعض حالات میں ضروری۔

حضرت سلیمانؑ کی دانشمندی اور زود فہمی کے بیشمار قصے کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور ان کی حکیمانہ امثال تو مشہور ہیں۔ یہ اللہ تعالٰی کا خاص انعام تھا۔ جس سے وہ ممتاز و مفتخر تھے۔

حضرت داؤدؑ بھی اللہ کے بے شمار انعامات سے سرفراز تھے، ان کو سامان حرب کی تیاری میں کمال حاصل تھا۔ زرہیں یعنی آہنی قمیص سب سے پہلے انہوں نے ایجاد کیں۔ پہاڑوں میں راستے انہوں نے بنائے۔ اور پرندوں کو جنگی خدمات کے لئے استعمال کیا۔

حل لغات

الکرب۔ بے چینی۔ الحرث۔ کھیت اور باغ دونوں کے لئے اس کا استعمال قرآن میں ہوا ہے۔ نفشت۔ نفش سے ہے۔ رات کے وقت مال ڈھور کا کھیت میں جا پڑنا

اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○

۸۱- وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ
بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا
فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ○

۸۲- وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ
لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ
وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ○

۸۳- وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ
مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ○

۸۴- فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ
ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ
مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى

تم شکر کرتے ہو؟ ○

۸۱- اور ہم نے تحت ہوا (ف ۱) سلیمان کے قابو میں کر دی تھی
کہ وہ اس کے حکم سے اُس زمین کی طرف چلتی تھی جس
میں ہم نے برکت دی تھی (یعنی کنعان) اور ہمیں ہر چیز کی خبر ہے ○

۸۲- اور شیطانوں میں سے بھی جو اس کے لئے دریا میں غوطہ لگاتے
اور اس کے سوا اور کام بھی کرتے تھے، اور ہم ان کے
نگہبان تھے (کہ شرارت نہ کریں) ○

۸۳- اور ایوب کو یاد کرو جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ
مجھے دُکھ پہنچا ہے، اور تُو سب مہربانوں سے
زیادہ مہربان ہے ○ (ف ۲)

۸۴- سو ہم نے اس کی سُن لی، اور اس کا دُکھ دور کیا
اور اس کے اہل اُسے دے دیئے، اور ان کے ساتھ اور
بھی اُن کی مانند اپنے پاس کی رحمت سے اسے دئیے اور نصیحت

ف ۱ حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا مسخر کی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سلیمانؑ
خدا اور حجت سے محدود مقام تک حسبِ منشا استفادہ کر لیتے تھے، اور
ان کو اس پر ضبط اور کنٹرول حاصل تھا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کے
پاس ایک تخت تھا جو ہوا میں اڑتا تھا۔ اور شام سے یمن اور یمن سے
شام تک اس کی پرواز ہوتی تھی۔ تو کیا یہ تسخیر طیاروں کی صورت میں تھی؟
واضح طور پر اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر تبادر معنے جو سمجھ میں
آتے ہیں، وہ یہی ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس طیاروں کی قسم کی کوئی
چیز تھی۔ اور یہ ان کی اپنی ایجاد تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ہواؤں میں
اُڑتے پھرتے تھے۔

بات یہ ہے کہ آج کل زمانہ ایجادات و اختراعات کے باب میں
بہت آگے نکل گیا ہے۔ اگر یہ ضروری نہیں کہ حضرت انسان نے پہلے کبھی
اس حد تک ترقی کی ہو۔ چنانچہ اثری تحقیقات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ
بارہا اس عقل و دماغ کو آزمایا گیا ہے۔ اور عقل و حکمت کی کارفرمائیوں سے
حیرت ناک عجیب تر بنایا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ درمیان میں
حوادث اور سماوی نے ان ترقی کے نشانوں کو مٹا دیا ہو۔

اس لئے اگر حضرت سلیمانؑ کے عہد میں طیاروں کی قسم کی کوئی چیز پائی
جائے تو اس میں کوئی تاریخی استحالہ لازم نہیں آتا۔

صبرِ ایوبی

ف ۲ صبرِ ایوب مشہور ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت ایوب صبر و عبادت کا پیکر تھے
اور ان کی تمثیل کا موضوع یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کے متعلق
عقیدت و نیاز مندی کے جذبات پیدا کریں۔ اور انتہائی مصائب میں
بھی ان کو اللہ کی چوکھٹ پر جھکانے کی کوشش کریں۔ اور انہیں بتائیں
کہ ہر حالت میں صرف اللہ کو ہی کارساز اور چارہ گر سمجھنا چاہئے۔ اس
پیغام صبر و توکل کے لئے ضرورت تھی کہ وہ خود عملی طور پر لوگوں کے لئے
نمونہ اور اسوہ ثابت ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت آزمائشوں
میں ڈالا۔ یہاں تک کہ اپنے عزیز اقربا بھی ان کا ان حالات میں ساتھ
نہ دے سکے۔ مگر باوجود اس ابتلاء عظیم کے صبر و توکل کا دامن ان کے ہاتھ
سے نہ چھوٹا۔ اور وہ برابر اللہ کی عبادت میں مصروف رہے۔ بلکہ ہر مصیبت
اور ہر دُکھ کے وقت ان کے جذبہ نیازمندی میں اضافہ ہو گیا۔ اور انہوں
نے بہرحال اپنے کو اللہ کا شکر گزار اور نیاز مند بندہ ثابت کیا۔ نتیجہ یہ ہوا

[illegible]

مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی سُن لی۔ اور تمام تکلیفوں کو راحت و مسرت سے بدل دیا۔ اقربا اور عزیز جو مصیبت کے وقت الگ ہو گئے تھے پھر واپس آ گئے۔ مال و دولت

لِلْعٰبِدِيْنَ ○

۸۵- وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ○

۸۶- وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

۸۷- وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

۸۸- فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○

۸۹- وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ

عبادت کرنے والوں کے لئے ○

۸۵- اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کر، یہ سب صابر تھے ○ ف۱

۸۶- اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا وہ نیک بختوں میں تھے ○

۸۷- اور مچھلی والے (یونس) کو یاد کر جب وہ غصہ ہوکر چلا گیا۔ پھر سمجھا کہ ہم اُس سے نہ بولیں گے، پھر تاریکیوں میں پکارا، کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے، میں ظالموں میں تھا ○

۸۸- سو ہم نے اس کی سُن لی اور اسے غم سے نجات دی اور یونہی ہم مومنوں کو نجات دیں گے ○

۸۹- اور زکریا کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے

ف۱

ذوالکفل کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ زمرۂ انبیاء میں سے تھے یا صلحاء اُمت میں۔ قرآن نے انھیں انبیاء کی صف میں ذکر کیا ہے جمہور علماء کا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ وہ پیغمبر تھے۔ مگر تحقیق نہیں کہ کس عہد کے پیغمبر تھے۔

ذوالنون حضرت یونسؑ کا لقب ہے۔

غرض یہ ہے کہ یہ تمام انبیاء صابر تھے۔ صالح تھے۔ اللہ پر بھروسہ اور توکل رکھنے والے تھے۔ اور ان کے دلوں میں اللہ کی خشیت اور اس کا خوف تھا۔

ان سب کی خصوصیت جو قرآن حکیم نے بتائی ہے اور یہ ہے کہ یہ لوگ ہر ابتلاء کے وقت بے چین ہو کر صرف اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ صرف اسی کا نام تھا۔ جو ان کے لئے وجہ طمانیت ہو سکتا تھا۔ اور صرف اسی کی ذات تھی جس پر ان کو ناز اور بھروسا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ ہی ہر مشکل اور مصیبت میں ان کا خیال رکھتا تھا۔ اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا تھا۔ کیونکہ وہ یہی ہے کہ جو شخص صرف رضائے الٰہی کے لئے

ساری دُنیا سے الگ ہو جائے۔ اور جس کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں۔ محض اس بنا پر کہ مادیت پرست مخلوق اس کی خدا پرستی سے بیزار اور متنفر ہے۔ تو اس وقت خدا کی ذات آپ اس کی ہر طرح پر کفیل ہو جاتی ہے۔

حضرت یونسؑ اپنی قوم کے اعمال سے سخت نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ وہ ان کی اصلاح کریں۔ مگر جب ان کی نافرمانیاں حد سے گزر گئیں تو وہ اس وقت ناراض اور مایوس ہو کر ان سے جدا ہو گئے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ وہ بدستور ان میں قیام کریں۔ اور ان کو پاکبازی اور توحید کی تلقین کریں۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے تھے کہ یونسؑ اس درجہ جلد بیزار ہو جائیں۔ اور قوم کو بدستور گمراہی اور ضلالت میں چھوڑ جائیں اس لئے عین اس وقت جب کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر ان لوگوں سے دور نکل جانا چاہتے تھے۔ اللہ نے انھیں بڑی آزمائش میں ڈال دیا اور اس وقت گذر گیا۔ جب انھوں نے اپنی لغزش کو محسوس کیا اور خلوص قلب سے دُعا مانگی۔

فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ○
۹۰- فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ
اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ
رَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○
۹۱- وَالَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا
فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ
اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○
۹۲- اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ
وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○
۹۳- وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ
اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ○
۹۴- فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے ○
۹۰- سو ہم نے اس کی پکار سنی اور اسے یحییٰ بخش دیا اور اس کی عورت کو چنگا کر دیا۔ یہ لوگ نیکیوں پر دوڑتے اور ہمیں توقع اور ڈر سے پکارتے اور ہمارے آگے دبے رہتے تھے ○
۹۱- اور اس عورت (مریم) کو یاد کر جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پھر ہم نے اس عورت میں اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو تمام جہان کے لئے نشانی قرار دیا ف۱
۹۲- یہ سب لوگ تمہارے دین کے ہیں اور سب کا ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو میری بندگی کرو ○
۹۳- اور لوگوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا وہ سب ہماری طرف لوٹ آئیں گے ○
۹۴- سو جو کوئی نیک عمل کرے گا، اور وہ ایمان بھی

مسیح اللہ کی نشانی ہیں!

ف ۱

حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی روح کے نفخ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ ان کو خرق عادت کے طور پر پیدا کیا گیا۔ اور اس لئے بھی کہ ان کا روحانی مقام بہت بلند تھا۔ یہودیوں کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ تمہارے ظنون فاسد بے دینی اور الحاد پر مبنی ہیں۔ ورنہ مریم عفیفہ اور مسیح ناصری اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک نشانی ہیں۔

ف ۲

اللہ کا سچا اور اصلی دین اسلام ہے۔ جس میں اس کی توحید و تفرید کا اعلان ہے۔ جس میں اس رب پاک کی ربوبیت کی تلقین ہے۔ جو تمام انسانوں کو ایک وحدت میں منسلک کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کی غرض وغایت یہ ہے۔ کہ نوع انسانی کے دماغی افق کو بلند اور تابناک بنا دیا جائے۔ اس کے بعد جتنے فرقے اور گروہ ہیں۔ اور جس قدر مذہبی و دینی جماعتیں ہیں سب گمراہی اور ضلالت میں ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تمہاری قوم ہی ایک سچی اور اطاعت شعار قوم ہے۔ اور یہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بانٹ لیا ہے مجرم ہیں یہ سب کے سب ہمارے پاس آئیں گے اس وقت ہم انہیں بتائیں گے۔ کہ کون راہ راست کا رہرو تھا۔ اور کون گمراہ۔

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا
لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝
۹۵- وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ
لَا يَرْجِعُوْنَ ۝
۹۶- حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ
وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝
۹۷- وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ
شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ
يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ
كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝
۹۸- اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝
۹۹- لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ

رکھتا ہوگا، تو اس کی کوشش نامقبول نہ ہوگی اور
ہم اس کو لکھتے ہیں ○ ف۱
۹۵- اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا، ممکن نہیں کہ وہ ہمارے
پاس لوٹ کر آئیں ○ ف۲
۹۶- یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کھولے جائیں،
اور وہ ہر بلندی سے رپھیلتے (دوڑتے) آئیں ○ ف۳
۹۷- اور سچا وعدہ نزدیک آجائے۔ پھر ناگاہ، کافروں
کی آنکھیں ابھری کی ابھری رہ جائیں (اس وقت کہیں گے کہ)
شامت ہماری ہم اس حال سے غافل تھے بلکہ
ہم ظالم تھے ○
۹۸- تم لوگ اور اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو سب
دوزخ کا ایندھن ہو، تم اس پر پہنچو گے ○
۹۹- اگر یہ معبود ہوتے، تو وہ دوزخ پر نہ پہنچتے،

ف۱

مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص کسی فرقے اور کسی عقیدے کے ساتھ تعلق رکھے۔ اگر وہ اسلام کے حقائق تسلیم کرلے اور اپنی زندگی کو سنوار لے۔ تو وہ نجات کا مستحق ہے، اور اس کی مساعی عنداللہ مشکور ہیں۔

ف۲

یعنی جن لوگوں کا فسق و فجور انتہا تک پہنچ جاتا ہے، عذاب الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔ وہ عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد رجوع کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان میں پھر دنیا میں لوٹ جانے کی قوت نہیں رہتی۔ گو وہ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں ایک موقعہ اور دیا جائے۔ مگر اللہ کا یہی فیصلہ ہے کہ عذاب کے بعد ان کے حق میں کوئی رعایت ملحوظ نہ رکھی جائے کیونکہ عذاب الٰہی اس وقت ہے جبکہ انسانی گناہ، حدود اصلاح و رجوع سے تجاوز کر جائیں۔

یاجوج و ماجوج

ف۳

یاجوج و ماجوج کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ مختصر یوں سمجھ لیجئے۔ کہ قوموں کی بدعنوانی اور مظالم کا ایک طوفان اٹھے گا۔ جو نظم عالم کو تہ و بالا کردے گا۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ مذہب کی وقعت دلوں سے اٹھ جائے گی۔ دینداری کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ اور نظام کائنات کی بنیادیں محض ہرج و مرج پر رکھی جائیں گی۔ جب انسانوں میں شریر اور بداطن لوگ رہ جائیں گے۔ اور صرف مادیت کی حکومت ہوگی۔

ان حالات میں بطور انتقام اللہ تعالٰے ایک قوم کو تباہی و غارت گری کے لئے انسانوں پر مسلط کردیں گے۔ تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ انتہا مادیت کے معنے آخری تباہی کے ہیں۔

حل لغات

کُفْرَانَ۔ ضیاع، نقصان، اور انکار۔
حَرٰمٌ۔ ممنوع، ناشائستہ و ناروا۔
یَنْسِلُوْنَ۔ جدا ہونا، نکل جانا۔

وَكُلٌّ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝
۱۰۰- لَهُمْ فِيهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا
يَسْمَعُوْنَ ۝
۱۰۱- اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى
اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝
۱۰۲- لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ
مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝
۱۰۳- لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ
تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۚ هٰذَا يَوْمُكُمُ
الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝
۱۰۴- يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ
نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا

اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝
۱۰۰- انہیں وہاں چلّانا ہے اور وہ اس میں کچھ نہ
سُنیں گے ۝
۱۰۱- جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے سے نیکی
مقرر ہو گئی ہے، وہ اس سے دور رہیں گے ۝ ف۱
۱۰۲- وہ دوزخ کی آہٹ بھی نہ سُنیں گے اور وہ ان
مزوں میں جن کو ان کا جی چاہے گا ہمیشہ رہیں گے ۝
۱۰۳- اس بڑی گھبراہٹ کا انہیں غم نہ ہوگا، اور فرشتے
ان کو لینے آئیں گے، یہ تمہارا دن ہے جس کا
تم سے وعدہ ہُوا تھا ۝
۱۰۴- جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے کاغذ کو ف۲
طومار لپیٹتا ہے جیسے ہم نے پہلی پیدائش شروع کی
تھی اور ویسے ہی ہم اسے پھر لوٹائیں گے، یہ وعدہ ہمارے ذمے ہے ہمیں

اہلِ جنّت کو دوزخ کی اذیتوں کا کھٹکا نہیں!

ف۱ جنت اور دوزخ اللہ تعالےٰ کی رضا اور ناراضی کے دو مقام ہیں۔ جو لوگ مشرک ہیں، جنھوں نے حق پرستی کے شعر کو چھوڑ کر شرک پرستی کو شیں بنایا ہے۔ وہ اللہ کی ناراضی اور ناخوشی کے مہبط ہیں۔ اس لئے ان کا مقام بھی وہ ہے۔ جہاں سے غیظ و غضب کے شعلے بھڑکتے ہیں۔ اور جن کے مقدر میں نیکی ہے۔ اور جیب میں اللہ کی توحید، وہ رضا الٰہی کا موجب ہیں۔ اور ان کا مقام بھی وہ سرور آفرین ہے۔ کہ وہاں جہنم کے ہولناک شعلوں کی آواز تک نہیں پہنچے گی۔ اور چونکہ دنیا میں انھوں نے ایثار و قربانی سے کام لیا تھا۔ اور محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے ان تمام لذتوں اور آسائشوں کو خیرباد کہا تھا۔ اس لئے یہاں ان کو ہر قسم کی لذتیں عطا کی جائیں گی۔ اور روح و جسم کی تمام مسرتیں ان کے حصے میں آئیں گی اور وہ دائمی و ابدی ہوں گی۔ کوئی خوف و گھبراہٹ ان کے نزدیک نہیں آئے گا۔ نفخِ ثانیہ کے بعد حساب و محاسبہ کے ڈر سے بھی وہ بالکل بے خطر ہوں گے۔ فرشتے خوشخبریوں کے تحائف لے کر ان کا استقبال کریں گے اور ان کو بتائیں گے کہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام کس درجہ بلند ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نجات کے صحیح معنی میں مستحق ہیں۔ اور یہ غلط ہے کہ ہر مسلمان خواہی نہ خواہی جہنم کی اذیتوں کو محسوس کرے گا۔ یہاں واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے کامل نجات مقدرات میں سے ہے، اور وہ جہنم کی خوفناک اذیتوں سے قطعی محفوظ رہیں گے۔

ف۲ یعنی یہ تمام واقعات قیامت آنے کے بعد رونما ہوں گے اس وقت آسمان کی وسعتوں کو یوں سمیٹ لیا جائے گا۔ جس طرح کاغذ کے طومار کو لپیٹ لیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے بڑے آسمان کو چشم زدن میں سمیٹ لینا اتنا ہی سہل ہے۔ جتنا کہ خطوط کے کاغذات کو لپیٹ لینا لکھنے والے کے لئے سہل ہوتا ہے یعنی اللہ کے لئے یہ چیز جسے تم مشکل اور محال قرار دے رہے ہو، بالکل آسان ہے۔

فٰعِلِيْنَ ۝
۱۰۵- وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ
الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ
الصّٰلِحُوْنَ ۝
۱۰۶- اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ
عٰبِدِيْنَ ۝
۱۰۷- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
۱۰۸- قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
۱۰۹- فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى
سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ
بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝
۱۱۰- اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ

کرتا ہے ۝
۱۰۵- اور ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا
ہے کہ میرے نیک بندے زمین کے وارث
ہوں گے ۝ ف۱
۱۰۶- اس میں مطلب کو پہنچنے میں لوگ بندگی
کرنے والے ۝
۱۰۷- اور ہم نے تجھے (اے محمدؐ) جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۝ ف۲
۱۰۸- تو کہہ مجھ پر تو یہی حکم نازل ہوئی ہے کہ تمہارا معبود
صرف ایک معبود ہے پس کیا تم مانتے ہو؟ ۝
۱۰۹- پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ کہ تم سب کو یکساں طور پر خبردار کر
چکا، اور میں نہیں جانتا کہ جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے
وہ نزدیک ہے یا دور ہے ۝ ف۳
۱۱۰- وہ اس بات کو جو پکار کر کہی جائے جانتا ہے اور

زمین کے وارث کون ہیں؟

ف۱ غرض یہ ہے کہ صالحین کے لئے کامیابی و کامرانی قطعی و یقینی ہے۔ پہلی آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں مذکور ہے، کہ صلحاء زمین کے وارث ہوں گے، اور تمام مادی و معاشی سربلندیاں ان کو عطا کی جائیں گی۔ مگر صلحاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا وہ لوگ جو امور حکمرانی سے قطعی ناواقف ہیں۔ اور صرف سجادہ و تسبیح کو "صلاح و تقویٰ" کا معیار گردانتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو ان شروط دین کے ساتھ اس کردار کے بھی حامل ہیں۔ جو زندہ قوموں کا کردار ہے۔ اور ان تمام اوصاف سے متصف ہیں جن کا ہونا حکمران قوم کے لئے ضروری ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اسلام نے زندگی کے تمام شعبوں کے لئے الگ الگ قواعد بنا دیئے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے لئے جدا ضابطے ہیں، اور معاشرت کے لئے علیحدہ دستور ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اخلاق و معاشرت کی تمام برکتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح سیاسی زندگی اور سیاسی برتری کے لئے بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔ جب جو قوم بھی ان تفصیلات کو عملاً تسلیم کرتی ہے، وہ اسی حد تک ان برکات سے ضرور مستفاد ہو سکے گی۔ اور دنیا میں سر بلند ہو کر رہے گی کیونکہ یہ علو و برتری اسلامی پروگرام پر فی الجملہ عمل کا نتیجہ ہے۔

ف۲ حضورؐ کا فیض عام ہے۔ آپ کسی خاص قوم اور خاص ملک کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی بعثت تمام کائنات انسانی کیلئے ہے۔ آپ کی رحمتیں وسیع، اور آپ کا پروگرام ہمہ گیر ہے آپ کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں، ہر وقت اور ہر حالت میں صرف اللہ کے تقاضائے عبودیت کا استوار کیا جائے۔

ف۳ ان آیات پر سورۂ انبیاء کا اختتام ہے۔ اعلان میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ اسلام کی تعلیم بالعموم توحید ہے، یعنی باطل اور جھوٹ کے خلاف کھلی جنگ حق اور سرکشی کے درمیان اعلان منافرت ہے ظلم و استبداد کے مقابلہ میں قوت و غلبہ کا دائمی مطالبہ۔ فرماتے ہیں تم توحید کے مسلک کو قبول کر لو۔ یا انکار کر دو۔ ہم بہر حال ایک خدا کی پرستش کریں گے۔ اور اسی خدا کی قوتوں سے ڈریں گے۔ تمہاری مخالفت اور تمہارے عناد کی قطعاً کچھ پروا نہیں کریں گے۔ (باقی بر صـ ۷۹۱)

يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ○
۱۱۱- وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ
وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○
۱۱۲- قُلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ، وَرَبُّنَا
الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا
تَصِفُونَ ○

سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ

اٰيَاتُهَا ۷۸ رُكُوعَاتُهَا (۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
۱- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ
زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ○
۲- يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ
عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

تمہاری پوشیدہ باتیں بھی جانتا ہے ○
۱۱۱- اور میں نہیں جانتا شاید یہ (وعدہ) تمہاری آزمائش
اور ایک وقت تک تمہاری بہرہ مندی ہو ○
۱۱۲- (رسول نے) کہا، اے رب تو حق کے ساتھ فیصلہ کر
اور ہمارا رب رحمٰن ہے اسی سے ہم تمہاری ان باتوں
پر جو تم بناتے ہو مدد مانگتے ہیں ○

سُورۂ حج

مدنی ------ آیتیں ۷۸ ------ رکوع ۱۰-

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○
۱- لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک
قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے ○
۲- جس دن اسے دیکھو گے ہر ایک دودھ پلانے والی
اپنے دودھ پلائے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ایک حمل

(بقیہ حاشیہ)

ہمارے دلوں میں صرف ایک ذات کی محبت ہے، اور صرف اسی ذات کا ڈر ہے، جو رب السموات والارض ہے۔

یہ آیات اپنے مفہوم میں کہنے والوں کے لئے کھلے اعلان جنگ کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لئے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں، کہ یہیں اسلام کی حکمت عملی خوف و ہراس کی حکمت عملی تھی، انہیں ان آیات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کس جرأت و جسارت کے ساتھ ان لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔ اور واضح کر دیا گیا ہے کہ تم گو انکار کرو۔ مگر حقیقت وہی ہے جس کا ہم اعتراف

کر لیتے ہیں۔ اور جسے پھیلانا ہم دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔

حلِ لغات

المُسْتَعَانُ۔ وہ ذات جس سے استعانت اور مدد چاہیں۔ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ۔ قیامت کا زلزلہ۔ تَذْهَلُ۔ ذھول سے ہے۔ یعنی بھول جانا، مقصد یہ ہے کہ مصیبت اور خوف کی زیادتی سے تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی معاملہ سامنے اپنے بچوں کو تڑپتے ہوئے دیکھیں گی مگر خوف و ہراس کے غلبے کی وجہ سے ان کی جانب متوجہ نہ ہو سکیں گی۔

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى
وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ
شَدِيْدٌ ○
٣- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ○
٤ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ
يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○
٥- يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ
مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ
تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ
عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ
وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ
وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۤءُ اِلٰى

اپنا حمل گرا دے گی اور تجھے سب آدمی نشہ میں
معلوم ہوں گے۔ اور حالانکہ وُہ نشہ میں نہیں ہوں گے پر
اللہ کا عذاب سخت ہے ○ ف۱
٣ - اور بعض آدمی وہ ہیں جو بن خبر اللہ کے بارہ میں
جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کے پیرو ہیں ○ ف۲
٤ - شیطان کی قسمت میں لکھا گیا ہے کہ جو کوئی اُس کا
دوست بنے وہ اُسے گمراہ کریگا اور عذابِ دوزخ کی طرف لے جائیگا ○
٥ - لوگو! اگر جی اٹھنے کے بارہ میں تمہیں شک
ہے۔ تو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔
پھر نطفہ سے۔ پھر خون کی پھٹکی سے
پھر نقشہ بنی اور غیر نقشہ بنی بوٹی
سے۔ تاکہ ہم تمہارے لئے بیان کریں،
اور رحموں میں جو ہم چاہیں ایک وقت مقرر

قرآن کی حیرت انگیز بلاغت!

ف۱

قرآن حکیم میں یہ عجیب بلاغت ہے کہ وہ جس مضمون کو بیان کرتا ہے۔ الفاظ میں اس کی تصویر کھینچ دیتا ہے یعنی یوں سمجھئے کہ الفاظ ایسے موزون اور مناسب استعمال کرتا ہے کہ الفاظ کی صوتی ہیئت پڑھ پڑھ کر مضمون کی غمازی کرنے لگتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ لوگ بھی جو عربی نہیں جانتے۔ الفاظ کی ترکیب و ساخت سے مضمون کی نوعیت سمجھ جاتے ہیں۔

غور فرمائیے اس آیت میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے۔ اور پیرایۂ بیان ایسا ہے۔ یا الفاظ اس طرح کے ہیں کہ ان کو پڑھتے وقت خواہ مخواہ دل اللہ کے خوف سے بے چین ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت میں بے کلی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی قیامت آ پہنچی۔ یا چند لمحوں میں آیا چاہتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضورؐ نے جب یہ آیتیں صحابہ کو سنائیں۔ تو وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ رات بھر روتے رہے۔ اور دوسرے دن تک کچھ دکھائی نہ دیا اسی طرح دن بھر قیامت کے خوف سے لرزاں رہے۔

ف۲

یعنی بعض لوگ ایسے بدبخت اور محروم سعادت ہیں، کہ وہ خدا کی وسعتوں اور قدرتوں سے کہیں طرح آگاہ ہو لینے کے باوجود انکار کرتے ہیں۔ اور تسلیم نہیں کرتے کہ قیامت آئے گی۔ اور دنیا کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

حل لغات

عَلَقَةٌ ۔ عام لوگوں نے اس کا ترجمہ پارہ خون بستہ یعنی جمے ہوئے خون کا ٹکڑا کیا ہے۔ مگر حقیقتاً اس سے مراد جرثومۂ حیات ہے۔

إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ
مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ
أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ
عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً
فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ
وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝
۶۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ
يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
۷۔ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ
فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ
فِي الْقُبُورِ ۝

تک ٹھہرا رکھتے ہیں، پھر ہم تمہیں بچہ نکال
دیتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی جوانی کے زور کو پہنچ جاؤ
بعض تم میں سے وہ ہیں جو مر جاتے ہیں اور کوئی تم میں وہ ہے
جو نکمی عمر تک پہنچایا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد
کچھ نہ جانے، اور تو زمین کو خشک دیکھتا ہے
پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو لہلہانے
اور ابھرنے لگتی ہے اور قسم قسم کی نفیس بوٹیاں اگاتی ہے ○
۶۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہ
مُردوں کو جلاتا ہے، اور وہ ہر شے پر
قادر ہے ○ ف۱
۷۔ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ
شک نہیں، اور یہ کہ خدا انہیں جو قبروں میں ہیں
اٹھائے گا ○

حشر و نشر ایک طبعی حقیقت ہے!

ف۱ قرآن حکیم نے حشر و نشر کے عقیدے کو بڑے زور سے بیان کیا ہے کیونکہ یہی ایک عقیدہ ایسا ہے جو دلوں میں ذمہ داری کے احساسات کو بیدار کر سکتا ہے اور ہر شخص میں روح عمل پھونک سکتا ہے کیونکہ اس عقیدہ کے معنے یہ ہیں کہ ہر شخص مکافات عمل کے اصول کو تسلیم کرے۔ مانے کہ اعمال بے نتائج نہیں ہوتے۔ اور حق و باطل کے ثمرات اور نتائج میں واضح اور بین فرق ہے۔

جو شخص آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور حشر و نشر کے کوائف کو نہیں مانتا۔ وہ ذمہ داری کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے نزدیک نیکی اور بھلائی مہمل الفاظ ہیں۔ جو بالکل شرمندۂ معنی نہیں۔ وہ عمل کی بنیاد اپنی خواہشات پر رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ مجھے دنیا اور اس کے اصلاح کی بھلائی برائی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ انکار کا عقیدہ حرص و آز کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے اور انتہا درجے کی خود غرضی پیدا کر دیتا ہے۔ آخرت کے انکار کے بعد دنیا میں کسی اعلیٰ تمدن کی امید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ قدرتاً یہ انکار انفرادیت کا حامی اور شخصی اور ذاتی اغراض کا پیدا کرنے والا ہے۔

مکہ والے جو جہل کے زیر اثر حشر و نشر پر ایمان نہیں رکھتے تھے انہیں اس عقیدے کی افادیت کا قطعاً علم نہ تھا۔ اور انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ ایک طبعی حقیقت ہے۔ اصول ارتقاء اور خود زندگی کا مفہوم اس بات کا متقضی ہے کہ یہ زندگی صرف موت تک محدود نہ ہو۔ بلکہ آگے بڑھے۔ اور کمال تک پہنچے۔ ان کو اس میں بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ موت کے بعد جب روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ پھر یہ تعلق قائم ہو جائے۔ اور دوبارہ انسان زندگی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حکیمانہ اصول کی جانب ان کی توجہ کو مبذول فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ تمہیں قیامت اور حشر و نشر کے متعلق تو شبہ ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ تمہاری زندگی بجائے خود اس سے زیادہ حیرت انگیز انقلاب کی حامل ہے۔ تم روزانہ اس تبدیلی کو دیکھتے ہو اور اس انقلاب کو محسوس کرتے ہو مگر تمہیں کبھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کیونکر ممکن ہے

۸- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ○

۹- ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○

۱۰- ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○

۱۱- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ

۸- اور آدمیوں میں کوئی ہے کہ اللہ کے بارہ میں بے علم اور بے ہدایت اور بے روشن کتاب کے جھگڑتا ہے ○ ف

۹- اپنے شانے کو موڑ کر تاکہ خدا کی راہ سے بہکائے۔ اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن جلنے کا عذاب چکھائیں گے ○

۱۰- یہ بدلہ ہے اس کا جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، اور یہ کہ اللہ بندوں کے حق میں ظالم نہیں ○

۱۱- اور آدمیوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ اللہ کی عبادت کنارہ پر کرتا ہے سو اگر اسے بھلائی پہنچی ہے تو اس سے تسلی پاتا ہے اور جو اس کو آزمائش آتی ہے تو اپنے منہ پر پلٹ جاتا ہے،

تم دیکھتے ہو کہ تمہاری زندگی کا دار و مدار مٹی اور پانی پر ہے۔ سبزیاں اور پھل کھاتے ہو۔ مگر تم نے کبھی غور کیا ہے۔ یہ سبزیاں اور پھل کیا ہیں؟ صرف مٹی۔ پھر یہ غذا ایک نطفہ آب کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کیا یہ سب عقل میں ممکن ہے؟ پھر یہی نطفہ آب جرثومہ حیات کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ چند منزلوں سے گزرنے کے بعد جیتا جاگتا بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ سب باتیں کبھی تمہاری سمجھ میں آتی ہیں؟ پھر وہ بالشت کا بچہ کڑیل جوان ہو جاتا ہے۔ اور جوانی کے نشہ میں خدا کا بھی انکار کرنے لگتا ہے۔ پھر جوانی کی اکڑی کمان جھک جاتی ہے اور بڑھاپا چھٹ پڑتا ہے۔ بتائیے کیا یہ انقلابات ایسے نہیں کہ ان کو کما حقہ سمجھ سکیں؟

یاد رکھو حشر و نشر بھی اسی طرح کا ایک عجیب انقلاب ہے جو اسی طرح ممکن ہے۔ جس طرح یہ روز مرہ کے واقعات۔ پھر تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ ایک وقت زمین خشک ہوتی ہے۔ افسردگی اور سبزے سے قطعی محروم۔ مگر بارش کے چند قطرات گرتے ہیں۔ اور یہ مردہ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ کیا خدا جو مردوں میں کو زندگی بخش سکتا ہے۔ تمہاری موت کو زندگی سے نہیں بدل سکتا؟

معرفت کے تین درجے

ف معرفت کے تین درجے ہیں۔ استقلالی، وجدانی اور الہامی۔ کتاب بینی یا انسان قوت فہم و فکر سے حقائق تک پہنچ سکتا ہے۔ یا پھر وجدان صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ اور یا الہامی کتاب سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ پہلا درجہ یقینی اور قطعی نہیں۔ مگر اکثر حالات میں کارآمد ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ اکثر غلط ہو سکتا ہے۔ مگر جہاں صحیح ہو وہاں یقین کا پہلو غالب رہتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جنہیں فطرت نے وجدان صحیح سے حصہ ملا ہو۔ تیسرا درجہ بالکل قطعی اور حتمی ہے۔

قرآن حکیم کہتا ہے جو لوگ اللہ کی صفات و قدرت کے متعلق شکوک و شبہات کا ذکر کرتے ہیں ان تینوں دلائل سے محروم ہیں۔ نہ تو عقل و استدلال کی راہ نمائی قبول کرتے ہیں۔ نہ وجدان صحیح سے بہرہ ور ہیں۔ بے دینی اور الحاد کا یہ عالم ہے کہ کوئی صحیفہ آسمانی ان کی نگاہ میں جچا نہیں۔ اب غور کیجئے کہ حق کی پہچان ہو تو کیونکر ہو اور معرفت کس طرح حاصل ہو۔ یہ امر صحیح ہے کہ اسلام غور و فکر کا مخالف نہیں بلکہ نہایت حامی ہے

عطفہ۔ جانب [illegible] حرف۔ کنارہ ۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○

دُنیا اور آخرت گنوائی۔ صریح نقصان یہی ہے ○

١٢- يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ع

١٢- اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکے۔ اور نہ نفع۔ یہی پرلے درجہ کی گمراہی ہے ○ ف ١

١٣- يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ○

١٣- اُسے پکارتا ہے جس سے نفع کی نسبت اس کا نقصان زیادہ نزدیک ہے۔ بیشک بُرا دوست ہے اور بُرا رفیق ○

١٤- اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○

١٤- جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے اللہ انہیں باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اللہ جو چاہے سو کرے ○ ف ٢

١٥- مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ

١٥- جو کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ اسے دنیا و

ف ١ مشرکین کا ایک طبقہ ہوتا ہے۔ جنہیں کچھ تو اللہ سے تعلق ہوتا ہے۔ اور کچھ اپنے بتوں اور دیوتاؤں سے۔ کبھی وہ خانقاہ میں سجدہ نیاز کرتے ہیں۔ اور کبھی صحن مسجد میں۔ کبھی خدا کے سامنے جھکتے ہیں۔ کبھی اپنے دیوتاؤں کی شان میں۔ انہیں اگر خدا کی عبادت پر آمادہ بھی کیا جائے۔ تو وہ صرف آزمائش و امتحان کی حد تک کام کرتے ہیں۔ یعنی جب تک ان کی سنی گئی۔ اور کام ہوتے رہے۔ خدا کو مانتے رہے اور اس کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے ذرا امتحان میں ڈال دیا۔ جھٹ سے الگ ہو گئے کہ خدا ہماری نہیں سنتا۔ یہ بدبخت نہیں جانتے کہ خدا آزمائشوں اور تجربوں سے بالا ہے۔ وہ اگر ہماری گزارش کو سن لیتا ہے۔ اور قبول کر لیتا ہے تو اس کی عنایت اور نوازش ہے۔ اور اگر نہیں قبول کرتا۔ تو بے نیازی و مصلحت ہے شکایت اور گلہ کا کیا موقع ہے۔

بھلا غور تو فرمائیے کہ جب تک ہم اس پر کامل یقین اور کامل بھروسہ نہیں رکھتے۔ کیونکر اس کے یہاں عزت اور قابل لحاظ قرار پا سکتے ہیں؟ ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی ذہنی پستی کا یہ عالم ہے کہ پکارتے بھی ہیں۔ تو ان چیزوں کو جن کو معبودیت کا درجہ کسی طرح حاصل نہیں اور ان کے نفع و نقصان پر ہرگز کچھ اثر و دخل نہیں رکھتیں۔ بلکہ ان کو پکارنا گمراہی الی الباطل ہوتا ہے۔ وہ حقیقت کفر ہوتا ہے۔ طبیعت مسخ ہو جاتی ہے۔ اور دل میں توحید کی روشنی پیدا نہیں ہوتی۔ خودداری اور خودشناسی کے جوہر مٹ جاتے ہیں۔ اور انسان قلب و دماغ کے لحاظ سے بہت حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے۔

کون خدا انہیں پسند ہے؟

ف ٢ اس سے پہلے مشرکین کا اور ان کے معبودوں کا ذکر تھا۔ کہ ان کے معبودان باطل مشکلات اور مصائب میں ان کے کام نہیں آ سکتے۔ اور ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اور وہ اس قابل ہیں کہ براہ راست ان کو کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ مگر مومنین کا یہ عالم ہے کہ ان کا معبود برحق دنیا میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور مشکلات و مصائب میں ان کی اعانت کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس زندگی میں کامیاب و کامران ہو کر دوسری دنیا میں پہنچتے ہیں۔ تو ان کے نیک اعمال اور اچھائیوں کے معاوضہ میں جنت میں داخل کرتے ہیں ...

اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ
بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ
فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ
مَا يَغِيْظُ ○

آخرت میں ہرگز مدد نہ دے گا، تو اُسے چاہیئے
کہ آسمان کی طرف ایک رسی لٹکائے پھر کاٹ ڈالے
پھر دیکھے کہ اس کی یہ تدبیر اس کا غصہ کھوتی ہے
یا نہیں؟ ○ ف۱

۱۶- وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ
وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ○

۱۶- اور یوں ہم نے یہ قرآن کھلی نشانیاں کرکے ف۲
اور اس لئے اُتارا ہے کہ بیشک اللہ جسے چاہے ہدایت کرے ○

۱۷- اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ
وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ
يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○

۱۷- جو مسلمان ہوئے، اور جو یہودی ہوئے، اور
صابئین، اور نصاریٰ، اور مجوس،
اور جو مشرک (عرب کے) ہیں - اللہ
قیامت کے دن اُن میں فیصلہ کرے گا،
اللہ ہر شئے پر حاضر ہے ○ ف۳

۱۸- اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

۱۸- کیا تُو نے نہ دیکھا، کہ جو کوئی
آسمانوں اور زمین میں ہے ..

ف۱

یہ آیت اسی قبیل سے ہے۔ جس طرح کہ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ کی آیت ہے یعنی مقصد یہ ہے کہ جو شخص حضورؐ کی مخالفت کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضورؐ کو یونہی تنہا چھوڑ دے گا، اور ان کی بالکل اعانت نہیں کرے گا۔ اس کو چاہئے کہ اپنی سعی کر دیکھے۔ اللہ کو بہرحال یہی منظور ہے، کہ وہ حق کو دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلا دے چاہے مخالفین اور معاندین اس کو برداشت نہ کریں ●

ف۲ قرآن حکیم کی آیات کو اللہ تعالےٰ نے اکثر بینات کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیونکہ ان میں جن تعلیمات کا ذکر ہے وہ صحت و تجربہ کے لحاظ سے بالکل واضح اور نمایاں ہیں۔ اور بالکل حقیقت اور فطرت کے مطابق ہیں۔ جن میں قطعاً الحاد نہیں، اور باوجود منطقی دلائل کے رازق ... کے اس ... آسان ہیں کہ ہر شخص اپنی استعداد و استفادہ کر سکتا ہے ●

ف۳ اور یہی اختلافات مٹانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم کو نازل فرمایا ہے۔ یہ تمام کتابوں اور تمام قسم کی تعلیمات کے لئے محک اور معیار ہے۔ اس وقت تک جس قدر سچائی اور صداقت صحیفوں اور کتابوں کی شکل میں نازل ہوئی وہ سب کی سب اس میں موجود ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے ہر حقیقت مذہبی کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے جہاں تک اعتقاد و عمل کے اختلافات ہیں۔ ان میں بس یہی اللہ کی آخری کتاب حکم فطرت کا صحیفہ ہے، مگر ان لوگوں کی کج فہمی اور مجبوری سے اگر یہ معیار بھی بجائے خود ما بہ النزاع کتاب کی شکل اختیار کرلے تو اللہ تعالےٰ نے اس جھگڑے کو چکانے کے لئے قیامت کا دن مقرر فرمایا ہے تاکہ وہاں سب لوگ اپنی گمراہی اور کج فہمی کو محسوس کر سکیں۔ آیت کا مقصد یہی ہے کہ حق اور سچائی ایک دائرے میں محدود ہے اور وہ ایک ایسی راہ ہے۔ جو ہم کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے، (باقی تمام پگڈنڈیاں غلط اور ٹیڑھی ہیں ●

حل لغات بِالسَّمَآءِ: بعض صحابہ اور مفسرین اس کے معنی گھر کی چھت کے کرتے ہیں ● الصّٰبِئِيْنَ: ملائکہ پرست، یا ستارہ پرست جماعت اسلام سے قبل بھی اور رسم و رواج کے لحاظ سے مجوسیت سے

۔۔ زیادہ ملتے جلتے تھے ●

وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ
الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ
وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۔ وَ كَثِيْرٌ
حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۔ وَ مَنْ
يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ
اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝
۱۹- هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ
رَبِّهِمْ ؛ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ
لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۔ يُصَبُّ
مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝
۲۰- يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ۝
۲۱- وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝
۲۲- كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا

اور سورج، اور چاند، اور ستارے، اور
پہاڑ، اور درخت، اور چارپائے،
اور آدمیوں میں سے بہت لوگ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں
اور بہت ہیں جن پر عذاب ٹھہر چکا، اور جس کو
اللہ ذلیل کرے اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں،
اللہ جو چاہے، سو کرے ○ ف۱
۱۹- یہ دو (مومن و کافر) مدعی ہیں اپنے رب میں جھگڑا
کرتے ہیں، سو وہ کافر ہیں، اُن کے لئے آگ
کے کپڑے قطع کیے جائیں گے، اُن کے
سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا ○ ف۲
۲۰- اُسی پانی سے اُن کا چمڑا اور جو اُن کے پیٹ میں ہے گلایا جائے گا ○
۲۱- اور اُن کے لئے ہتھوڑے اُن کے (پیٹنے) کیلئے لوہے کے ہیں ○
۲۲- جب دوزخ سے مارے غم کے نکلنے کا ارادہ

آقا کے ناشکر گزار بندے!

ف۱ یعنے کائنات کی ہر چیز اللہ کے قانونِ اطاعت کی فرمانبرداری کرتی ہے، اور کوئی چیز اس کے اقتدارِ اعلیٰ سے باہر نہیں۔ آسمان کی بلندیاں اور زمین کی پستیاں سب اس کے سامنے جھکتی ہیں۔ آفتاب اور چاند، نجوم اور ستارے، درخت اور بے سمجھ حیوانات تمام کے تمام اس کے حضور میں سربسجود ہیں، بہت سے سعادت مند انسان بھی ہیں، جن کو توفیقِ اطاعت و فرمانبرداری ارزانی ہوئی ہے۔ مگر کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے، جن کی گردنیں تکبر سے نہیں جھکتیں ارشاد ہے کہ یہ لوگ صاحبِ ذلیل ہیں، اپنے آقا کے ناشکر گزار بندے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل عزت یہ ہے کہ آقا انہیں پسند کرے اور محبوب رکھے، اور اگر تمرد و بغاوت کی وجہ سے آنکھ کی نظروں سے گر گئے تو ممکن ہے جو عزت و افتخار کا خلعت بخشے گا۔ جو رب العزت کے نزدیک حقیر اور قابلِ نفرت ہے، اُس کی کوئی عزت نہیں۔ اور وہ قابلِ احترام کا مستحق نہیں۔

دو مخالف گروہ

ف۲ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے مُراد دو گروہ ہیں، ایک اہلِ شر دوسرا اہلِ خیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، نتیجے اور ثمرے کے لحاظ سے یہ دونوں گروہ برابر نہیں۔ پہلا گروہ، اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔ اور سخت ترین اذیتیں اٹھائے گا۔ دوسرا گروہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوگا۔ اور اللہ کا شکر گزار ہوگا۔

قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ سے مراد یہ ہے کہ جہنم کی آگ ان کے چاروں طرف احاطہ کر لے گی، گویا انہیں آگ کے پیراہن پہنائے گئے۔ یہ ایک تشبیہ ہے۔ جس طرح دوسری جگہ فرمایا ہے۔ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آگ کی ایک چنگاری بھی دنیا کے پہاڑوں پر گرے تو ان کو جلا ڈالے۔

غرض یہ ہے کہ عذاب شدید کمل طور پر ہوگا۔ مجرمین کی کوئی گرفت کی جائے گی۔ فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کی تواضع کریں گے۔

مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا
وَ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ○
۲۳- إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ
فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
وَ لُؤْلُؤًا ۖ وَ لِبَاسُهُمْ فِيهَا
حَرِيرٌ ○
۲۴- وَ هُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ
الْقَوْلِ ۖ وَ هُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ
الْحَمِيدِ ○
۲۵- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ يَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ

کریں گے تو دوبارہ اُسی میں لوٹائے جائیں گے
اور کہا جائے گا، چکھو جلن کا عذاب ○
۲۳- جو ایمان لائے، اور نیک کام کئے اللہ
انہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے
نہریں بہتی ہیں۔ اُس میں ان کو سونے کے
کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے،
اور ان کی پوشاک وہاں ریشم کی
ہو گی ○
۲۴- اور اُنہیں ستھری بات کی طرف راہ دکھائی
گئی۔ اور اُنہوں نے اُس راہ کی ہدایت پائی
جو قابل تعریف ہے ○
۲۵- جو کافر ہیں۔ اور اللہ کی راہ، اور
مسجد حرام سے روکتے ہیں، جو

(بقیہ حاشیہ)

نہ رہیں گے۔ اور جب یہ مجرمین اس کشمکش غم جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے، تو پھر اُکا بی مکدر کے ساتھ لوٹا دیئے جائیں گے۔ جہنم کی یہ کیفیات دل میں سخت خوف اور ہول پیدا کر دیتی ہیں، اور اسی لئے بیان کی گئی ہیں، کہ منکرین کی قساوت بھی دُور ہو اور وہ عذاب الٰہی کے نام سے کانپ اُٹھیں۔ اس دُنیا میں یہ معلوم کرنا، کہ ان کیفیات کی تفصیل کیا ہے۔ ناممکن ہے۔ قرآن حکیم نے تو سزا کا صرف وُہ پہلو ذکر کیا ہے۔ جو مجرموں اور گنہ گاروں کے لئے عبرت اور موعظت کا باعث ہو سکے اور بس۔

اس کے بعد اہل جنت کا ذکر ہے، کہ یہ لوگ عزت و آرام سے رہیں گے۔ اور تمام لذائذ اور ان تکلفات سے دوچار ہوں گے۔ جنہیں یہ دین کے لئے دُنیا میں چھوڑ چکے تھے۔ فرمایا۔ ان لوگوں نے چونکہ دنیا کی زندگی میں قول طیب کو مان لیا تھا۔ اور صراط حمید کی پیروی اختیار کی تھی۔ اسی لئے آج نعمتوں اور لذتوں سے نوازے جا رہے ہیں۔

حل لغت

اَسَاوِرَ۔ اسوار کی جمع ہے۔ بمعنے کلائی میں پہننے کا زیور، کنگن۔

الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

ہم نے سب لوگوں کے لئے بنائی ہے، اُس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا برابر ہے۔ اور جو شرارت سے اس میں ٹیڑھی راہ چاہتا ہے، اُسے ہم دُکھ دینے والا عذاب چکھائیں گے ○ ف١

٢٦- وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

٢٦- اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کا ٹھکانا درست کر دیا، اور کہا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے اور قیام اور رکوع سجود کرنے والوں کیلئے پاک کر ○

٢٧- وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

٢٧- اور لوگوں میں حج کے لئے پکار دے، کہ تیرے پاس پیدل آئیں، اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر ہر ایک دُور کی راہ سے چلے آئیں ○ ف٢

بیت اللہ کی حرمت

ف١ کفار اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ صادر فرمانے کے بعد اب بیت اللہ کی عزت و حرمت کا بیان ہے۔ بتایا ہے کہ یہ لوگ کس قدر محروم اور قسی القلب ہیں۔ کہ مسلمانوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور بیت اللہ تک جانے نہیں دیتے۔ تاکہ مسلمان آزادانہ اپنے مناسک ادا کر سکیں۔

بات یہ تھی کہ حضور سال حدیبیہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ وہاں پہنچ کر کھلے بندوں اپنی عقیدت و نیاز مندی کا اظہار کریں۔ مگر مکے والوں نے حدیبیہ کے مقام میں حضور کو روک لیا۔ اور آگے نہ بڑھنے دیا۔ قرآن حکیم نے ان کے اس فعل کی مذمت فرمائی ہے اور کہا ہے کہ بیت اللہ میں سب کے حقوق برابر ہیں۔ اس میں یہاں رہنے والوں کی کوئی تخصیص نہیں۔

حج کا فلسفہ

ف٢ بیت اللہ جو آج تمام مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے اس کو حضرت ابراہیم نے اللہ کی ہدایات کے ماتحت تعمیر کیا۔ اللہ تعالےٰ کو یہ منظور تھا۔ کہ اس مقام کو تمام اسلامی دُنیا کے لئے روحانی اعتبار سے ملجا و ماویٰ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی کوششیں منظور ہوئیں۔ اور وہ آواز جو جنگل میں ابراہیم کے منہ سے نکلی تھی۔ ہر خدا پرست کے کانوں تک پہنچی۔ اور آج تک اس کا یہ اثر ہے۔ کہ دُنیا کے اکناف و اطراف سے لوگ کھنچے ہوئے اس مرکز رشد و ہدایت کی طرف چلے آتے ہیں۔ دیکھئے کتنا خلوص اور کس درجہ روحانیت اور مقبولیت ہے کہ وہ گھر جو صنعت و حرفت کے اعتبار سے بالکل سادہ ہے جو اولوئی غیر ذی زرع میں بنایا گیا ہے۔ آج تمام ملت ابراہیم کی عقیدت مندی کا مقام ہے۔ بات یہ ہے کہ کوئی شخص کہیں ہو۔ اگر محبت و عشق کے ساتھ اللہ کا کوئی کام کرے تو اس کا قبول ہونا قطعی اور یقینی ہے کیونکہ شہرت اور قبولیت کے لئے صرف اخلاص ہی ایک ضروری چیز ہے جس کو شرط و اساس قرار دیا جا سکتا ہے (باقی برصفحہ)

حل لغات - العاکف - مقیم ۔ البادِ - مسافر، باہر سے آنے والا ۔ بوّانا - جگہ دی، جگہ بتلا دی، یہاں مراد مقرر کر دینا ہے

٢٨- لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ
يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ
اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا
رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ
فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا
الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○
٢٩- ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ
وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ
الْعَتِيْقِ ○
٣٠- ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ
اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ
رَبِّهٖ ۚ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ

٢٨ - کہ اپنے (تجارتی اور دینی) فائدوں کیلئے
حاضر ہوں۔ اور ایامِ معلوم میں مویشی
چوپایوں کی ذبح پر جو اس نے دیئے
ہیں، اللہ کا نام یاد کریں، سو اس میں
سے کھاؤ۔ اور بُرے حال (بھوکے) فقیر
کو (بھی) کھلاؤ ○
٢٩ - پھر چاہیئے کہ اپنے بدن کے مَیل کچیل دُور
کریں (حجامت وغیرہ سے) اور اپنی منتیں
پوری کریں۔ اور پُرانے گھر کے گرداگرد
پھریں ○
٣٠ - یہ تو حکم ہے۔ اور جو کوئی حرماتِ خدا کی
تعظیم کرے، سو وہ اس کے لئے اس کے
رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لئے

(بقیہ حاشیہ)

باقی اسباب وذرائع خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔
لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ۔ کہہ کر یہ اشارہ کیا ہے
کہ حج صرف عبادت ہی نہیں۔ بلکہ بہت سے ملی
و انفرادی فوائد اس سے وابستہ ہیں۔ اگر مسلمان
حج کے فوائد سے کما حقہٗ استفادہ کریں تو حقیقت
یہ ہے کہ کبھی پست اور ذلیل نہ ہوں کیونکہ تجارتی
اور اقتصادی لحاظ سے حج میں بے شمار منافع ہیں۔
پھر یہ دیکھئے کہ حج کے لئے سب طرف کے لوگ
آتے ہیں۔ مگر اس طرح موقع ملتا ہے۔ کہ تمام ملکوں کے
قوموں میں ایک ثقافتی اتحاد و تعاون پیدا ہو۔ اور
سیاسی طور پر ایک دوسرے کی مشکلات پر غور کریں۔
اتنے بڑے موقع سے فائدہ نہ اُٹھانا بدبختی
محرومی ہے۔

حلِّ لغات

اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ - ایامِ قربانی۔
حُرُمٰتِ - قابلِ عزت اور ادب کی چیزیں،
شعائر واحکام۔

الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ○

جوپائے حلال ہیں مگر جو تمہیں پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ پس تم بتوں کی ناپاکی، اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہو ○

٣١- حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ○

٣١- (حلال مال کھاؤ) اللہ کے لئے یکطرفہ ہو کر نہ اس کے ساتھ شریک بنا کر، اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گویا آسمان سے گر پڑا، پھر اُسے پرندے اُچک لے گئے۔ یا اُسے ہوا نے کسی دور جگہ میں لے جا کر پٹک دیا ○ ف

٣٢- ذَٰلِكَ ۖ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ○

٣٢- یہ حکم ہے۔ اور جس نے خدا کی نشانیوں کی تعظیم کی، سو یہ تعظیم دل کی پرہیزگاری سے ہے ○

٣٣- لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا

٣٣- چوپایوں میں تمہارے لئے ایک وقت مقرر تک فائدے ہیں۔ پھر انہیں پہنچانے

توحید سربلندی ہے!

ف ان آیات میں پہلے تو بیان فرمایا ہے کہ اہل احرام احکام کو عزت و تسلیم کی نگاہوں سے دیکھنا اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ اس کے بعد مسائل حج کی طرف رجوع فرمایا ہے۔

شبہ پیدا ہوتا تھا، کہ جب احرام کی حالت میں شکار کھیلنا درست نہیں۔ تو شاید مطلقاً چوپائے بھی حرام ہوں۔ اس شبہ کے جواب میں فرمایا کہ چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں اور احرام ان کی حلت میں مخل انداز نہیں ہوتا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جب تم اللہ کے احکام کو عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بت پرستی کی نجاست سے بچو۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرو، اور خدا کی توحید کے سلسلہ میں عزیمت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہو۔

کیونکہ توحید فطرت ہے، توحید سربلندی و اولوالعزمی ہے اور توحید

رفعت و علو ہے۔ وہ لوگ جو توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیتے ہیں۔ عقل اور عمل کے لحاظ سے گویا آسمان رفعت سے قعر ذلت کی طرف نزول کرتے ہیں۔ جس طرح بلندی سے گرا ہوا محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح مشرک بھی قوت و جہان کی تمام استعدادوں کو کھو دیتا ہے۔ غور فرمایئے کہ کس قدر صحیح حقیقت کو بکر شرک اور بت پرستی کے معنے یہ ہیں، کہ مشرک اور بت پرست ذلیل و نا سمجھ سے عاری ہیں۔ انہوں نے عزت و خودداری کے تمام پاکیزہ جذبات کو اصنام کے بھینٹ چڑھا دیا ہے۔

اس کے بعد شعائر اللہ کی تعظیم کا ذکر ہے۔ فرمایا ہے کہ اس سے دلوں میں تقویٰ اور پرہیزگاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا اظہار کئی صورتوں میں ہوتا ہے۔ انسان میں ایک صورت شان کی بھی ہے۔ شعائر اللہ کی تعظیم سے دلوں میں ایک خاص قسم کی رحمت اور روحانی لذت محسوس ہوتی ہے۔

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ میں فیہا کی ضمیر رکاوٹ جو صفت

[illegible]

إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝

۳۴- وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝

۳۵- الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝

۳۶- وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا

گھر تک پہنچنا ہے (کہ وہاں ذبح ہوں)۔ ۝

۳۴- اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کیا ہے۔ تاکہ وہ مویشی چوپایوں پر جو اس نے انہیں دیئے ہیں (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا کریں سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس اسی کے فرمانبردار رہو اور تو ان عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے ۝

۳۵- کہ جب خدا کا نام لیا جائے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور مصائب پر صابر ہیں۔ اور نماز پڑھتے۔ اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں ۝

۳۶- اور بدنے (قربانی کے اونٹ) ہم نے تمہارے لئے اللہ کے نشان (ف۱) مقرر کئے ہیں ان میں تمہا

ھدی (قربانی) کی طرف راجع ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت ماسبق میں شعائر سے مراد قربانی ہی ہے۔

اس کے بعد اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ دنیا کو تم ہم نے ہر قوم کے لئے ایک طریق عبادت و قربانی مقرر کیا ہے۔ جس کی پیروی ان کے لئے ضروری تھی۔ اور سب کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خدا پرستی کے جذبات دل میں پیدا کریں۔ اور صرف ایک معبود حقیقی کے آگے جھکیں۔

خدا پرستی اور خدا دوستی کے مختلف طریقے ہیں۔ بعض اس لئے مخالفین اسلام کو اسلام سے برگشتہ نہ ہو جانا چاہئے کہ ان کا طریق نیازمندی دوسروں سے مختلف ہے۔ بلکہ یہ غور کرنا چاہئے کہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ کہاں تک قابل عمل ہے اور کہاں تک نتیجہ خیز۔

ف۱

شعائر شعیرہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ان چیزوں کے ہیں جو نشان ہوں۔ عبادات اور قربانی بھی چونکہ خدا پرستی اور خدا دوستی کی نشانیاں ہیں۔ اس لئے شعائر سے تعبیر کیا ہے۔

بعض کج فہم لوگوں نے قربانی کو عہد وحشت و جاہلیت کی یادگار قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی بنیادیں دیوتاؤں سے خون دینے کے تخیل پر قائم ہیں۔ یہ محض غلط ہے۔

اصل میں مذہب ان رسوم کو باقی رکھنے کے حق میں ہوتا ہے جن سے روحانی اور ملی فوائد حاصل ہو سکتے ہوں۔ قربانی قدیم قوموں میں بھی رائج تھی۔ اور اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ اور غرباء و مساکین کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے اب اگر اس قربانی کو مشرکانہ چڑھاووں میں تبدیل کر دیا گیا تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قربانی کا قدیم اور صحیح تخیل بھی مشرکانہ ہے اسلام نے جب دیکھا کہ اہل کتاب میں اور مشرکین میں قربانی کا عملی تخیل موجود ہے اور اس سے بہت سے مفید فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ تو اس نے اس کو باقی رکھا۔ اور ان عناصر کو اس میں سے خارج کر دیا۔ جو مشرکانہ تھے۔

حل لغات - منسکا۔ طریق عبادت و قربانی۔ المخبتین۔ عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھکنے والے لوگ۔ البدن۔

خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ
جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَ
أَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۚ
كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ○
۳۷- لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا
دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ
التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ
عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ
الْمُحْسِنِينَ ○
۳۸- إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ

لئے خیر ہے، سو جب وہ قطار باندھے کھڑے
ہوں، ان پر اللہ کا نام پڑھو۔ پھر جب اپنی
کروٹوں پر گر پڑیں، تو ان میں سے کھاؤ اور
صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے فقیر کو
کھلاؤ۔ یوں ہم نے وہ تمہارے قابو میں کئے، شاید
تم شکر کرو ○
۳۷- اللہ کو ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا
لیکن اس کو تمہارے دل کا ادب پہنچتا
ہے۔ یوں انہیں ہم نے تمہارے بس
میں کیا۔ تاکہ تم اس بات پر کہ اس نے تمہیں
ہدایت کی۔ اللہ کی بڑائی کرو، اور نیکوں کو
بشارت دے ○ ف۱
۳۸- بے شک اللہ مومنوں سے ان کے دشمنوں کی

فلسفۂ قربانی

ف۱

اس آیت میں قربانی کا فلسفہ بیان کیا ہے کہ دلوں میں اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

قانونِ قدرت ہے کہ ہر ادنےٰ چیز اعلیٰ کے لئے اپنی انفرادیت کو قربان کر رہی ہے۔ نباتات کے لئے ضروری ہے کہ وہ حیوانات کا لقمہ بنے، اور حیوانات انسان کے کام و دہن کی تواضع کریں۔ اسی طرح انسان جب حیوانات کو اللہ کے جلال و عظمت کے بھینٹ چڑھاتا ہے۔ تو وہ اصل کو اپنے سامنے رکھتا ہے کہ اللہ کے لئے ہمیں بھی اپنی جان، مال اور آسائش کی قربانی دینا چاہئے۔ یہی جذبہ خدمت و ایثار، تقوےٰ اور پرہیزگاری ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گوشت اور لہو کی کیا ضرورت ہے۔

حلِّ لغات

صَوَافَّ۔ صف باندھے ہوئے۔ ایک قرأت میں صوافی بھی آیا ہے۔ یعنی خالصۃً اللہ کے لئے۔
القانع۔ عفیف سائل، قناعت سے بیٹھ رہنے والا۔
المعتر۔ بھیک مانگنے والا، محتاج، سوال کرنے والا۔

أٰمَنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝
۳۹- اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ
ظُلِمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝
۴۰- الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا
اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ
وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ
كَثِيْرًا ۚ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ
يَّنْصُرُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

دفع کرتا ہے۔ اللہ کو کوئی دغاباز ناشکر پسند
نہیں آتا ۝
۳۹- اُن مسلمانوں کو جن سے (اہل مکہ) لڑتے ہیں جہاد
کی اجازت دی گئی اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ
ان کی مدد پر قادر ہے ۝ ف۱
۴۰- یہ وہ ہیں جو صرف اتنا کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ
ہے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور اگر
اللہ لوگوں کو ایک کو ایک کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو
(مسیحی فقیروں کے) تکیے اور گرجے اور یہود
کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں
جہاں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے منہدم
ڈھا دی جاتیں۔ اور اللہ اسے ضرور مدد دیگا جو
اللہ کو مدد دیتا ہے ف۲ بیشک اللہ غالب ہے زور والا ۝

قربانی اور جہاد

ف۱ یعنے قربانی کے عملی معنے یہ ہیں کہ دلوں میں جذبۂ جہاد موجزن ہو۔ اگر ہم ہر سال دکھاوے کے طور پر حیوانات کا خون بہائیں۔ اور قلوب میں کوئی حرارت اور کوئی جذبۂ جہاد پیدا نہ ہو تو یہ عبادت سراسر بے روح اور بے کیف ہوگی۔

آیت میں اذن جہاد ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی مظلومیت حد سے بڑھ گئی۔ اب یہ ناممکن ہے کہ ان مظالم کو زیادہ دیر تک برداشت کیا جائے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے طے کر لیا ہے کہ مسلمانوں کی اعانت کی جائے اور مشرکین کے غلبہ و استیلاء کو دور کیا جائے۔ کیونکہ مسلمان مظلوم ہیں اور اسلام کو مظلومیت پسند نہیں جس طرح ظلم بری چیز ہے اور اسلام اس کو جائز قرار نہیں دیتا ہے۔ اسی طرح مظلومیت بھی ناقابل برداشت ہے۔ اور جرم ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی جہاد کی نوعیت کیا تھی۔ (وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے' ان کو ان آیات پر غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے کب اور کس وقت مسلمانوں کو جہاد کا اذن عام دیا۔ بے شک اس وقت اجازت دی۔ جب مظالم حد سے بڑھ گئے۔ اور مکہ کی سرزمین ان کے لئے تنگ ہو گئی۔

اسلامی جہاد کی غرض قیام عبادت ہے!

ف۲ اس آیت میں بڑے واضح الفاظ میں قرآن حکیم نے بتا دیا کہ اسلامی جہاد سے غرض معابد الٰہیہ کی حفاظت ہے۔ مسلمان جب میدان جہاد میں اترتا ہے تو صرف اس لئے کہ خدا پرستی کے تمام مرکزوں کو مشرکین کے قبضہ و استیلاء سے پاک کر دے۔ وہ جہاد و قتال سے مادی حق کا طالب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے سامنے اعلاء کلمۃ اللہ کا بلند مقصد ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے لئے لڑتا ہے اور اللہ کے لئے صلح کرتا ہے۔ اگر مسلمان حق و صداقت کی تائید میں تلوار نہ اٹھائے تو ساری دنیا میں باطل کی حکومت ہو جائے۔ (باقی بر صفحہ ...)

۴۱- اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ
اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝
۴۲- وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ
وَّ ثَمُوْدُ ۝
۴۳- وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ
لُوْطٍ ۝
۴۴- وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ
مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ
اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝
۴۵- فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ

۴۱- وہ لوگ کہ اگر ہم زمین میں انہیں مقدور (یعنی
طاقت) دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، اور
بھلائی کا حکم کریں اور بُری بات سے منع کریں،
اور سب معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے ۝ ف۱
۴۲- اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے
قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا
ہے ۝
۴۳- اور قوم ابراہیم، اور قوم لوط
نے ۝
۴۴- اور اہل مدین نے، اور موسیٰ بھی جھٹلایا گیا
تھا۔ سو میں نے کافروں کو مہلت دی۔ پھر
انہیں پکڑا، تو میرے انکار کا کیا انجام ہوا ۝
۴۵- سو بہت بستیاں ہیں جو ظالم تھیں ہم نے

اور تمام مرکزوں میں جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے، ویرانی
اور صنم اِن باطل کی عبادت ہونے لگے۔ مسلمان نے عالم کا
کفیل ہے۔ اس کا جلوہ دوسرے مذاہب کی آزادی کے
لئے بھی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سب عبادت گاہوں کی
حفاظت ہو۔ اور سب لوگوں کو آزادی حاصل ہو کہ وہ
آزادانہ طور پر اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکیں۔ اور اس کے نام کو
بلند کر سکیں۔ البتہ اُسے یہ ناپسند ہے کہ لوگ غیر اللہ کی
پرستش کریں۔ اور بتوں اور دیوتاؤں کے نام پر معابد تعمیر
کریں۔ کیونکہ ایسے مرکز عبادت درحقیقت جہالت و تاریک
خیالی کے مدرسے ہوتے ہیں۔ جہاں انسانوں کو ذلت
و نکبت کا درس دیا جاتا ہے۔ اور یہ بتایا جاتا ہے کہ خدا
کے سوا اور ہستیاں بھی احترام و عبادت کے لائق ہیں،
حالانکہ یہ بہت بڑی گمراہی اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس
سے نفس انسانیت تباہ اور برباد ہو جاتی ہے اور پھر کبھی
اُبھرنے کی اُمید نہیں کی جا سکتی ۔

ف ۱

جو لوگ اسلامی حکومت کے تخیل سے خائف ہیں،
اُن کو اس آیت پر غور کرنا چاہیئے۔ ارشاد ہے، کہ ہم
مسلمانوں کو جب تمکن فی الارض کی نعمت عطا کرتے
ہیں۔ تو وہ دنیا میں عیاشیاں نہیں پھیلاتے۔ اور حرص
و آز میں گرفتار ہو کر لوگوں کے مال و دولت پر ڈاکہ نہیں
ڈالتے۔ وہ نہایت پاکباز اور خدا پرست ثابت ہوتے
ہیں۔ اُن کی زندگی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت الٰہی
کے جذبہ کو عام کریں۔ اللہ کے سامنے جھکیں، نماز
پڑھیں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ تاکہ تمام غرباء اور مساکین کی ضرورتیں
پوری کیا جا سکے۔ وہ ہر نیکی کو پھیلاتے ہیں، اور ہر
برائی کے خلاف جہاد کرتے ہیں، ان کا طرز حکومت نہایت
عادلانہ اور ہمدردانہ ہوتا ہے ۔

(بقیہ حل لغات)

سبق دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ اس سے نچنے کیا جاتا ہے کہ مسلمان
اپنی تمام آسائشوں کو اللہ کی راہ میں تج ڈالنے کا عہد کرتا ہے۔ اور صلوٰت کے معنی اس عبادت کی نمازیں ہوں گی۔ مگر وہ ذرا مختلف ہے، سمجھتے ہوئے معنے نہیں ۔

ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝

انہیں ہلاک کیا۔ اب وُہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں، اور بہت سے کنوئیں اور بہت سے گچ محل بیکار پڑے ہیں ۝ ف۱

۴۶- أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝

۴۶- کیا اہل مکہ نے زمین کی سیر نہیں کی، کہ انہیں سمجھ دار دل، یا شنوا کان حاصل ہوتے؟ سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل جو سینوں میں ہیں، اندھے ہو جاتے ہیں ۝ ف۲

۴۷- وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝

۴۷- اور وہ مجھ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور خدا ہرگز اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا۔ اور یک دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری شمار سے ہزار برس کے برابر ہے ۝ ف۳

۴۸- وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ

۴۸- اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے اُن کو

ف۱ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس قانون کی وضاحت فرمائی ہے کہ باطل کو زیادہ دیر تک قیام نہیں ہوتا۔ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکے اور معاندین کو باوجود ان کی قوت و شوکت کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

... ہے کہ کتنی ہی، اور حق کو جھٹلانے والے تاریخ کے صفحات کو ... مقامات ملاحظہ کیا ... ان کا علم ہو ... انجام کتنا عبرتناک ہوتا ہے۔

ف۲ یعنے رشد کا تعلق اصل میں دل سے ہے۔ جب دل میں رشد و ہدایت کا استعداد نہ ہو تو پھر مشاہدات کا انکار بھی ممکن ہے اور اگر معتدبہ گزشتہ تعصب سے ... تو پھر ادنےٰ اشارات بھی ہدایت کی جانب رہنمائی کر سکتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ منکرین حضور کو شب و روز دیکھتے تھے۔ اور ان کے احوال و عادات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ ہر وقت اللہ کی تائید آپ کے شامل حال ہے۔ اور آپ پیغمبر ہیں۔ وہ ہر آن ملاحظہ کرتے تھے کہ آپ انوار و تجلیات کے ... ہیں۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کی تائید میں ہے۔ مگر پھر بھی انکار کرتے۔ گویا آفتاب کو دیکھتے اور آنکھیں بند کر لیتے۔ دھوپ کی تمازت کو محسوس کرتے۔ اور منہ لپیٹے پڑے رہتے۔ غفلت و انکار کے لحاظ میں پڑے رہتے۔ کیونکہ دلوں سے حق و صداقت کو قبول کرنے کی استعداد چھن چکی تھی ... دل تاریک ہو چکے ... اور بصیرت گم ہو گئی تھی۔

عذاب کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے

ف۳ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ عذاب طلب کرتے ہیں ... چاہتے ہیں کہ اللہ کا غضب جلد بھڑکے۔ تاکہ زندگی کی مسرتوں سے یک قلم محروم ہو جائیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ اس کی گرفت کس قدر جان گسل ہوگی اور وہ عذاب اپنی ہولناک کیفیت کے ساتھ کس درجہ دراز ہوگا۔ اللہ کا عذاب جس کے یہ لوگ طالب ہیں، اتنا سخت، اتنا خوفناک اور اس قدر شدید ہے کہ اس کا ایک ایک دن ہزار سال کی کلفتوں اور اذیتوں کے برابر ہے۔

اس آیت میں تصریح فرمادی ہے کہ اللہ کا وعدۂ عذاب اٹل ہوتا ہے۔ اس میں قطعاً تخلف نہیں ہو سکتا۔ (دیباقی بر صفحہ)

لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا
وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ○
۴۹- قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ
نَذِيرٌ مُبِينٌ ع
۵۰- فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ○
۵۱- وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○
۵۲- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ
أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ ۚ
فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ
ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ

مُہلت دی، اور وُہ گنہگار تھیں، پھر میں نے اُن کو پکڑا
اور ہماری طرف آنا ہے ○
۴۹- تُو کہہ، لوگو! میں تو تم کو کھول کر ڈرانے
والا ہُوں ○
۵۰- سو جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام
کئے۔ اُن کے لئے مغفرت اور عزت کا رزق ہے ○
۵۱- اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے ہرانے میں
کوشش کی، وُہی دوزخی ہیں ○ ف۱
۵۲- اور ہم نے جو رسُول اور نبی تجھ سے پہلے بھیجا
تو جب وہ کچھ اپنے دل میں کوئی خیال باندھنے
لگا، شیطان نے اس کے خیال میں کچھ نہ کچھ ملا
دیا، پس اللہ شیطان کی ڈالی ہوئی بات مٹاتا ہے،
پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کرتا ہے،

کیونکہ تخاف ہونے کے معنے یہ ہیں۔ کہ معاذ اللہ وعید کی پیشگوئی کرنے والا نبی لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو۔

وعدہ عذاب کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اب قوم میں نیکی اور اصلاح پذیر ہونے کی صلاحیت نہیں رہی اور گناہوں کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس لئے اس وقت قوم کا مٹ جانا اور تباہ ہو جانا ہی منشاء قدرت ہوتا ہے۔ اور اس وقت جب عذاب کا وقت مقرر ہو جائے تو توبہ و انابت کا کوئی موقعہ نہیں رہتا۔ کیونکہ تعیین وقت کا اعلان در اصل اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ اب قوم کو یقیناً اور ضرور عذاب دیا جائے گا۔ اور کوئی طاقت اس کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گی۔

ف۱

ان آیتوں میں بتایا ہے، کہ جن لوگوں نے اللہ کے رسُول کی آواز کو سُن لیا۔ اور اس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل کیا۔ ان کے لئے سراسر مغفرت، اور عافیت ہے، اور نہایت پاکیزہ روزی ہے، وُہ عزت و اطمینان سے دُنیا میں رہیں گے۔ اور آخرت میں جنت کے وارث ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے معاندانہ کوششیں جاری رکھی ہیں۔ اور پیغام کو نہیں مانا۔ وُہ خائب و خاسر رہیں گے اور جہنم کے سزاوار۔

حلِ لُغات

تمنّٰی۔ آرزو کی، پڑھا یا۔

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○ ف

۵۳ - لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝

۵۳ - اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ خدا اس شیطان کے ڈالے ہوئے سے ان کو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے اور سخت دل لوگوں کو آزمائے اور بے شک ظالم مخالفت میں دور پڑے ہیں ○

۵۴ - وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

۵۴ - اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ وہ (یعنی قرآن) تیرے رب کی طرف سے حق ہے پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کے لئے عاجز ہوں۔ اور اللہ ایمانداروں کو راہِ راست دکھلاتا ہے ○

۵۵ - وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

۵۵ - اور کفار ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے، یہاں تک کہ ان پر ناگاہ

غرانیق کا قصہ جعلی ہے!

ف ان آیات کے شان نزول میں مفسرین نے یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ حضورؐ نے جب دیکھا کہ قوم کی سرکشی اور عناد روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے اور ان کے جوش تحریر میں کوئی کمی نہیں ہوئی تو ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی ایسی بات ہو کہ ان کی طبیعت مغلوب ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن آپ قریش کی مجلس میں پہنچے۔ جو ان کے خیالات کو اسلام کی جانب پھیر سکیں اسی اثنا میں آپ پر سورۃ النجم کی آیات نازل ہوئیں۔ آپ نے ان کو مجمع میں پڑھ کر سنایا۔ اور جب اس آیت پر پہنچے۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ تو شیطان کی تحریک سے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ تلک الغرانیق العلٰی منھا الشفاعۃ ترتجٰی۔ یعنی یہ بت بڑے اونچے مرتبے والے ہیں۔ اور ان کی شفاعت منظور کی جائے گی۔ اس لئے ان پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ ان الفاظ سے تمام مشرکین خوش ہو گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی سجدے میں گر گئے۔ جب اس قصہ کا چرچا ہوا۔ تو جبریل آئے

اور انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا غضب ڈھایا؟ مشرکوں کی ہمنوائی آپ کو زیبا تھی۔ اس پر آپ مغموم ہوئے اور آپ کی تسلی کیلئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ مگر یہ قصہ بالکل غلط اور بیہودہ ہے۔ ذیل کے نکات پر غور کیجئے۔

(۱) سورۃ النجم کا سیاق اس غلط قصے کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا کیونکہ اس کے بعد ہی ان کے بتوں کی زبردست مذمت مذکور ہے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی وقت حضورؐ کی زبان پر دو متضاد باتیں جاری ہوں جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ اس روایت کو حضرتؒ نے محدثین کی ایک جماعت اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے رد کیا ہے۔

(۲) جب مکہ کی شورشوں میں توحید کا اعلان کر کے بیان کر دیا گیا تھا تو پھر اب یہ کیونکر قابل تسلیم ہے کہ حضورؐ نے اپنا مسلک بدل دیا۔ ورنہ آپ کو دشمن دیکھو۔

(۳) تبدیلیٔ مسلک اور غلط باتوں کے پیش کرنے پر قرآن میں سخت وعید آئی ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ الخ۔

(۴) یہ مسلّم عقیدہ ہے کہ آپ محض وحی کے تابع تھے اور اپنی طرف سے کچھ کہنے کے مجاز نہ تھے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى الخ (دیباچہ)

السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ
يَوْمٍ عَقِيْمٍ ○

قیامت آجائے، یا اُن پر نحوست دن کا
عذاب آپڑے ○

۵۶- اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○

۵۶ - راج اُس دن اللہ کا ہے۔ وہ اُن میں حکم کریگا
سو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے
وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے ○

۵۷- وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ○

۵۷ - اور جنہوں نے کفر کیا، اور ہماری آیتوں کو
جھٹلایا۔ سو انہیں کے لئے ذلیل کرنے والا
عذاب ہوگا ○

۵۸- وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا
لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

۵۸ - اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی
پھر مارے گئے، یا مر گئے۔ انہیں اللہ
ضرور اچھا رزق دے گا۔ اور اللہ سب
بہتر روزی دیتا ہے ○ ۱۷

۵۹- لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ

۵۹ - وہ انہیں ایسی جگہ لے جائے گا جس سے وہ راضی ہوں گے

(۵) آپ کو دل ... سب چیزیں اسی طرح حفاظت میں تھیں کہ شیطان کی دخل اندازی ممکن التصور ہے۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ ۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۔

(۶) ابن حزم نے کہا ہے کہ قصہ زنادقہ کا وضع کردہ ہے چنانچہ انہوں نے اس پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی فرماتے ہیں کہ قصہ بالکل ثابت نہیں ۔

(۷) امام بخاری نے سورۃ النجم کی تلاوت اور مشرکین کے سجدہ کو ذکر کیا ہے۔ لیکن اس قصہ کو کہیں ذکر نہیں فرمایا ۔

(۸) اگر یہ قصہ تسلیم کر لیا جائے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اول کلمہ پیغام اصلی حالت میں لوگوں تک پہنچنا یقینی نہیں ہے ۔
قلب ہے کہ یہ بہت بڑا الحاد اور اتہام ہے ۔
اصل یہ ہے کہ ساری غلط فہمی لفظ تمنی کے مفہوم نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ۔
تمنی کے معنے خواہش اور آرزو کے ہیں۔ اور پڑھنے اور تلاوت کرنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسان کا ایک شعر حضرت عثمانؓ کے متعلق ہے ۔

تَمَنّٰى كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَيْلِهٖ   وَاٰخِرَهٗ لَاقٰى حِمَامَ الْمَقَادِرِ

یعنے حضرت عثمانؓ رات کے پہلے حصے میں قرآن کی تلاوت کرتے رہے اور آخری حصے میں شہید ہو گئے ۔
اس آیت میں تمنی کے معنے پڑھنے اور تلاوت کرنے کے ہیں جن لوگوں نے اس کے معنے آرزو اور خواہش کے لئے ہیں۔ ان کیلئے اس موضوع قصہ کو تسلیم کر لینے میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ اور میرا تو خیال ہے کہ یہ قصہ اسی لفظ تمنی پر گھڑ کر وضع کیا گیا ہے۔ اور واضع کا ذہن اسی لفظ سے اس قصہ کی جانب منتقل ہوا ہے ۔
آیت کا مقصد واضح ہے کہ انبیاء جب لوگوں کے سامنے احکام پیش کرتے ہیں تو شریر لوگ اپنی طرف سے بات بڑھا چڑھا کر اسے بگاڑتے تھے۔ اور لوگوں کے دلوں میں قسم قسم کے شبہات پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جوابات کا سلسلہ اپنی ساتھ سے ان شبہات کو دور کر دیتا ہے پھر غلط فہمی کیلئے کوئی احتمال باقی نہیں رہتا۔ اور ... ہو جاتی ہے ۔ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

حل لغات - یَوْمٍ عَقِیْمٍ - ...

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○

۶۰ - ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا
عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ
لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ
لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○

۶۱ - ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي
الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
بَصِيْرٌ ○

۶۲ - ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ
اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ
الْكَبِيْرُ ○

اور بے شک اللہ جاننے والا بُردبار ہے ○

۶۰ - یہ حکم ہے۔ اور جس نے ایسا بدلہ دیا، جیسا
اُس کے ساتھ کیا گیا تھا، پھر اُس پر زیادتی کی
گئی۔ تو اسے اللہ ضرور مدد دے گا۔ بیشک اللہ
معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ○ ف۱

۶۱ - یہ اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن میں
اور دن کو رات میں داخل کرتا
ہے۔ اور اللہ سُنتا دیکھتا
ہے ○ ف۲

۶۲ - یہ اس لئے ہے کہ اللہ وُہی حق ہے اور
اُس کے سوا جسے وُہ پُکارتے ہیں
وُہ باطل ہے۔ اور اللہ بلند مرتبہ
بڑا ہے ○

مُسلمان کیوں ہجرت کرتا ہے!

ف اسلامی نقطۂ نگاہ سے دین کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے۔ اور مسلمان مجبور ہے کہ وُہ ہر حالت میں اپنے کلچر اپنی تہذیب اور اپنی روایات کو برقرار رکھے۔ اس کے نزدیک ملک قوم اور وطن کشش و جاذبیت کا مفہوم کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ مُسلمان کی جان اُس کا مال اور اس کا سب کچھ مذہب ہے۔ وہ افلاس کو برداشت کر سکتا ہے۔ وہ بھُوکا رہ سکتا ہے اور دُنیا کی ہر مصیبت کیلئے تیار و آمادہ ہو سکتا ہے۔ مگر دین اور روح کے ارتقائی دواعی سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ جدا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ مسلمانوں کی نفسیات دینی سے واقف نہیں اور ان کے جذبات و حسیات کو نہیں سمجھ سکتے ان کے نزدیک۔ مذہب کیلئے وطن چھوڑ دینا۔ مال دولت سے الگ ہو جانا ناقابل فہم ہے۔ مگر ان کے لئے یہ بالکل آسان ہے۔ وُہ یہ سمجھتا ہے کہ اصل دنیا خیالات و افکار کی صحت و عمدگی ہے۔ اور یہ سوچتا ہے اس کی ... کے ساتھ ہے اور جب دیان کی خدمت سے بہرہ ور ہے۔ تو اس کو دل و دماغ مطمئن اور قانع ہے تو پھر ملک اور وطن کی وابستگیاں اسے ہجرت سے

نہیں روک سکتیں۔

اس آیت میں مہاجرین کے فضائل بیان فرماتے ہیں کہ اگر وُہ تیری راہ میں یا اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ دیا اور دشمنوں سے جہاد کیا یا طبعی موت مر گئے۔ تو میں انہیں بہترین نعمتوں سے نوازوں گا۔ مجھ سے بڑھ کر اور کون دینے والا اور بخشنے والا ہو سکتا ہے۔

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کی موت پر ہر آئینہ شہادت ہے وُہ جو گھر اپنی ذات کو اللہ کی محبت میں اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اس لئے خواہ میدان جہاد میں لڑتا ہوا مرے۔ خواہ جہاد کی آرزو میں اپنی موت مر جائے۔ اس کا اجر یقینی ہے۔ اور وہ ہر صورت میں شہید کے برابر ہے حدیث میں آیا ہے۔ المقتول فی سبیل اللہ والمتوفی فی سبیل اللہ بغیر قتل ھما فی الخیر والاجر شریکان یعنی اللہ کی راہ میں مرنے والا اور اگر شہید ہونے والا دونوں خیر و برکت میں برابر کے شریک ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

ف۱ اس آیت میں ایک قرآنی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ مظلوم کی حمایت فرماتے ہیں اور اس کو توفیق دیتے ہیں وہ باقی بر صفحہ

٦٣- اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً ۫ فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ○

٦٣- کیا تُو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی
اتارا۔ پھر زمین سبز ہو گئی۔ بے شک اللہ
باریک بین خبردار ہے ○ ف۱

٦٤- لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ
الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ○

٦٤- جو آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں
ہے۔ سب اُسی کا ہے۔ اور وُہی ہے بے
پروا قابل تعریف ○

٦٥- اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ
مَّا فِى الۡاَرۡضِ وَالۡفُلۡكَ
تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ؕ
وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ
عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ
رَّحِيۡمٌ ○

٦٥- کیا تُو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ زمین میں ہے
خدا نے سب تمہاری تابع کر دیا ہے۔ اور کشتیاں
بھی کہ اس کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں۔
اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے
ہے (کہ وہ بغیر اس کے حکم کے گر نہیں سکتا)۔
بے شک اللہ لوگوں پر بڑا شفیق مہربان
ہے ○

کرے ظلم و جور کے خلاف احتجاج کر سکے۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ کی ذات سراسر عفو و کرم سے کام لیتی ہے۔ وہ غفور اور رحیم ہے یعنے اپنوں اور بیگانوں کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم بھی فوراً احتجاج اور جہاد کے لئے آمادہ نہ ہو جاؤ بلکہ ... اور بہتر یہ ہے کہ ابتداءً وسعت حوصلہ سے کام لو اور جب دیکھو کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ اور سوائے اس کے اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان لوگوں سے جہاد کیا جائے تو پھر جہاد اولیٰ اور ضروری ہے۔

ف۲ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو بیان فرمایا ہے کہ کیونکر وہ رات کے بعض اجزا کو دن میں شامل کر دیتا ہے۔ اور دن کے اجزا کو رات میں یعنے تاریکی آہستہ آہستہ روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور روشنی تاریکی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے لئے یہ بھی آسان ہے کہ وہ کفر و شرک کی ظلمتوں کو اسلام و ایمان کی روشنی میں بدل ڈالے اور کفار و منکرین کفر و طغیان اندھیرے سے نکل کر توحید و طمانیت کے اجالے میں آ جائیں۔

مستور معانی کی جھلک

ف۱ قرآن حکیم میں یہ خوبی ہے کہ وہ شہادت قدرت سے عجیب عجیب استدلال کرتا ہے۔ اور وجہ استدلال کو بعض دفعہ بیان نہیں کرتا۔ تاکہ ذہن پر زور پڑے۔ اور پوشیدہ معارف کو حاصل کرکے وہ ایک قسم کی ذوقی مسرت محسوس کرے۔

اس آیت میں کہنے کو تو ایک صریح حقیقت بیان کی ہے کہ دیکھو بارش کے بعد خشک زمین کیسی سرسبز ہو جاتی ہے۔ مگر آخری الفاظ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ یہیں پر معانی اور معارف کا قصر بلند موجود ہے۔ یعنے کفار کی توجہ کو اللہ کے لطف عمیم کی جانب مبذول کیا ہے تاکہ وہ اسلام کی ضرورت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔

جب اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور علم و حکمت کا تقاضا ہے کہ مینہ برسا کر خشک اور بے رونق زمین بھی سرسبز و شاداب کر دی جاتی ہے۔ تو کیا تمہارے دلوں کی شادابی کے لئے اس نے ابر رحمت کے برسانے میں بخل سے کام لیا ہے۔ یا وہ تمہاری روحانی تشنگیوں سے بے خبر ہے؟ جب تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ لطیف ہے یعنی نہایت نیکوکار اور مددگار ہے۔ اور خبیر یعنی آگاہ ہے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ ...

۶۶- وَهُوَ الَّذِىٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ○

۶۶- اور وُہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر تمہیں مارے گا۔ پھر تمہیں جِلائے گا۔ بے شک آدمی ناشکرا ہے ○ ف۱

۶۷- لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۚ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ○

۶۷- ہر اُمت کے لئے ہم نے ایک راہ بندگی کی مقرر کی ہے جس پر وُہ عمل کرتے ہیں پس چاہئے کہ وُہ لوگ دینی معاملہ میں تیرے ساتھ کچھ جھگڑا نہ کریں اور تُو اپنے رب کی طرف بُلا۔ بیشک تُو سیدھے رستے پر ہے ○

۶۸- وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

۶۸- اور وُہ جو تجھ سے جھگڑیں۔ تو کہہ، خُدا خُوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ○ ف۲

۶۹- اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

۶۹- اللہ قیامت کے دِن تمہارے درمیان اُن باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو ○

۷۰- اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّ

۷۰- کیا تُو نہیں جانتا۔ کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ کو معلوم ہے۔ یہ

ف۱

ان آیات میں اللہ نے اپنی مزید عنایت کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ جو کچھ دنیا میں موجود ہے۔ ہم نے تمہیں اس کا حاکم بنایا ہے اور ہر چیز پر تمہیں اختیار دیا ہے۔ گویا کائنات میں مادی عنصر ہر شے سے بنا ہے۔ تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو کہ یہاں حکمران رہو۔ اور خدا کی ہر نعمت کا شکر ادا کرتے رہو۔ فرمایا دیکھو کشتیاں اور جہازوں کے لئے بھی ہم نے ایسے مفید قوانین بنا دیئے ہیں کہ تم ان کے ذریعے سے کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہو۔ پھر یہ بھی ہماری نوازش ہے کہ تمہیں آسمان اور آسمانی حوادث سے محفوظ رکھا ہے۔ اور سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ تمہیں زندگی کی نعمت بخشتا ہے۔ یاد رکھو تم موت سے محفوظ نہیں ہو سکتے۔ جس نے تمہیں زندگی عنایت کی ہے وہ پھر موت کی سختیاں بھی وارد کرے گا۔ اور پھر حساب لینے کے لئے دوبارہ زندگی میں عنایت فرمائے گا۔ جس کے بعد موت نہیں آئے گی ۔

ان نعمتوں پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ انسان کس درجہ ناشکرگزار ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ اس کی گردن ان احسانات کے انبار سے جھکی رہتی۔ مگر حالت یہ ہے کہ مغرور اور متکبر انسان یہ سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے۔ مگر غور اور پروا نہیں کرتا ۔

ف۲

پھر اصل موضوع کی جانب توجہ فرمائی ہے۔ یعنی سورۃ الحج کا مقصد عبادات اور مناسک کی تشریح کرنا ہے اور اس ضمن میں جو بعض شبہات پیدا ہو سکتے ہیں ان کو دُور کرنا ہے ارشاد ہے کہ تم اسلامی طریق عبادت اور قربانی پر کیوں معترض ہو۔ ہر قوم اور گروہ میں کسی نہ کسی طریق سے ان مذہبی رسوم کو ادا کیا جاتا رہا ہے۔ طریقہ کے مختلف ہونے سے اصل غرض مفقود نہیں ہو سکتی۔ بہرحال مختلف شرائع کے طریقے بتقاضائے وقت ہم نے ہی مقرر کئے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں سے ان لوگوں کو جھگڑا نہ چاہئے ۔

حل لغات ۔

ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کتاب میں لکھا ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے ○

٧١- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

٧١- اور وہ اللہ کے سوا اس کو پوجتے ہیں جس کے لئے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور جس کا انہیں علم نہیں۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ ف١

٧٢- وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

٧٢- اور جب ہماری کھلی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، تب تُو کافروں کے مُنہ پر ناخوشی پہچانتا ہے۔ قریب ہوتے ہیں کہ جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سُناتے ہیں، اُن پر دوڑ کر حملہ کریں۔ تُو کہہ، میں تمہیں اس سے زیادہ بُری چیز بتاؤں؟ وُہ آگ ہے، کافروں کو اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے۔ وہ بُری جگہ ہے ○ ف٢

شرک ناقابلِ فہم ہے!

ف١ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا سے مقصود یہ ہے کہ شرک کے لئے کوئی عقلی وجہ جواز موجود نہیں۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک مٹی یا پتھر کے بُت کو خدا قرار دے لیا جائے۔ یا ایک شخص کو جس کی دنیا اور زندگی کی بے چارگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ ہم اس کو خدائی مسند پر بٹھا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار شرک کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو ایک غیر عقلی اور غیر مدلل عقیدہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ اکثر لوگ اسی شرک کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اور نہیں محسوس کرتے کہ یہ کھلی گمراہی ہے۔ بھلا جو شخص بھوک کی شدت سے بے تاب ہو جاتا ہے۔ جسے پیاس بے قرار کر دیتی ہے۔ بیمار ہوتا ہے، تو طبیب کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ بتائیے۔ وُہ مر جانے کے بعد بھلا کیونکر خدا بن سکتا ہے؟

پتھر کا وہ حقیر اور ذلیل ٹکڑا جس کو تم اپنی خداداد قابلیت سے ایک حسین و جمیل صورت میں بدل دیتے ہو۔ وُہ الوہیت کا حامل کس طرح ہو سکتا ہے؟

وُہ قبر اور مزار جس کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو۔ اس میں خدائی کہاں سے آجاتی ہے؟

پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان مٹی کے ڈھیروں کے سامنے جھک جاتے ہو۔ اور پتھروں کو اپنا معبود سمجھنے لگتے ہو۔ کیا یہ محض جہالت نہیں۔ اور بے شعوری نہیں؟

ف٢ ارشاد ہے کہ گو قرآن ہمہ خیر و برکت ہے اور اس کے دلائل واضح اور روشن ہیں۔ مگر منکرین کے دلوں میں اس کے خلاف بغض و عناد ہے کہ وہ شائستگی کے ساتھ اس کو سُن بھی نہیں سکتے۔ حضورؐ جب ان تمام بدبختوں کو قرآن سُناتے اور چاہتے کہ ان کو محرومی و بدنصیبی کی دُنیا سے نکال کر سعادت و فلاح کی دنیا میں پہنچا دیا جائے۔ تو یہ شقیان ازلی نہایت غصّہ اور تنفّر کا اظہار کرتے گویا قرآن بہت تلخ حرفوں کا نام ہے جو ان کے حلق میں نہیں اُترتے۔ فرمایا تم قرآن حکیم کی آیتوں کو ناگوار سمجھ کر نہیں سُنتے ہو۔ مگر میں تمہیں بتاؤں۔ ایک اس سے بھی کہیں ناگوار چیز تمہیں برداشت کرنا ہے

۷۳۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

۷۴۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

۷۵۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ

۷۳۔ لوگو! ایک کہاوت کہی گئی ہے سو تم اُسے سُنو۔ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وُہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگرچہ وُہ سب اُس کے لئے جمع ہوں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین لے جائے تو اُسے اُس سے چھڑا بھی نہیں سکتے، عاجز ہے چاہنے والا، اور (وُہ بھی) عاجز کہ جن کو وُہ چاہتا ہے ○ ف۱

۷۴۔ اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہئے تھی اُنہوں نے ویسی اس کی قدر نہ جانی۔ بیشک اللہ زور آور زبردست ہے ○ ف۲

۷۵۔ اللہ فرشتوں، اور آدمیوں میں

ف۱

اس سے قبل کی آیت میں شرک کی مذمت فرمائی تھی۔ اور یہ بتایا تھا کہ ان مشرکوں کے پاس اس کی تائید کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں۔ اب اس عقیدے کی بے مائگی کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان کے تمام معبود جمع ہو جائیں۔ اور اپنی پوری قوت صرف کر دیں جب بھی ایک مکھی تک پیدا کرنے میں قاصر رہیں گے۔ حالانکہ مکھی ایک نہایت ہی ادنےٰ درجہ کی مخلوق ہے۔ اور مکھی کا پیدا کرنا تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ ان کے کھانے میں سے کچھ چھین لے جائے تو یہ اس کو چھڑا بھی نہیں سکتے۔

جب طالب و مطلوب کی یہ کیفیت ہے کہ ادنیٰ درجے کی مخلوق کے پیدا کرنے پر بھی وہ قادر نہیں۔ اور ماننے والوں کی یہ حالت ہو کہ مکھی پر بھی اختیار نہیں۔ تو پھر بت پرستی کیسی؟ کیا اس بے چارگی اور عجز کے بعد بھی کسی شے کو خدا مان لینا جائز اور درست ہو سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ شرک و بت پرستی میں کوئی معقولیت نہیں مگر وہ لوگ اس معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو ذہنًا نہایت پست اور ذلیل ہیں۔ اور جنہیں مبدأ فیاض سے عقل قطعًا ارزانی نہیں ہوئی۔

ف۲ وُہ خدا جو ادراک و فہم کی حدود سے بالا ہے۔ جسے نظر نہیں پا سکتی۔ اور جو زمان و مکان سے منزہ و پاک ہے۔ جو سب کا خالق و پیدا کرنے والا ہے۔ جس نے اعلیٰ و ادنیٰ اور دوست و دشمن سب پر عنایات کی بارش فرمائی ہے۔ اس کا کیونکر شریک اور سہیم ہو سکتا ہے۔ جو سب پر غالب ہے۔ جس کی حکومت کے دائرے سے کوئی چیز خارج نہیں۔ جو ہر جہت سے مختار ہے اور قوی و عزیز ہے اس کے متعلق خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ خود اسی کی ادنےٰ مخلوق اس کی ہمسر ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کی عظمت و جلال کا صحیح صحیح اندازہ ہی نہیں کیا۔ اور کما حقہٗ اس کو نہیں سمجھا!

حل لغات

مَثَلٌ۔ ہر وہ بات جس میں کوئی ایک نکتہ پنہاں ہو۔

الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝

سے رسول چن لیتا ہے، بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے ۝ ف۱

۷۶۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۔ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

۷۶ - جو اُن کے آگے اور پیچھے ہے وُہ جانتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سب معاملے جاتے ہیں ۝

۷۷۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

۷۷ - مومنو! رکوع کرو، اور سجدہ کرو۔ اور اپنے رب کو پوجو، اور نیکی کرو۔ شاید تم مراد کو پہنچو ۝

۷۸۔ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۔ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

۷۸ - اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جیسے اس کے جہاد کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں چن لیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں

زور لفظ اللہ پر ہے!

ف۱

ولید بن مغیرہ اور اس قماش کے دوسرے لوگ کہتے تھے۔ کہ نبوت کا منصب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں مل گیا۔ جب کہ دنیوی اعتبار سے ہم لوگ اس کے زیادہ مستحق تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبوت کے لئے خاص قسم کی ذہنی وفکری کی ضرورت ہے۔ جس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے مناسب سمجھتا ہوں۔ پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کر لیتا ہوں۔ یہ انتخاب محض میری ذات پر موقوف ہے۔ تم لوگ اور تمہارے ہم مسلک دوسرے لوگ نبوت کے منصب کو نہیں حاصل کر سکتے۔

یہاں قابل غور طلب بات یہ ہے۔ کہ زور لفظ اللہ پر ہے۔ یَصْطَفِیْ پر نہیں۔ چنانچہ بعض اس نکتہ کے نہ سمجھنے سے بعض کوتاہ فہم لوگوں کو لغزش ہوئی اور انہوں نے سمجھا کہ نبوت اب بھی جاری ہے، کیونکہ لفظ یَصْطَفِیْ استمرار کو چاہتا ہے حالانکہ یہاں بتانا یہ مقصود ہے۔ کہ یہ اصطفاء اور برگزیدگی صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ فافہم ۔

مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ
اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ
الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ
هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا
عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى
وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۱۱۸) رُكُوْعَاتُهَا (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اُس ہی نے تمہارا نام مُسلمان رکھا ہے۔ پہلے سے، اور اس کتاب (قرآن) میں بھی، تاکہ رسُول تم پر گواہ ہو۔ اور تم (اور) لوگوں پر گواہ ہو۔ پس نماز پڑھو، اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑو۔ وُہ تمہارا صاحب ہے۔ سو خوب صاحب ہے، اور اچھا مددگار ۝ ف ۱

سُورۃ مومنون

مکّی ــــ آیتیں ۱۱۸ ــــ رکوع ۶

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ف ۱

ان آیات میں کئی چیزیں بیان کی ہیں۔ پہلے تو یہ حکم دیا کہ رکوع اور سجود سے اللہ کی عبادت کرو اور اس قسم کے نیک افعال جاری رکھو۔ کہ نجات اور دونوں جہان کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہیں۔ پھر جہاد کی تلقین کر کے یہ نکتہ سمجھایا۔ کہ عبادت سے غرض تحفظ دین کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ یعنی نماز سے محض اللہ عقیدت کے معنے یہ ہیں۔ کہ جب دشمن دین تمہاری نمازوں سے تمہیں روکیں۔ اور تمہارے دین کو مٹانا چاہیں۔ اور اُن تعلقات کا امتحان لینا چاہیں جو تم نے اپنے خدا سے استوار کر رکھے ہیں۔ تو پھر میدان جہاد میں کود پڑو۔

اس کے بعد اسلام کی خوبی اور فضیلت بیان کی کہ اس میں کہیں دشواری تنگی موجود نہیں۔ نہایت سہل آسان مذہب ہے۔ پھر اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین پسند کیا گیا ہے۔ پہلے یعنی پچھلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔ اور اس کتاب میں بھی وہی نام رکھا ہے۔

پھر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ رسُول تمہارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے۔ اور تم لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہو۔ اور آخر میں اعتصام باللہ کی تلقین کی۔ فرمایا کہ مسلمانوں کا دوست اور مددگار صرف خدا ہے۔ گویا ان آیات میں مسلمانوں کو وہ سب کچھ اختصار کے ساتھ بتا دیا ہے۔ جس کا بتلانا دیناوں کی تربیت اور اصلاح، اور ہدی کے لئے ضروری ہے۔

حل لغات

حَرَجٍ۔ تنگی، حبس، وہ بات جو نفس و خاطر کو باعث ہو۔
شَهِيْدًا۔ گواہ اور مستحق جواپنے طرز عمل سے دوسروں کو اسلام کو سمجھاسکے یعنی اسوہ اور نمونہ۔

۱- قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○
۲- الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○
۳- وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○
۴- وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○
۵- وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○
۶- اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○
۷- فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○
۸- وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○
۹- وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○

۱- ایمان والے کامیاب ہو گئے ○
۲- جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں ○
۳- اور وہ جو بیہودہ بات سے منہ موڑتے ہیں ○
۴- اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ○
۵- اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ○
۶- مگر اپنی بیویوں یا اپنے ہاتھ کے مال سے کہ اس میں ان پر ملامت نہیں ○
۷- پھر جس نے سوا ان عورتوں کے کچھ اور چاہا تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں ○
۸- اور وہ جو اپنی امانتوں، اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ○
۹- اور جو اپنی نمازوں سے خبردار ہیں ○ ف۱

نجات اور کامرانی کی سات شرطیں!

ف۱ ان آیات میں قرآن حکیم نے فلاح و بہبود کی راہوں کی تفصیل بیان کی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ نجات اور کامیابی کیلئے صرف عقیدہ کافی نہیں بلکہ جوہر احسان والی، بلکہ اصلاحی و اخلاقی امور کی تکمیل لازمی اور ضروری ہے، جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔

یعنی نماز میں خشوع و خضوع، لغویات سے احتراز، زکوٰۃ کی ادائیگی، پرہیزگاری اور امانت اور پاس عہد۔ نماز کے تین درجے ہیں۔ ایک یہ کہ دعا اور عبادات کی وظائف و اعمال کا اعادہ کر کے جو نماز کے ارکان صحیح نہیں۔ ایک یہ کہ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور معانی و مطالب تک رسائی حاصل کرنا۔ تیسرا درجہ ہے کہ الفاظ کی روح تک پہنچ جانا۔ اور پھر نماز زندگی کی حقیقت ہو جانا۔

جسے حدیث میں درجہ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ پہلا درجہ نماز کے حقیقی مقاصد کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو دولت ہے۔ ورنہ اس کی اپنی حیثیت محض یہ ہے کہ عادت کا اعادہ اور تکرار ہے۔ جس میں کوئی زندگی اور روح نہیں۔ دوسرا درجہ تیسرے درجہ کا زینہ ہے۔ کیونکہ اگر الفاظ کے معانی تک رسائی نہ ہو تو پھر اس کی روح اور ماہیت کو پانا دشوار ہے۔ قرآن حکیم کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان نماز کی اسی نوع سے آشنا ہوں اور واقعی ان اوصاف سے متصف ہوں۔ جن کو ادائے نماز پیدا کر دیتی ہے۔ لغو سے مراد مومن کے نزدیک وہ باتیں ہیں جن کا ارتکاب شرعاً حرام ہے۔ بعض کے نزدیک لغویات ان امور کو کہتے ہیں جو مباح تو ہیں مگر ان سے کوئی فائدہ مرتب نہیں۔

لغۃً لغو کے معنی بیہودہ کلام کے ہیں۔ جو ضعیف کے معنی ہیں اللغا و رفث التکلم۔

اور اخلاق کے معنوں میں ہر وہ بات جو مفید نہ ہو۔ اور بے معنی ہو۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ جو لوگ سچے مومن ہیں۔ وہ زندگی کی اہمیت اور قیمت کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے غیر ضروری اور غیر نافع باتوں میں نہیں الجھتے اور اپنا پورا وقت کامیابی و کامرانی کیلئے صرف کرتے ہیں۔ گویا وہ ہمہ تن اور ہمہ عمل ہوتے ہیں۔ زبانی بر صفحہ ۱۸۸

۱۰- اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ

۱۱- الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝

۱۲ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ
مِّنْ طِيْنٍ ۚ

۱۳- ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠

۱۴- ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ
عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۤ ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ
اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

۱۵- ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝

۱۶- ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

۱۰- وہی میراث لینے والے ہیں ○

۱۱- جنت الفردوس کے وارث ہوں گے وہ اس
میں ہمیشہ رہیں گے ○

۱۲- اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے
بنایا ف

۱۳- پھر ہم نے اسے قرارگاہ مستور میں نطفہ بنایا

۱۴- پھر نطفہ کو لہو کی پھٹکی بنایا، پھر پھٹکی کو بوٹی
بنایا۔ پھر ہم نے بوٹی کو ہڈیاں بنایا،
پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر ہم اسے
ایک دوسری صورت میں لائے، سو بڑی
برکت والا ہے اللہ جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے

۱۵- پھر تم اس کے بعد مرو گے ○

۱۶- پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ○

نجات وفلاح کیلئے عفت وعصمت کی بھی ضرورت ہے۔ یہی مسلمان
کے عہد میں کے لحاظ سے بہت ضروری ہے کیونکہ اعلیٰ ترقی کا امکان نہیں ہے
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سے مراد لونڈیاں ہیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ
رکھنا چاہئے کہ اسلامی ضروریات کے ماتحت لونڈیوں سے تمتع فرمایا ہے
اور اس میں بہت سے فوائد مضمر ہیں۔ دشمن ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے،
مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں لونڈیوں کی تربیت کا بہتر موقعہ
حاصل ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ ممالک میں
جنگ کے خلاف جذبات نفرت وحقارت پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر چونکہ
ظالم قوم چونکہ قوت سے اس مجاہدانہ تقاضے سے دور ہو چکی ہے اس لئے
اس تمتع کو اخلاقی لحاظ سے شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور
نہیں سمجھتے کہ اسلام نے نظم عسکری دوامی کے ماتحت ہر قوم ہر جب
اور ہر قوم میں عملاً موجود اور ناگزیر ہے۔ اسلام نے صرف اتنا کیا ہے کہ
لونڈیوں کے لئے ایک تحصیلی قانون پیش کر دیا ہے جس میں ان کے حقوق
کی رعایت کا قاعدہ واضح کیا گیا ہے ۔
یہ کہ ہر شکل میں ضرورت دوامہات اور عسکری حالات کر نہیں ہوتے

اس لئے مجبور ہیں کہ اس قسم کے احکام اور اس قسم کی رخصتوں کو بھی
اور غلط اطوار وعادات کو اس خلاق کے لئے معیار قرار دیں ۔
سب سے آخر معاملات کے باب میں امانت اور عہد کو ضروری
قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مسلمان کو خائن اور دھوکہ باز نہیں ہونا چاہئے
کیونکہ یہی وہ وصف ہے جس کی وجہ سے قومیں ترقی کے زینہ اعلیٰ تک
پہنچتی ہیں۔ اور یہی وہ صفت ہے جس کے معدوم ہونے سے قومیں
باہمی اعتماد وتعاون کے جذبات کھو دیتی ہیں ۔

ایک تشریحی نکتہ

ف ان آیات میں قرآن حکیم نے انسانی پیدائش اور اس کے
مختلف مراحل کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ کس حکمت ودانائی سے اللہ
تعالیٰ نے انسان کو خلعت وجود عطا فرمایا۔ اس دنیا کے عجائب میں سے
اس روح وعقل کے مجسمہ کا شان عالی اور حیرت افزا ہیں کیا یہ
سب کی سب چیزیں اللہ کی اعلیٰ ترین قوت تخلیق پر دال نہیں؟
یہاں لفظ عَلَقَةً مگر قرآن حکیم نے جو بہترین جنیاتی تشریح فرمائی
ہے۔ معمولی وضاحت سے کہ نطفہ میں زندگی کے دریائی جرثومے

۱۷- وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ○

۱۷- اور ہم نے تمہارے اُوپر سات راہیں بنائیں، اور ہم خلقت سے غافل نہیں ○

۱۸- وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ○

۱۸- اور ہم نے اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا، پھر اُس کو زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اس پانی کے دُور کرنے پر قادر ہیں ○

۱۹- فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○

۱۹- پھر ہم نے اُس پانی سے تمہارے لئے کھجور اور انگوروں کے باغ پیدا کئے، ان میں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں، اور اُن ہی میں سے تم کھاتے ہو ○

۲۰- وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ○

۲۰- اور وُہ درخت پیدا کیا۔ جو سینا پہاڑ سے نکلتا ہے۔ کہ تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن اُگاتا ہے ○ ف۱

۲۱- وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ

۲۱- اور چارپایوں میں تمہارے لئے عبرت ہے

جراثیم ہوتے ہیں۔ اور وہ جراثیم رحم میں پہنچ کر بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور آہستہ آہستہ جنس کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

قرآن بھی کہتا ہے کہ ہم اس نطفۂ آب کو جراثیم میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ یہ واضح رہے عَلَقَۃ کے معنے خون بستہ کے نہیں۔ بلکہ جرثومۂ حیات کے ہیں۔ جو رحم کے ساتھ چپک جاتا ہے اور جنین کا باعث ہوتا ہے۔

غور فرمائیے۔ کیا آج سے چودہ سو سال قبل علم التشریح کی یہ تصریح بغیر امداد الہام وحی کے ممکن تھی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان حقائق کے چہرے سے اس طرح پردہ کشائی کرے۔ حالانکہ اُس وقت ابتدائی علوم کا بھی وجود نہ تھا۔ اور قوم محض خرافات و اوہام میں جکڑی تھی۔ ان آیات میں قرآن نے کچھ ایسی ترتیب اور حسن بیانی سے کام لیا ہے۔ کہ بے اختیار منہ سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ نکل جاتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کا کاتب وحی عبداللہ بن سرح جب یہاں پہنچا تو بول اٹھا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لکھ لو۔ یہی الہام ہوا ہے۔ اس کی بدبختی اور محرومی دیکھئے۔ کہ یہی توافق اس کیلئے ضلالت و گمراہی کا باعث ہوا۔ اس نے سمجھا کہ شاید حضورؐ اسی طرح اصلاح و مشورہ سے قرآن کو ترتیب دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کمال بلاغت ہے۔ کہ سامع اسی ترتیب الفاظ سے آنے والے الفاظ کا پتہ دے دیں۔ غالب کہتا ہے۔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

چنانچہ حضرت فاروقؓ اس بلاغت کو سمجھتے تھے۔ انھیں جب یہ آیات سنیں تو وہ بھی فتبارک اللہ بول اٹھے اور جب ان کو حضورؐ نے بتایا کہ قرآن کی آیت بھی اسی طرح ہے۔ تو خوش ہوئے کہ ان کی زبان نے وحی کی آیت کے ساتھ توافق کیا ہے۔

ف۱ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی مختلف نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح تمہاری مادی ضروریات کیلئے اس نے کھانا اور پانی وافر پیدا کیا ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی ضروریات سے بھی وہ غافل نہیں ہے۔ ان آیات میں انعام لدوحی کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح بارش کے بعد کھیت لہلہا اٹھتے ہیں۔ اور اس کا پانی ضروری کو سیراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک وحی کی بارش نہ ہو زمین خشک رہ جاتی ہے

حل لغات ۔ طرائق ۔ جمع طریقہ ۔ راستہ ۔ مراد آسمان ... مختلف آسمان ہے

نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ
فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا
تَأْكُلُونَ ۝
۲۲- وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ ع ۱
۲۳- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ
فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم
مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝
۲۴- فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ۙ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ
مَلَائِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي
آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝

کہ ان کے پیٹوں میں ہے، ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں
اور ان میں تمہارے لئے بہت سے نفع ہیں
بعض کو تم کھاتے ہو ۝ ف۱
۲۲- اور ان پر اور کشتیوں پر تم لدے پھرتے ہو ۝
۲۳- اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا
تو اس نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو
سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں ۝
۲۴- تب اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا
کہ یہ تو تمہاری ہی مانند ایک آدمی ہے،
چاہتا ہے، کہ تم پر بڑائی کرے، اور
اگر اللہ چاہتا۔ تو ضرور فرشتے اتارتا
ہم نے تو یہ بات اپنے پہلے باپ دادوں
میں نہیں سنی ۝

حیوانات سے عبرت پذیری!

ف۱

قرآن حکیم کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر نوع کے معلومات کیفیات بیان کرتا ہے۔ اور معمولی باتوں سے حقائق و عبر کے موتی نکال لاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ تمہاری نظریں عمیق اور گہری ہونی چاہئیں تم ہر واقعہ اور ہر چیز پر بنظر ادا غور کرو۔ تم کو معلوم ہو جائے کہ قدرت کا نظام کس قدر محکم اور جامع ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حیوانات اور جانوروں کو دیکھو۔ تم روزانہ دودھ پیتے ہو، مگر کبھی اس بات پر بھی غور کرنے کی توفیق ہوئی ہے کہ دودھ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ وہ چارہ جو گائے اور بھینس کھاتی ہے ایک کیمیاوی عمل میں پہنچتا ہے۔ اور وہاں کئی تبدیلیوں کے بعد دودھ کی شکل میں تمہارے سامنے آجاتا ہے۔ پھر اسی چارہ کا خون بھی بنتا ہے اور جانور کے سارے جسم میں بھی بٹ جاتا ہے۔ اور جو فضلہ رہ جاتا ہے وہ ایک مقررہ راستہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

غور فرمائیے۔ ایک ہی چیز دودھ بھی ہے۔ اور خون صالح بھی۔ طاقت و قوت کا باعث بھی ہے اور فضلہ بھی۔

پھر ہم جانوروں کو کئی طرح سے استعمال میں لاتے ہیں ان کا دودھ پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ سواری کا کام لیتے ہیں۔ اور بہت سے منافع حاصل کرتے ہیں۔

کشتی پر تم اکثر سوار ہوتے ہو گے۔ لیکن کبھی غور کیا ہے کہ کس قدر قاعدے اور طبعی ضابطے حرکت میں آتے ہیں تب جا کر کہیں پانی کے سینہ پر کشتی قدم رکھتی ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ تم ان جانوروں اور عنایتوں پر غور کرو۔ اور سوچو کہ کیا یہ عنایات بے معنی ہیں۔ اور کوئی مقصد ان کے پس پشت کارفرما نہیں؟ کیا کائنات کا سارا نظام بلا وجہ حرکت میں ہے؟ یا اس کی تگ و دو میں کوئی منزل بھی ہے۔ اور اس کا کوئی مقصد بھی ہے۔ جس کا حاصل کرنا انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

۲۵ - اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ
فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۝
۲۶ - قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝
۲۷ - فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ
الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا
جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ
فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ
عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ
فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ
مُّغْرَقُوْنَ ۝
۲۸ - فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ
مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ

۲۵ - اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے کہ اسے سودا ہے
پس ایک وقت تک اسے مہلت دو ۝ ف۱
۲۶ - وہ بولا اے رب تو میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ۝
۲۷ - پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں
کے سامنے ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بنا پھر
جب ہمارا حکم آئے، اور تنور جوش مارے، تو تو
اس کشتی میں ہر جنس کا دوہرا جوڑا اور اپنے
گھر کے لوگ بٹھا لے، مگر وہ اس شخص کہ جس پر
ان میں سے بات قائم ہو گئی ہے اور ظالموں
کے بارہ میں مجھ سے نہ بول، وہ ضرور غرق
ہوں گے ۝
۲۸ - پھر جب تو اور تیرے ساتھی کشتی میں بیٹھ
چکیں، تو کہہ، اللہ کا شکر ہے،

ف۱

ان آیات میں حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے قوم کو کیا پیغام دیا۔ ان کے مخالفوں نے کس طرح کے بیہودہ اعتراضات سے ان کا خیر مقدم کیا۔ ارشاد ہے کہ نوحؑ نے محض توحید کی تعلیم دی۔ اور قوم سے کہا۔ کہ صرف ایک خدا کی پرستش کرو اس کے سوا تمہارا کوئی چارہ ساز نہیں ہے۔ پرہیزگاری اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے۔ کہ تمہارے دلوں میں توحید کی روشنی ہو اور تم بجز اس کی ذات کے کسی کے آگے نہ جھکو۔

قوم کے بعض بڑوں نے اس تعلیم پر یہ شک کیا۔ کیونکہ وہ بجائے خدا اپنی قوم کے معبود بنے ہوئے تھے انہوں نے کہا۔ ہم نوحؑ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ تو محض انسان ہے۔ اور اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عام انسانوں میں موجود ہیں۔ اس کی نبوت کا مقصد محض اظہار برتری اور علو ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم پر صاحب حکم بنے۔ اور حکومت کرے۔ اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ تمہاری طرف راہنما بھیجے۔ تو وہ فرشتوں کو حکم دیتا کہ وہ خدا کے احکام تم تک پہنچائیں۔ اس قسم کی باتیں، کہ ایک معمولی انسان اللہ کی طرف دعوت دے۔ اکابر قوم کی طرف سے بھیجے اور جہل کی مذمت کرے۔ ہم نے تو کبھی اپنے باپ دادا سے سنی نہیں، معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے دماغ میں خلل ہے اس لئے اس کے بارہ میں کچھ دنوں انتظار کرنا چاہئے۔

حلِ لغات

التَّنُّوْرُ - زمین، وادی، وہ جگہ جہاں سے پانی برآمد ہو۔
كُلٍّ - یعنی ہر ضرورت کی چیز۔ قرآن میں لفظ کل کا استعمال استغراق منطقی کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ عام ضروری اشیاء کے لئے ہوتا ہے۔

لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی ۝ ف۱

۲۹۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝

۲۹۔ اور کہہ کہ اے رب تُو مجھے مبارک جگہ اُتارنا اور تُو اچھا اُتارنے والا ہے ۝

۳۰۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ۝

۳۰۔ اس بیان میں نشانیاں ہیں اور بیشک ہم جانچنے والے ہیں ۝

۳۱۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝

۳۱۔ پھر اُن کے بعد ہم نے ایک اور قرن کے لوگ پیدا کیے ۝

۳۲۔ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

۳۲۔ پھر ہم نے اُن میں اُنہیں کے درمیان سے ایک رسُول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۝ ف۲

۳۳۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

۳۳۔ اور اس کی قوم کے شریفوں نے جو کافر تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور

اللہ نے حضرت نوحؑ کی دُعا سُن لی!

ف۱ حضرت نوحؑ کے مخاطبین نے جب اس قسم کے اعتراضات کئے کہ کیا بشر بھی ایسی عجیب باتیں کہتے ہیں جو ہم نے اپنے بزرگوں سے نہیں سنیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ دماغ میں خلل ہو گیا ہے ۔ حضرت نوحؑ کو جھٹلانے لگے ۔ تو آپ نے نصرت الٰہی کی دُعا مانگی ۔ فرمایا کہ اللہ میں نے ان تک تیرے پیغام کو پورے خلوص اور شوق سے پہنچا دیا ۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک ان کو دعوتِ حق دی ۔ مگر انہوں نے ہمیشہ تکذیب کی ۔ ہمیشہ ستایا اور دُکھ دیا ۔ اب ان کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور ادھر بھی مزید صبر اور برداشت کی گنجائش نہیں ۔ اس لئے ان کو دنیا سے دور کر ۔

اللہ نے یہ دُعا سُن لی اور حکم دیا کہ اس قوم کو پانی میں اس طرح غرق کر دو ۔ کہ پھر کبھی نہ اُبھر سکیں ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا کہ ایک کشتی بناؤ اور جس وقت ہمارے حکم سے تنور دہانے سے ابھر کر جوش مارنے لگے ۔ تو تم سب قسم کے حیوانات میں جوڑا جوڑا (یعنی نر و مادہ) کشتی میں بٹھالو ۔ تاکہ ان کی نسل باقی رہے ۔ اور تم ان سے استفادہ کر سکو ۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں بٹھالو لیکن ظالموں کے حق میں سفارش نہ کرنا ۔ وہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے ۔

یعنی اللہ کے غصے اور غضب کا تعلق محض گنہگاروں سے ہے اچھاں تو نظر نہیں ۔ جو نافرمان اور متمرد ہے ۔ اس کے لئے عذاب میں مبتلا ہونا ضروری ہے ۔ اس باب میں کسی نوع کی تخصیص نہیں ہو گی ۔ ارشاد ہے کہ جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ جائیں تو خدا کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے تمہاری خلاصی کا سامان بہم پہنچا دیا ۔ اور تمہیں ظالموں سے نجات بخشی ۔

عذاب کے متعلق یہ حقیقت سمجھ لینا چاہئے ۔ کہ یہ محض غضب و غصہ کی بنا پر نہیں آیا کرتا ۔ بلکہ اس کا آنا دیگر اسباب و وجوہ پر موقوف ہے اور انسانیت کیلئے خیر و برکت کا موجب ہے ۔ جب قومیں مفاسد میں مبتلا ہو جاتی ہیں ۔ اور قلب انسانی اس حد تک بگڑ جاتا ہے کہ کوئی جراحت اصلاح ممکن نہ ہو تو اس وقت عذاب آتا ہے تاکہ انسانیت

حل لغات ۔ رَسُوْلًا ۔ بعض روایات کے نزدیک اس سے مراد حضرت ہودؑ ہیں ۔

وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ یَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝

اور دُنیا کی زندگی میں ہم نے انھیں آسودہ کیا تھا۔ کہا کہ یہ رسول تو تمھاری ہی مانند ایک بشر ہے جو تم کھاتے ہو وُہی یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وُہی یہ پیتا ہے ۝

۳۴- وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

۳۴- اور اگر تم آپ جیسے کسی کی اطاعت کرو گے تو بیشک تم زیاں کار ہو گے ۝

۳۵- اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝

۳۵- کیا تم کو یہ وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو تم نکالے جاؤ گے ۝

۳۶- هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝

۳۶- کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے ۝

۳۷- اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝

۳۷- اور کچھ نہیں یہی ہمارا دُنیا کا جینا ہے ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہم اُٹھائے نہ جائیں گے ۝

۳۸- اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

۳۸- یہ رسول کچھ نہیں صرف ایک آدمی ہے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا، اور ہم تو اس پر ایمان لائیں گے نہیں ۝ ف ۱

حضرت نوحؑ کی اولاد کو خیر و برکت سے نوازا۔ اور وُہ ساری دنیا میں پھیل گئے پھر ان ہی میں سے ایک ان میں رسول بھیجا۔ جس نے اسی پیغام کو دُہرایا اور وہی توحید سُنایا۔ جس کو اس سے قبل حضرت نوحؑ بار بار سُنا چکے تھے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان کو اسی قسم کے سوالوں سے وُہی جواب سننا پڑا۔ جو نوحؑ کو دیا گیا تھا۔ کہ تم آخر ہماری ہی طرح کے ایک انسان ہو۔ تم میں ایسی کون خصوصیات ہیں کہ تمھیں رسول اور پیغمبر مانیں •

یہ واقعات اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو معلوم ہو جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا پیغام ایک ہے۔ اس کی دعوت ایک ہے اور پروگرام ایک۔ اسی طرح انکار کرنے والے بھی نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک ایک ہی قسم کے ہیں۔ ان کے اعتراضات میں کوئی تحقیق، کوئی جدت، کوئی ندرت نہیں۔ ان سب لوگوں کی ذہنیت یکساں رہی ہے •

قوم ہودؑ کا آخرت سے انکار

ف ۱ دُنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود رہے ہیں جن کا ایمان آخرت پر نہیں ہوتا۔ اور جو چاہتے ہیں کہ انھیں افکار و اعمال میں پوری آزادی دے دی جائے۔ وُہ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں کہیں۔ ان کی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو۔ وہ محض نفس کے بندے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے صرف یہ نصب العین ہوتا ہے۔ کہ جس طرح ہو، دُنیاوی زندگی عیش سے گزر جائے۔ نہ انھیں انجام کا ڈر ہوتا ہے۔ اور نہ اعمال کی بازپرس کا خیال۔ ان کی رائے میں انسان کو آزاد پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی زندگی کا کوئی اخلاقی مقصد نہیں۔ وُہ ایک حیوان ہے۔ جو کھاتا پیتا اور مر جاتا ہے۔ بخلاف اس کے مذہب نے ہمیشہ ایمان بالآخرۃ کے عقیدے پر زور دیا ہے۔ اور اس کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس عقیدے کی بدولت شخصی ذمہ داری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ماننا اخلاق اور رُوحانیت کے قیام کیلئے ناگزیر ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا ہی ایسا ہے جو شخص عادل ہے۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور اس کو نہیں جانتا۔ آخرت کو ایک فریب کا دھوکا سمجھتا ہے وُہ ہرگز نیکی کی جانب راغب نہیں ہو سکتا۔ (باقی بر صفحہ ۸۲۳)

حلِ لغات - اَتْرَفْنٰهُمْ - اتراف سے ہے۔ جس کے معنے بہت راحت دینا۔ مراد آسودہ حال ہے • هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ - بعد و تفرد کو ظاہر کرنے کیلئے ہے •

۳۹۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ○

۴۰۔ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ○

۴۱۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

۴۲۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ○

۴۳۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ○

۴۴۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○

۴۵۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

۳۹۔ وہ بولا اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ○

۴۰۔ فرمایا اب تھوڑے دنوں کے بعد پچھتائیں گے ○

۴۱۔ پھر انہیں سچے وعدہ کے مطابق چنگھاڑنے آپکڑا پھر ہم نے انہیں کوڑا کر دیا۔ سو ظالم لوگوں کے لئے دوری ہے ○

۴۲۔ پھر ہم نے ان کے بعد اور امتیں پیدا کیں ○

۴۳۔ کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے جائے نہ پیچھے ○

۴۴۔ پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلایا۔ پھر ہم بھی بعض کے پیچھے بعض کو ہلاک کرتے چلے گئے اور ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا سو دور ہوں وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ○

۴۵۔ پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور صریح دلیل دے کر بھیجا ○

خود فرمایا ہے۔ کیا نیکی کے لئے اس شخص کے دل میں کوئی تحریص پیدا ہو سکتی ہے۔ جو موت کے بعد زندگی کا قائل نہیں۔ وہ نیکی اور بدی کے ثمرات کا فرق سمجھنے سے بےبہرہ رہے گا۔

بات یہ ہے کہ ایمان بالآخرت کا عقیدہ ایک اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اس سے دلوں میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ نیز ذمہ داری اور فرض کا احساس بڑھتا ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کو ماننے والا احتساب اور مکافات پر پورا پورا یقین رکھتا ہے۔ سرکشی اور بغاوت کے جذبات اسی وقت دل میں کروٹ لیتے ہیں جب مکافات اور سزا کا خیال دماغ سے بالکل نکل جائے۔ اس وقت انسان پر ہوائے نفس کا پورا تسلط ہوتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ہر نبی نے اپنی قوم کو ایمان بالآخرت کی تلقین کی۔ اور کہا۔ کہ دیکھو تمہاری یہ زندگی عارضی ہے۔ اسے ختم ہونا ہے۔ اور ایک ابدی زندگی بسر کرنا ہے۔ اس دائمی اور ابدی زندگی کی تیاری کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس زندگی کو تسلیم کرو۔ اور اس کے بعد اس میں کامیاب و کامران رہنے کے لئے جدوجہد کرو۔ حضرت ہودؑ نے جب یہ عقیدہ اپنی قوم کے سامنے پیش کیا

تو سب سے پہلے ان مادہ پرست لوگوں نے ان پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ کہنے لگے۔ کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے۔ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے۔ اور ہمارا قالب ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جائے گا۔ اس وقت بھی ہمیں اٹھایا اور جلایا جائے گا۔ یہ بات تو بالکل عقل و فہم سے بعید ہے۔ یہ تو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بس یہی زندگی ہے۔ اس کے بعد جینا ہے نہ مرنا۔ ہم میں سے کوئی شخص نہیں اٹھایا جائے گا۔ یہ شخص تو سراسر مفتری اور کاذب ہے۔ اور اس کے خیال سے جذبۂ احتیاط اور ولولۂ بیداری قلوب میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور ہم اس کی بات ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ حضرت ہودؑ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ کہ مولا۔ یہ میرے پیغام کو نہیں مانتے۔ اور مجھے جھٹلاتے ہیں۔ تو ان سے نمٹ لے۔ اور میری مدد کر۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سنت الٰہی کے مطابق عذاب آگیا۔ اور ان تمام مادہ پرست منکرین کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ اس وقت ان کی کوئی منطق کام نہ آسکی۔ اور نہ ان کے اعوان و انصار انہیں بچا سکے۔ ارشاد ہے کہ یہ قانون ہلاکت ناگزیر اور ضروری ہے۔ جب وقوع

٤٦- اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝

٤٦- فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا، اور وہ لوگ سرکش تھے ۝ ف۱

٤٧- فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ ع

٤٧- سو بولے کہ کیا ہم اپنی برابر کے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور ان کی قوم ہماری غلامی میں ہے ۝

٤٨- فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝

٤٨- پھر انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا سو ہلاک کئے ہوؤں میں ہو گئے

٤٩- وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

٤٩- اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، کہ شاید وہ ہدایت پائیں ۝ ف۲

٥٠- وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝

٥٠- اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ٹیلے پر جہاں ٹھہرنے اور نتھرا پانی تھا، جگہ دی ۝

٥١- يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

٥١- اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔ جو تم کرتے ہو، میں جانتا ہوں ۝ ف۳

آزادی ہر شخص کا انسانی حق ہے!

ف۱ جن لوگوں پر اللہ کا عذاب آیا۔ ان میں فرعون اور اس کی قوم بھی تھی۔ یہ نہیں تحقیق ہو سکا۔ کہ یہ کون فرعون تھا۔ البتہ یہ حقیقت ہے، کہ حضرت یوسف سے تقریباً چار سو سال بعد مصر میں بنی اسرائیل کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ ہر طرح غلامی کی لعنتوں میں گرفتار ہو گئے تھے۔ فرعون نے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ اور ان کو ہر قسم کی خوبیوں سے محروم رکھا۔ ان کے جذبات غیرت و حمیت کو کچل دیا۔ اور مفلس و نادار بنا دیا تاکہ وہ ہمیشہ فرعون اور اس کی قوم کے محتاج رہیں۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ و ہارون کو آیات و معجزات دے کر بھیجا۔ تاکہ وہ بنی اسرائیل میں روح بیداری پھونکیں۔ اور ان کو فرعون کے چنگل سے چھڑائیں۔

چنانچہ انہوں نے فرعون سے کھلے بندوں مطالبہ کیا۔ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔ ہم بنی اسرائیل کی آزادی و حریت کے کفیل ہیں۔ ہم خدا اور رسول کے ہیں۔ وہ ایک طور کیسے بھی تیری خدائی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

فرعون اور اس کی قوم نے یہ مطالبہ سنا تو از راہ تکبر کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے ان دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں۔ اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے خدمتگار ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔ علو و برتری کے تخیل نے فرعون اور اس کے حاشیہ برداروں کو اندھا کر دیا۔ اور وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ آزاد زندگی بسر کرنا قوم کا انسانی حق ہے۔ جس کا چھین لینا سراسر ظلم و تعدی ہے۔ بالآخر اس ظلم اور تکذیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ یعنی اس وقت جب یہ لوگ بنی اسرائیل کا تعاقب کر رہے تھے دریا کی موجوں نے آ لیا۔ اور وہ اپنے سازوسامان اور حشمت و شوکت سمیت غرق ہو گئے۔

ف۲ یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقصد صرف قوم کی آزادی نہ تھا بلکہ یہ بھی تھا۔ کہ بنی اسرائیل کی روحانی تربیت کی جائے۔ تاکہ وہ دوسری قوموں کے لئے اسوہ و نمونہ بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک روشن کتاب عنایت فرمائی تاکہ وہ گمراہی کی ظلمتوں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آ جائیں۔

ف۳ حضرت مسیح اور ان کی ماں کو اس آیت میں (باقی برصفحہ ۸۲۶)

حل لغات۔ [illegible]

۵۲- وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○

۵۲- اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین کے، اور میں تمہارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو ○

۵۳- فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○

۵۳- پھر انہوں نے پھوٹ کر اپنا کام اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر گروہ اُن خیالوں پر جو اُن کے پاس ہیں خوش ہے ○

۵۴- فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ○

۵۴- سو تو انہیں اُن کی غفلت میں ایک وقت تک چھوڑ دے ○

۵۵- اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ○

۵۵- کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے اُن کی مدد کرتے ہیں ○ ف۱

۵۶- نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○

۵۶- (اور) دوڑ دوڑ کر اُن کو بھلائیاں ملاتے ہیں؟ کوئی نہیں، بلکہ وہ سمجھتے نہیں ○

۵۷- اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○

۵۷- البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے تھرتھراتے ○

۵۸- وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○

۵۸- اور جو اپنے رب کی آیتوں کو مانتے ○

۵۹- وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ○

۵۹- اور جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے ○

ایک نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ بہت سی نشانیوں سے تعبیر نہیں کیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک خرق عادت میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔ اور وہ خرق عادت ولادت بلا زوج ہے۔ یعنی مریم نے بغیر خاوند کے بچہ جنا اور مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ لہٰذا یہ نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو اسباب و علل کی بندشوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور اس خالق ازل کی قدرتوں کا ملہ سے آگاہ نہیں۔ اور یہی دونوں برابر کے شریک ہیں۔ مقصود یہ ہے جس طرح پیغمبروں کا ذکر گزر چکا ہے۔ سب کو تعلیم دی گئی تھی کہ وہ قوم میں کامل جلال کا جذبہ پیدا کریں۔ اور انہیں نیکی و صلاح کی طرف بلائیں۔ ... اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہر ... کر دیا ہے۔

مال و دولت آزمائش ہے!

ف۱ منکرین اور معاندین عجیب ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود اسلام کی مخالفت اور عداوت کے ان کو مال و اولاد سے بہرہ ور کر رکھا ہے۔ تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور اس کی دلیل ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے۔ جبھی تو ہمیں سب کچھ مل رہا ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے۔ یہ ان کی سادہ لوحی اور نافہمی ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات سے آگاہ نہیں۔ استدراج کی عادت ہے۔ کہ وہ منکرین کی مادی مسرتوں میں خلل نہیں ہوتا۔ اور ان کے مال و دولت میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ تا آنکہ ان کا غرور اور گناہ، اصلاح و ہدایت کی تمام قوتیں مجھ جاتی ہیں۔ اور وہ فنا کے قریب ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ نیک اور پاکباز ہیں۔ کبھی مال و دولت پر مغرور نہیں ہوتے اور کبھی مادی آسائشوں کو تقویٰ و صلاح کا معیار قرار نہیں دیتے بلکہ جس وقت ان کے ہاتھ میں دولت آجاتی ہے تو وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ خدا کی طرف سے آزمائش نہ ہو۔

حضرت فاروقؓ کے متعلق مشہور ہے کہ جب فتوحات کے سلسلہ میں کسریٰ کے کنگن ان کو ملے۔ تو انہوں نے سراقہ کو دے دیئے۔ اور کہا واللہ میں نہیں چاہتا کہ یہ بیش قیمت زیور میرے لئے وجہ ابتلا ہو جائے میں اسے ایک مسلمان کو دے دیتا ہوں۔

بقیہ حل لغات

[illegible] ... انہوں نے قبول کر لیا۔ اسی سفر میں حضور واپس کوفہ کی کہا دیتی۔ تو آپ نے فرمایا ...
[illegible]

٦٠- وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○

٦٠ - اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف جانا ہے ○

٦١- اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○

٦١ - یہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور وہ ان میں آگے بڑھتے ہیں ف١

٦٢- وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

٦٢ - اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○ ف٢

٦٣- بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ○

٦٣ - مگر ان کے دل بیہوش ہیں، اور ان کو اس کے سوا اور کام لگے ہیں، جن کو وہ کر رہے ہیں ○

٦٤- حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ○

٦٤ - یہاں تک کہ جب ہم ان کے آسودہ لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو ناگاہ وہ فریاد کریں گے ○

٦٥- لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا

٦٥ - آج فریاد نہ کرو، تم ہماری طرف سے

ف١ ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو نیکیوں کے حصول میں سبقت کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جلدی جلدی دامن مراد کو نیکیوں اور فضیلتوں سے بھر لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی محبت ہے۔ اور وہ ہر وقت اس کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان کا محبوب خدا ان کی کسی حرکت سے ناراض ہو جائے۔ وہ اللہ کی آیتوں پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے حکموں کو سچے مانتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی ذات بے مثل اور بے ہمتا ہے۔ اور اس قابل ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ اللہ کی راہ میں اپنے مال و دولت کو خرچ کرتے ہیں۔ اور دل میں ڈرتے بھی ہیں کہ اس میں ریا اور نمود کا شائبہ نہ ہونے پائے۔

ف٢ اس آیت میں اسلامی اصول فقہ و تشریع کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ وہ بہت آسان اور سہل ہے۔ اور اس میں کوئی بات ایسی نہیں۔ جو انسانی طاقت اور وسعت سے باہر ہو۔

بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل جس قدر مذاہب موجود تھے سب میں ریاضات شاقہ کو عبادت قرار دیا گیا تھا۔ اور یہ بتایا گیا تھا کہ تم جس قدر تکلیف اٹھاؤ گے۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب پاؤ گے۔ اسلام کہتا ہے۔ یہ اصول غلط ہے۔ عبادات اور احکام اس قدر ہلکا پھلکا اور آسان ہونا چاہئے۔ کہ ہر شخص برداشت کر سکے۔ چنانچہ اسلام ایسا ہی آسان مذہب ہے۔ جو رہبانیت اور سختی پسندی کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو خوشی اور مسرت کی عبادت زیادہ پسند ہے۔ ایسی عبادت جو طبیعت پر بار اور بوجھ ہو۔ بہتر نہیں۔

حلِّ لُغات

وَجِلَةٌ - خوفزدہ۔

غَمْرَةٍ - بمعنے سختی۔ مراد غفلت اور جہالت سے ہے۔

مُتْرَفِيْهِمْ - سرمایہ دار اور خوش حال لوگ۔ ترف سے ہے جس کے معنے عیش و آرام اور متنعمانہ زندگی بسر کرنے کے ہیں۔

يَجْـَٔرُوْنَ - جؤار سے ہے۔ آواز بلند کرنا۔ چلانا۔

لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

۶۶- قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝

۶۷- مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝

۶۸- اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

۶۹- اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

۷۰- اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝

۷۱- وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ

پھر ٹالے نہ جاؤ گے ۝ ف۱

۶۶- تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر اُلٹے بھاگ جاتے تھے ۝

۶۷- قرآن سے تکبر کر کے افسانہ میں مشغول ہو کر اس کو چھوڑتے تھے ۝

۶۸- سو کیا انہوں نے اس بات میں غور نہ کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی بات آگئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی ۝

۶۹- یا وہ اپنے رسول (محمدؐ) کو نہیں پہچانتے کہ اس کو اوپری سمجھتے ہیں ۝ ف۲

۷۰- یا کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے ؟ کوئی نہیں بلکہ وہ اُن کے پاس حق بات لایا ہے اور ان میں سے اکثر لوگوں کو حق بُرا معلوم ہوتا ہے ۝ ف۳

۷۱- اور اگر حق اُن کی خواہشوں کے مطابق ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو اُن میں ہے ، بگڑ

آج نہ چلاؤ!

ف۱ ارشاد ہے کہ سرمایہ دار اور خوشحال لوگ جو آج مارے غرور و تکبر اسلام کی صداقتوں اور سچائیوں کو ٹھکرا رہے ہیں، ایک وقت آئے گا جب نہایت بے چارگی کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور ان کے عذاب کا فیصلہ ہوگا۔ اس وقت یہ چیخیں گے اور چلائیں گے۔ اور فریاد کریں گے۔ تب ہم کہیں گے۔ آج چیخنا اور چلانا بالکل بے سود ہے تمہیں ہم سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ جانتے ہو دنیا میں تمہارا رویہ کیا تھا۔ تمہارے پاس ہمارے احکام آئے۔ اور تم نے انکار کر دیا۔ میری آیتیں پڑھی گئیں۔ اور تم انہیں سن کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم نے تکبر اور غرور کا اظہار کیا۔ تم نے راتوں کو قرآن کی ہجو و مذمت کے افسانوں میں گزار دیا۔ اور پوری کوشش کی کہ لوگ تعلیمات حقہ سے بیزار ہو جائیں۔ بات یہ تھی کہ قریش کہ جب رات کو اپنی محفلیں آراستہ کرتے تھے۔ اور باتیں چھڑتیں تو قرآن حکیم کی ہجو و مذمت کیلئے افسانے تراشے جاتے۔ اور قرآن کی توہین کو مرغوب فن قرار دیا جاتا۔ جو شخص زور سے قرآن پر حملے کرتا۔ اور عیب ساجھتے داد طلب کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیا ایسے جرم کے ارتکاب کے بعد بھی تم فریاد و زاری کر کے توقع رکھتے ہو کہ ہم تمہیں عذاب سے بچا لیں گے یہ امید غلط ہے۔ اور یہ توقع بالکل فضول ہے۔

ف۲ فرماتے ہیں کیا انہوں نے اس کلام میں غور و فکر نہیں کیا۔ کیا انہوں نے نہیں سوچا۔ کہ قرآن کا انداز بیان ہی بتا رہا ہے۔ کہ یہ کلام کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں۔ قرآن کی بلاغت و فصاحت قرآن کا پیغام اور جامعیت، قرآنی تعلیمات کا تجربہ یہ سب باتیں اس بات کی کھلی دلیل ہیں۔ کہ یہ کلام بلاشبہ اللہ کا کلام ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ آخر ان لوگوں کو قرآن پر تنقید کرنے کی کیوں جرأت ہوئی۔ انہوں نے بے سوچے سمجھے کیوں اسے یونہی مسترد کر دیا جب اس کا انداز بیان صاف طور پر پکار رہا ہے۔ کہ انسانی علم اس کی مثل پیدا کرنے سے یکسر قاصر اور عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی انوکھا پیغام ہے جو تم نے نہیں سُنا۔ اور محض عجیب اور نامانوس ہونے کی وجہ سے اس کے منکر ہو۔ یا کچھ اور معاملہ ہے؟

فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ
عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ۝
۷۲۔ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ
خَيْرٌ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝
۷۳۔ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ۝
۷۴۔ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ ۝
۷۵۔ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِم مِّن
ضُرٍّ لَّلَجُّوا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝
۷۶۔ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا
اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ۝
۷۷۔ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا

جائے۔ لیکن ہم ان کی نصیحت ان کے پاس لے آئے ہیں
سو وہ اپنی نصیحت ف۱ سے منہ موڑتے ہیں ○
۷۲۔ یا تو ان سے کچھ محصول (یعنی مزدوری) مانگتا ہے سو تیرے رب کا
محصول (یعنی مزدوری) اچھا ہے اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے ○
۷۳۔ اور تو تو انہیں سیدھی راہ پر بلاتا
ہے ○ ف۲
۷۴۔ اور جو آخرت کے منکر ہیں، وہ اس راہ
سے ٹیڑھے ہوئے جاتے ہیں ○
۷۵۔ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیف ان پر ہے اسے ہٹا
دیں تو وہ بہکے ہوئے اپنی گمراہی ف۳ میں چپکے پڑے رہیں گے ○
۷۶۔ اور ہم نے انہیں عذاب ف۴ میں پکڑا تھا تو بھی وہ نہ
اپنے رب کے سامنے عاجزی کی اور نہ گڑگڑائے ○
۷۷۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر ایک سخت عذاب کا

اس کے بعد خود جواب ارشاد فرمایا۔ کہ ان باتوں میں کوئی بات بھی صحیح نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ قرآن سراسر حق و صداقت ہے۔ اور پیغمبر سچا ہے۔ ان لوگوں کی محرومی اور شقاوت ہے۔ کہ انھوں نے قرآن کو تسلیم نہیں کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔

ف۱ یعنی پیغمبر لوگوں کی راہ نمائی پر مامور ہوتا ہے۔ اس سے یہ توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ کہ وہ عوام کی خواہشات کی موافقت کرے گا اور عوام کے جذبات کی رعایت کر کے حق کو چھپائے گا۔

ف۲ اس آیت میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ حضور لوگوں سے روپیہ بٹورنے کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ سراسر بے نیاز تھے اور مخلصانہ طور پر لوگوں کو صراط مستقیم کی جانب دعوت دیتے تھے مگر یہ لوگ بے دین اور ملحد ہونے کی وجہ سے صراط مستقیم پر گامزن نہ ہو سکے اور گمراہ رہے۔

ف۳ کفار کی نفسیات کی تشریح فرمائی ہے۔ کہ یہ لوگ ابد تک اور سرکشی میں سرگرداں رہیں گے۔ ہم اگر ان کو اپنی آغوش رحمت میں بھی لے لیں۔ ان کے جرائم سے درگزر کریں۔ اور عذاب کو ٹال دیں جب بھی ان کی کیفیت یہی رہے گی۔ کہ اُدھر عذاب دور ہوا۔ ادھر یہ اسی کفر و الحاد میں پھر مبتلا ہو گئے۔

ف۴ اس عذاب کے تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اور مندرجہ ذیل واقعات اس سلسلے میں بیان کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ثمامہ بن اثال نے جب اسلام قبول کیا۔ تو انھوں نے یمامہ جا کر وہاں کا غلہ روک لیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سخت قحط پڑا۔ اور بے چارے مشرک قریش بھی مارے بھوک کے بلبلا اٹھے۔ ابوسفیان نے حضور سے کہا کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ تو انھوں نے کہا۔ تو اللہ سے دعا کیجئے۔ قحط دور ہو۔ حضور کا دعا کرنا تھا۔ رحمت جوش میں آ گیا۔ آپ نے دعا کی۔ اور قحط رفع ہو گیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۲) بدر کے دن جو ذلت و رسوائی قریش کے حصے میں آئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ باوجود شکست فاش ہونے اور اسلام کی فتح و کامیابی کے ان کے دلوں میں کوئی تاثر پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

(۳) عام دنیوی مشکلات مراد ہیں کہ یہ لوگ روزانہ مصائب و حوادث سے دو چار ہوتے ہیں۔ مگر رجوع الی اللہ کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔

حل لغات۔ خرجًا۔ مال و دولت۔ ناکبون۔ ناکب کی جمع ہے۔ نکب عن الطریق کے معنے ہوتے ہیں۔ راستے سے ہٹ

ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ○

۷۸- وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

۷۹- وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

۸۰- وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

۸۱- بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ○

۸۲- قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ○

دروازہ کھولیں گے، تب فوراً اس میں ان کی آس ٹوٹے گی ○

۷۸- اور اسی نے تمہارے لئے کان، اور آنکھیں اور دل پیدا کئے، تم بہت کم شکر گزار ہو ○ ف۱

۷۹- اور اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے ○

۸۰- اور وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ○ ف۲

۸۱- کوئی نہیں یہ وہی بات کہتے ہیں جو پہلے لوگ کہہ گئے ہیں ○

۸۲- کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے؟ ○

دیدۂ عبرت سے دیکھو!

ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں اعضاء و جوارح عنایت فرمائے ہیں تو اس لئے کہ دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو اور یہاں کی ہر چیز پر بصیرت سے غور کرو۔ کان دیئے ہیں۔ تاکہ اچھی باتوں کو سنو۔ آیات و حکم کو گوش گزار کرو۔ اور ان چیزوں کی سماعت کرو جو تمہاری اخروی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ تمہیں آنکھیں دی ہیں۔ تاکہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھو۔ اور حقائق کا ملاحظہ کرو۔ اور دل دیا ہے۔ تاکہ سوچو اور غور و فکر کرو۔ پھر اگر تم لوگ اللہ کی ان نعمتوں سے استفادہ نہیں کرتے تو یہ کھلی ناشکری ہے۔

واضح رہے۔ کہ اَفْئِدَۃ کا لفظ بطور عرف لسانی استعمال ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہیں شعور و احساس کی قوتیں عطا کی ہیں اور سمجھ بوجھ بخشی ہے۔

ف۲ خدا کی ذات اس درجہ ظاہر و باہر ہے کہ اس کا انکار عقلاً محال ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ اس نے تمہیں زمین میں بطعت وجود دے کر بھیجا۔ تمہیں کتم عدم سے نکالا۔ اور منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا۔ تم خارج میں کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اس نے اپنی نیابت کا پیراہن تمہیں بخشا۔ کیا اس کے بعد بھی انکار و الحاد کے لئے کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

اس کے بعد تمہیں اس کے حضور پیش ہونا ہے۔ تاکہ وہ دریافت کرے۔ کہ تم نے کیونکر اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا۔ حیات اور موت بھی اس کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے زندہ رکھے اور جسے چاہے چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دے۔ اسی طرح کائنات میں جس قدر تبدیلیاں اور انقلابات ہوتے ہیں۔ وہ سب اسی کے ارادہ و حکم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ وہ چاہے تو ظلمتوں کو روشنی سے بدل دے۔ اور روشنی کو تاریکیوں میں چھپا دے۔ دن کے بطن سے رات کی سیاہی کو پیدا کرے۔ اور شب یلدا کے پیٹ سے روز روشن کو۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حلِّ لغات۔ مُبْلِسُوْنَ۔ مایوس۔ ابلیس اسی سے ہے۔ یعنی اللہ کی رحمتوں سے ناامید۔

۸۳- لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِنْ قَبْلُ
إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○
۸۴- قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○
۸۵- سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○
۸۶- قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ
وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ○
۸۷- سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ○
۸۸- قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ
شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○
۸۹- سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ○
۹۰- بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ

۸۳- یہی وعدہ ہم سے کیا جاتا ہے اور یہی ہم سے پہلے ہمارے
باپ دادوں سے کیا گیا تھا، یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں ○
۸۴- تو کہہ زمین اور جو اس میں ہے کس کا ہے،
بتاؤ، اگر جانتے ہو؟ ○
۸۵- کہیں گے اللہ کا ہے، تو کہہ پھر تم نصیحت پذیر کیوں نہیں ہوتے ○
۸۶- تو پوچھ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم
کا رب کون ہے؟ ○
۸۷- وہ کہیں گے اللہ، تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں؟ ○
۸۸- تو پوچھ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت
ہے، اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا
اگر جانتے ہو تو بتاؤ؟ ○ ف
۸۹- وہ کہیں گے اللہ، تو کہہ پھر تم پر کہاں سے جادو پڑ جاتا ہے ○
۹۰ کوئی نہیں بلکہ ہم نے انہیں حق بات پہنچائی ہے

ف

غرض یہ ہے کہ دل و دماغ شرک اور بت پرستی کے خبث سے اٹ جائے۔ مگر توحید کے نقوش اس میں ضرور موجود رہتے ہیں۔ کیونکہ توحید فطرت ہے۔ توحید دل کی آواز ہے۔ اور توحید انسانیت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر ان بت پرستوں سے آپ پوچھیں گے کہ اس زمین اور اس پر بسنے والے لوگوں کا مالک کون ہے؟ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا پروردگار کون ہے؟ ہر چیز پر کس کی حکمرانی ہے اور کس کے ہاتھ میں ہر وقت تمام اختیارات ہیں۔ کہ وہ جس کو چاہے پناہ دے۔ اور جس کو چاہے محروم رکھے۔ تو وہ بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ اللہ ہی ان صفات سے متصف ہے۔ قرآن پوچھتا ہے کہ اگر یہ جواب تمہاری نظروں میں صحیح ہے۔ تو پھر تم کیوں خود فکر سے کام نہیں لیتے؟ تمہارے دلوں میں کیوں پرہیزگاری اور تقویٰ کے جذبات پیدا نہیں ہوتے؟ کیا عقل کو کھو بیٹھے ہو۔ کہ بے وقوفوں کی طرح کائنات کے ذرہ ذرہ کے سامنے سجدہ کناں ہو۔ تمہیں چاہئے کہ دل کے چشموں سے استفادہ کرو۔ اور توحید کے سوتوں سے سیرابی حاصل کرو۔ دل اور فطرت کی آواز کو سنو۔ اور اس سچی اور حقیقی پکار پر کان دھرو۔ تمہیں دور دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ خود اپنے اندر اپنی ہستی پر غور کرو۔ تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ توحید پوری روشنی کے ساتھ جلوہ آرا ہے۔

حل لغات

اَسَاطِیر۔ اسطورہ کی جمع ہے۔ کہانی، افسانہ، خود ساختہ باتیں، یعنی باطل۔
مَلَکُوت۔ اختیار، بادشاہت۔
یُجَارُ۔ پناہ عنایت کرتا ہے۔

لَكٰذِبُوْنَ ○
۹۱- مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ
مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ
بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○
۹۲- عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ○
۹۳- قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ○
۹۴- رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○
۹۵- وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
لَقٰدِرُوْنَ ○
۹۶- اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○

اور وہ بیشک جھوٹے ہیں ○
۹۱- خدا نے کوئی بیٹا نہیں لیا، اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق علیحدہ لے بیٹھتا، اور ایک ایک پر چڑھائی کرتا، اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں ○ ف۱
۹۲- وہ چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے سو وہ بہت بلند ہے اس سے جس کو وہ شریک کرتے ہیں ○ ف۲
۹۳- تو کہہ اے رب اگر تو مجھے دکھاوے وہ جو ان سے وعدہ ہوا ہے
۹۴- تو اے رب مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو ○
۹۵- اور ہم بیشک اس پر قادر ہیں کہ جو وعدہ انہیں دیتے ہیں تجھے دکھلا دیں ○
۹۶- بُری بات کے جواب میں وہ کہو جو بہتر ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں ○ ف۳

خدا کے بیٹا نہیں!

ف۱ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا کی اولاد ہے۔ اور معاذ اللہ ابن مریم خدا کا بیٹا ہے۔ بالکل غیر عقلی عقیدہ ہے۔ کیونکہ چند خدا ہونے کی صورت میں سخت اختلاف و تشتت کائنات میں رونما ہو جائے۔ باپ کچھ چاہے۔ اور بیٹا کچھ ارادہ کرے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ روح القدس ان دونوں کی مخالفت میں قوت آزمائی کی ٹھان لے۔ اور اس طرح دنیا مسابقت اور مقابلہ کا میدان بن جائے۔ آپ نے ہندو ستھان کی دیو مالا (علم الاصنام) میں دیکھا ہوگا۔ کہ دیوتا ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ ہر ایک اپنے مقابل سے قوت و طاقت میں بڑھ جانا چاہتے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ سب خدا ہیں۔ اور سب کے اختیارات کامل ہیں۔ تو پھر ارادہ کی یکسانی بھی منطقی لحاظ سے قطعاً غلط ہے۔ اور تعدد کا مفہوم بالکل باطل ہو جائے گا۔ آپ غور فرمائیے۔ کیا ایسی دو چیزیں فرض کی جا سکتی ہیں۔ جو ماہیت، کیفیت، خواص۔ اور جہت کے اعتبار سے بالکل یکساں ہوں؟ یقیناً ذہن انسانی اس نوع کے تصورات سے عاجز ہے۔ کیونکہ جب آپ ان چیزوں کو دو فرض کرتے ہیں۔ تو اس کا پہلا مفہوم یہ ہے۔ کہ ان میں بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ اور وہ بعض ایسی ہیں۔ جن کی وجہ سے ان میں یہ دونوں مشترک ہیں۔ چیزوں میں ایک ما بہ الامتیاز کی ضرورت ہے۔ جو ان میں تفریق کا کام دے۔ اب آپ سوچئے۔ کہ متعدد آلہہ میں ما بہ تعدد یا ما بہ الامتیاز کیا ہو سکتا ہے؟ کیا صفات علم و حکمت یا خصوصیات حسن و جمال؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ کامل حسن و جمال اور علم و حکمت کی صفات عالیہ سے متصف ہو۔ پھر صرف ایک وصف باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ ارادہ ہے۔ اور جب ارادہ کے لحاظ سے آپ نے سب کو متمایز مان لیا۔ تو اختلاف ناگزیر ہے۔ اور تعدد باطل ٹھہرتا ہے۔ حالانکہ یہ خلاف مفروض ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی ذات کا تصور اور تخیل ہی اتنا بلند اور پاکیزہ ہے۔ کہ مشرکانہ خیالات

۹۷- وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝

۹۸- وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝

۹۹- حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝

۱۰۰- لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝

۱۰۱- فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

۱۰۲- فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

۱۰۳- وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ

۹۷- اور تو کہہ اے رب میں شیطانوں کی چھیڑ سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۝ ف۱

۹۸- اور اے رب میں اس بات سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں ۝

۹۹- یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ پہنچتی ہے کہتا ہے کہ اے رب مجھے پھر دنیا میں بھیج دے ۝ ف۲

۱۰۰- شاید میں اس جگہ جا کر جو چھوڑ آیا ہوں نیک عمل کروں ہرگز نہیں یہ ایک بات ہی ہے جو وہ کہتا ہے اور ان کے آگے برزخ ہے اس دن تک کہ مُردوں میں سے اٹھائے جائیں ۝

۱۰۱- پھر جب نرسنگا پھونکا جائے گا، تو اس دن ان کے درمیان نہ نسب رہے گا، اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے گا ۝ ف۳

۱۰۲- سو جن کی تولیں بھاری ہوئیں، وہی کامیاب ہوں گے ۝

۱۰۳- اور جن کی تولیں ہلکی ہوئیں، سو وہی ہیں جو ہار بیٹھے

ہمزات شیاطین!

ف۱ قرآن حکیم کا یہ انداز بیان ہے کہ وہ بعض اوقات کچھ احکام حضور کو مخاطب کر کے بیان کرتا ہے۔ اور مقصود ان سے یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ حضور ان احکام و اوامر پر عمل پیرا ہیں۔ اس لئے ان کے ماننے والے بھی ان کی پیروی کریں۔ اور جو لوگ کہ اس اسلوب خاص سے آگاہ نہیں ہوتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید حضور ان باتوں سے مطلع اور متصف نہیں اس لئے حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ ان سے متصف پیدا کیجئے۔ یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اور سراسر قرآن نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ کرتانا جیسے متعصب مشنری اور ناظم آگرہ سماجی مبلغوں نے اس نوع کی آیات سے ناجائز استفادہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ معاذ اللہ حضور کا دل و دماغ وساوس سے پاک نہ تھا۔ اصل میں اس قسم کا طرز تخاطب اس لئے اختیار کیا گیا کہ یہ بتایا جائے کہ خدا سے براہ راست تعلقات رشد و ہدایت استوار نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ حضور کو وسیط و سفیر یعنی واسطہ و رسول نہ قرار دیا جائے۔ اور آپ کی باتوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ آپ کی ساری زندگی پاکبازی اور عفاف و عصمت کے روشن نمونوں سے معمور ہے۔ ان بدباطن لوگوں کو چاہئے۔ کہ ان آیات کے ساتھ اس آنحضرت کی سیرت کو بھی اپنے سامنے رکھیں۔ اور پھر قرآن سمجھنے کی کوشش کریں۔

آج سے چند سال قبل تو جنات اور ان کے اختیارات اور ان کے وجود کا انکار کیا جاتا تھا۔ مگر جدید تحقیق سے ثابت ہو گیا۔ کہ بعض خبیث روحیں یا شیاطین ایسے ہوتے ہیں جو دل و دماغ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں سمجھئے جس طرح جراثیم بدن میں بیماری اور مرض پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ نفسی جراثیم روحانی امراض پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

ف۲ یعنی یہ لوگ اس وقت تک غفلت اور انکار دین سے عشق میں معمور رہیں گے۔ جب تک کہ موت ان کی آنکھیں نہ کھول دے۔ جب ان کی زندگی ختم ہو جائے گی اور ان کو تمام جواب دہیوں کی سزا عذاب کی صورت سامنے ہوگی۔ اس وقت یہ کہیں گے۔ رب ... اور مرنے والے دنیا میں بھیج کر دیکھ کہ نیکو کار اور نیک بنے رہتے ہیں

حل لغات۔ همزت۔ همزة کی جمع ہے معنی وسوسہ اندازی ... وساوس شیطانی ۔ برزخ ۔ آڑ ...

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ○

اپنی جانوں کا نقصان کیا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ○

۱۰۴- تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○

۱۰۴- آگ اُن کے مُنہ جُھلس دے گی، اور وہاں وہ بدشکل ہوں گے ○

۱۰۵- أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ○

۱۰۵- کیا میری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں، پھر تم اُنہیں جھٹلاتے تھے؟ ○

۱۰۶- قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ○

۱۰۶- کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر غالب آئی، اور ہم گمراہ لوگ تھے ○ ف۱

۱۰۷- رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ○

۱۰۷- اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال اگر ہم پھر دوبارہ کفر کریں تو ہم گنہگار ○

۱۰۸- قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ○

۱۰۸- فرمائے گا اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو ○

۱۰۹- إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

۱۰۹- میرے بندوں میں ایک فرقہ تھا، وہ کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو تو ہمیں بخش دے

ثابت ہو گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ اب اس قسم کے مطالبات بیکار ہیں۔ یہ عالم قبر ہے۔ اس کے بعد عالم حشر و نشر ہے۔ اور سب لوگوں کے لئے ضروری ہے، کہ وہ اس عالم میں اپنے اعمال نیک و بد کے پھل دیکھیں۔ اور نتائج کا انتظار کریں۔

ف۱ یعنی یہ حسب و نسب کے امتیازات ہیں، سب دنیا تک کے لئے ہیں، آخرت میں یہ نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے اور کن لوگوں سے انتساب رکھتے ہو۔ وہاں تو اعمال دیکھیں گے اور اعمال جانچے جائیں گے، وہ لوگ کامیاب و کامران رہیں گے جن کے [illegible] ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کار ہائے مستحسن [illegible] بیٹھے ہوں گے، اور جن کے پاس زاد عقبیٰ کا وافر ذخیرہ ہوگا۔ اور جن کا دامن تہی ہوگا۔ دنیا میں جنات اور گمراہی میں زندگی بسر کی ہوگی، وہ لوگ پچھتائیں گے اور جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مُنکرین کی محرومی و بدبختی!

ف [illegible] کے عارضی اور فانی ہم نے [illegible] دیا [illegible]

بڑا ہی موجود ہیں۔ کہ عقلِ انسان کے لئے مقام انکار نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض استدلال کی قوت سے صاحب بصیرت ایمان بالآخرۃ کی دولت گرانمایہ سے بہرہ ور ہو جائیں۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے کہ وہ پیغمبر بھیجتا ہے۔ کتابیں نازل کرتا ہے۔ اور معجزات و خوارق کے مطالعہ کا موقع دیتا ہے۔ تاکہ ظلوم و جہول انسان اپنی زندگی کے مقصد اعلیٰ کو سمجھے۔ اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ یہ سارا مادی ساز و سامان محض فانی ہیں۔ مگر منکرین کی غفلت اور محرومی کا یہ عالم ہے۔ کہ باوجود اس اہتمام رشد و ہدایت کے دنیا کے فنا ہونے کا انہیں یقین نہیں آتا۔ وہ حیات دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے کو معصیت کا ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بزعم خود یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیشہ اسی حالت خوش میں رہیں گے۔ اور کوئی ان سے ان کے اعمال کے متعلق بازپرس نہیں کرے گا۔

ان کے پاس اللہ کے رسول آتے ہیں۔ تاکہ انہیں خواب غفلت سے بیدار کریں۔ مگر یہ اُلٹی ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ آیتیں پڑھ کر سناتی [illegible] ہم جھٹلاتے تھے۔ معجزات و آیات کا ارتکاب

باقی بر صفحہ ۸۳۵

وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

اور ہم پر رحم کر، اور تو مہربانوں میں بڑا مہربان ہے ○

١١٠ - فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝

١١٠ - سو تم نے اُن کا ٹھٹھا بنا رکھا تھا یہاں تک کہ ان کے پیچھے پڑ کر مجھے یاد کرنا بھول گئے، اور تم ان پر ہنستے ہی رہے ○

١١١ - إِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

١١١ - میں اُن کے صبر کا آج انہیں بدلہ دوں گا، کہ وہی مراد کو پہنچیں گے ○

١١٢ - قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝

١١٢ - فرمائے گا، تم برسوں کی گنتی سے کتنی مدت زمین میں رہے تھے؟ ○

١١٣ - قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ۝

١١٣ - وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کوئی حصہ رہے ہوں گے تو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے ○

١١٤ - قٰلَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

١١٤ - فرمائے گا تم دنیا میں تھوڑا ہی رہے ہو کاش تم (زندگی میں) جانتے ہوتے ○

١١٥ - أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

١١٥ - سو کیا تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پھر نہ آؤ گے؟ ○

(بقیہ حاشیہ)

ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ خود اسی عقوبت میں مبتلا ہو رہے ہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب یہ لوگ جہنم میں پھینکے جائیں گے، تو اس وقت اعتراف معاصی و بدبختی کرتے ہوئے گناہوں سے تنفر و بیزاری کا اظہار کریں گے اور کامل الحاح و تضرع سے کہیں گے کہ پروردگار ہمیں جہنم سے مخلصی عنایت کر اور دنیا میں دوبارہ بھیج دے۔ اگر ہم ایسے کام کریں، تو یقیناً ظالم ٹھہریں گے۔

اللہ تعالیٰ جواب دیں گے۔ اس وقت تو تمہارے لئے ذلت و رسوائی مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے اس باب میں مزید کہنے سننے کی گنجائش نہیں۔

تمہیں معلوم ہے، تمہارے سامنے ایک گروہ نے ایمان کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ اور مجھ سے رحمت و مغفرت کو طلب کیا تھا۔ مگر تم نے ان کا مضحکہ اڑایا۔ اور ان کے اس پاک جذبہ کی تحقیر کی، تم میری عظمت و جلال کو بھول گئے اور میرے پیغام کو پس پشت ڈال دیا۔ اس لئے تمہاری سزا تو سراسر جہنم ہے۔ مگر یہ لوگ جنہوں نے صبر و استقامت سے کام لیا، فوز و فلاح کے مستحق ہیں۔

جہنم میں جو سزا ملے گی، وہ بالکل ان کے اعمال مزعومہ باطلہ کے مطابق ہوگی۔ چنانچہ دنیا میں یہ لوگ جس طرح دنیا کو دائمی سمجھتے تھے، آخرت میں بھی عذاب کی غیر مختتم گھڑیوں کے لحاظ سے اسی طرح اس کو بیحد قرار دیں گے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ کیا تم سمجھ رہے ہو، کہ ہم نے یونہی بلا کسی غرض و غایت اور وجہ و حجیہ کے اس کائنات کو پیدا کیا ہے؟ یہ محض کھیل اور تماشہ ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ مالک عرش عظیم خدائے برتر کی شان اس نوع کے افعال سے بالا اور پاک ہے۔

حل لغات

سِخْرِيًّا۔ تمسخر۔

عَبَثًا۔ بے کار، بے فائدہ۔

۱۱۶- فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝
۱۱۷- وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ
لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝
۱۱۸- وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ
خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ع

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۶۴) رُكُوْعَاتُهَا (۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
۱- سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا
فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

۱۱۶- سو خدا سچا بادشاہ بہت بلند ہے اُس کے
سوا کوئی معبود نہیں وُہ عرش کریم کا مالک ہے ۝
۱۱۷- اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے
جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں ہے تو اس کا حساب
اس کے رب کے پاس ہے۔ بیشک کافروں کا بھلا نہ ہوگا ۝ ف۱
۱۱۸- اور کہہ اے رب بخش دے اور رحم کر اور تو سب
مہربانوں میں اچھا مہربان ہے ۝

سُورۂ نُور

مدنی —— آیتیں ۶۴ —— رکوع ۹

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۝
۱- یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اسے فرض کیا
اور اس میں ہم نے کھلی نشانیاں نازل کیں، شاید تم نصیحت پکڑو ۝ ف۲

ف۱

لا برھان لہٗ سے مراد یہ ہے، کہ شرک ایک ایسا جرم اور خلاف عقل فعل ہے، جس کے جواز میں کوئی دلیل نہیں پیش کی جا سکتی ۔

رجم کی سزا

ف۲

قرآن حکیم کی یہ پہلی سورت ہے جسے اہمیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، گو پورا قرآن اللہ کی جانب سے فرض ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اُس کا ماننا اور تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے، نیز قرآن کی ہر سورت میں آیات بیّنات کا ذخیرہ ہے مگر اس سورت کو ان خصوصیات کے ساتھ مختص کرنے کے معنے یہ ہیں، کہ اس میں تمدن اور کلچر کے مسائل مہمہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان معاشرتی گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے جن کی وجہ سے قومیں ترقی اور برتری کی منزلیں طے کرتی ہیں۔ اور انھیں فراموش کر دینے کا نتیجہ لازماً ذلت اور ہلاکت ہوتا ہے۔

حلِّ لغات

فرضنٰھا ۔ لازم ٹھہرایا ہے، متعین کیا ہے۔

۲- اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِہِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْہَدْ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

۲- زناکار عورت اور زناکار مرد۔ اُن میں سے ہر ایک کے سَو دُرّے مارو۔ اور چاہیئے کہ تمہیں اُن پر اللہ کا حکم جاری کرنے میں ترس نہ آئے، اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیئے کہ اُن کی سزا کے وقت مُسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہو ○ ف۱

۳- اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُہَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ○

۳- زناکار مرد صرف زانیہ یا مشرک عورت سے نکاح کرتا اور زناکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرتا ہے اور یہ بات مؤمنین پر حرام ہے ○

۴- وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاجْلِدُوْہُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَہُمْ شَہَادَۃً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

۴- اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں، پھر وہ چار گواہ نہ لائیں، تو اُن کے اسّی دُرّے مارو، اور کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو، اور وہی فاسق ہیں ○

ف۱ تمام مذاہب نے زنا کو انسانیت کیلئے بہت بڑی لعنت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا وجود قوموں کیلئے اخلاقی تباہی کے مترادف ہے، قرآن حکیم نے خصوصیت کیساتھ اس مسئلے کی متعلقہ تفصیلات بیان کی ہیں اور اس کے ذرائع و وسائل تک کو مستقلاً واضح کیا ہے۔ قرآن کی نگاہیں دوسری مذہبی کتابوں سے کہیں زیادہ عمیق ہیں، اس نے تمام مسائل کو مدلل کر کے سامنے رکھ کر ایسے قوانین اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں کہ ان کو ملحوظ رکھنے کے بعد زنا کا کامل قلع قمع ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں زنا کی حد شرعی سے بحث فرمائی ہے، ارشاد ہے کہ زانی کے سَو دُرّے لگائے جائیں، اور اس معاملہ میں سوسائٹی جذبات رحم و ترس سے بالکل متاثر نہ ہو، یہ سَو دُرّے مجمع عام میں لگائے جائیں تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت و تذکیر حاصل ہو۔

زانی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو کنوارا زانی ہو رہا ہے بیاہے کیلئے اسلامی سزا رجم ہے۔

خوارج نے رجم کا انکار کیا ہے، اور یہ سمجھا ہے کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لئے ہے ان کے دلائل یہ ہیں:۔

(۱) الزانیۃ والزانی میں کوئی تخصیص نہیں، بلکہ عموم و استغراق مراد ہے۔

(۲) اگر رجم کی سزا مقرر و متعین ہوتی تو اس کو قرآن حکیم میں موجود ہونا چاہیئے تھا۔

(۳) رجم کو ماننے کی شکل میں یہ لازم آئے گا، کہ نص میں خبر واحد کی تخصیص کی جائے، جو درست نہیں۔

بعض موجودہ زمانے کے روشن خیال مفسرین کے دلائل بھی تقریباً یہی ہیں۔ جوابات یہ ہیں:۔

(۱) قرآن حکیم نے یہاں بیشک صرف الزانیۃ والزانی کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر سنت، آثار اور اسلامی فیصلوں سے جو کتب فقہ اور کتب تاریخ میں مذکور ہیں یہ ثابت ہے کہ رجم اسلامی سزا ہے۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ محض اس بنا پر کہ قرآن میں واضح الفاظ میں رجم کا ذکر نہیں ہم پوری اسلامی تاریخ کو جھٹلا دیں اور تمام کے فیصلوں کو غلط قرار دیں۔ رسول کے احکام کو نظر انداز کر دیں اور [illegible]

(۲) رجم کی سزا یقیناً قرآن میں موجود ہے گو اس نہج پر نہیں جس طرح خوارج اس کو ماننے کے متمنی ہیں دیکھنا چاہتے ہیں بلکہ اشارۃً اور بسبیل استدلال قرآن میں رجم کی سزا موجود ہے۔ کیا ان کو معلوم ہے کہ عہد رسالت میں اہل کتاب سے اس معاملہ میں بحث ہوئی تھی۔ حضور نے ان سے کہا کیا تمہارا کتاب توراۃ لاؤ اور پڑھو۔ اگر تم

میں مطابقت ہے۔ تو تسلیم کرو گے کہ اس میں رجم کی سزا کا حکم موجود ہے مگر انہوں نے آیت رجم کو چھپایا۔ اور جب حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اُٹھاؤ

[illegible]

٥ - اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

٥ - مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور درست ہو گئے۔ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ ف۱

٦ - وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ
يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ
لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

٦ - اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی جانوں کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر چار دفعہ گواہی دے کہ بے شک وہ سچوں میں ہے ○

٧ - وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○

٧ - اور پانچویں دفعہ کہے کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ جھوٹوں میں ہو ○

٨ - وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ
اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ○

٨ - اور عورت کا عذاب یوں دور ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار دفعہ گواہی دے کہ بے شک اس کا شوہر جھوٹوں میں ہے ○

٩ - وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ
اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

٩ - اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر اس کا شوہر سچوں میں ہو تو اس عورت پر خدا کا غضب آئے ○

حد شرعی کے اعلان کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کا انداز بیان کچھ اور ہی کتابوں سے مختلف ہے اور وہ لوگ جو اس کی خصوصیات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ اس قبیل کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

قرآن میں اکثر ان ... کا ذکر ہے جو کہیں جگہ پر اہم ... مگر اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں کہ وہ نئی اور جدید ہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ نماز بہت اہم مسئلہ ہے۔ اور اس کے قیام پر قرآن نے بہت زور دیا ہے۔ مگر سارے قرآن میں اس کی ترتیب اور تفصیل موجود نہیں۔ حضرات سے کہیں کم مرتبے کی چیز ہے۔ مگر اس کی ترتیب بیان کر دی ہے۔ کیونکہ نماز کے متعلق اسلام نے بہت زیادہ جدتوں سے کام نہیں لیا۔ اس کا تخیل اسلام سے قبل صابئیں میں اور خدا پرستوں میں موجود تھا۔ مجوسی بھی تقریباً اسی قسم کی نماز کے قائل تھے۔ اس لئے اللہ نے اس کی تفصیل اسوۂ رسول پر چھوڑ دیا۔ اور وضو کسی شریعت میں موجود نہ تھا۔ اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ اسی طرح رجم کی سزا میں ... کا قریباً اتفاق تھا۔ اس لئے قرآن نے بالتخصیص اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ کوڑوں کی سزا کی ... جو ...

قرآن کا مقصود تھی۔ اس لئے اس کا اظہار کر دیا۔

(ص) جواب کی اس نوعیت کے بعد کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

عفیفہ عورت کو متہم کرنے کی سزا

ف۱ ایک طرف قرآن نے زانی کی سزا اس قدر کڑی رکھی ہے کہ موجودہ زمانے کے لوگ اس کو تعذیب مالایطاق قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف چار گواہوں کی شہادت ضروری بتاتی ہے۔ جن کا مہیا ہونا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو طبعاً پیدا ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ سزا اس لئے کڑی رکھی ہے۔ تاکہ اس خبیث مرض کا کلیۃً انسداد ہو جائے۔ چنانچہ آپ عہد نبوی میں دیکھئے گا۔ کہ زنا کے واقعات دو تین سے زیادہ نہیں ملیں گے اور اس دور تہذیب جدید میں شاید ہی چند آدمی ایسے مل سکیں۔ جنہیں صحیح معنوں میں عفیف کہا جا سکتا ہے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

چار شاہدوں کا ہونا اثبات واقعہ کے لئے اس لئے لازم ہے کہ معاملہ ایک جان کا ہے۔ ایک کی زندگی ختم ہونے کا ہے۔ چنانچہ اسی اہم ...

۱۰- وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ
وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝
۱۱- اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ
مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ
بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ
وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
۱۲- لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ
وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝
۱۳- لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ
شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ

۱۰- اور اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم تم پر نہ ہوتا
اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو کیا کچھ نہ ہوتا) ۝
۱۱- جنہوں نے طوفان اٹھایا ہے وہ تمہیں میں سے
ایک جماعت ہے۔ اس تہمت کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو
بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اُن میں سے ہر آدمی کے
لئے اس کا کمایا ہوا گناہ ہے۔ اور جس نے
ان میں سے اس تہمت کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کے
لئے عذاب عظیم ہے ۝
۱۲- جب تم نے اس کو سنا تھا، تو مسلمان مردوں اور
مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کی نسبت نیک گمان
کیوں نہ کیا، اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے ۝
۱۳- کیوں اس تہمت پر چار گواہ نہ لائے، پھر
جب وہ گواہ نہ لائے، تو خدا کے

مسئلہ لعان!

ف ان آیات میں مسئلہ لعان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے کردار کے متعلق شبہات و شکوک کا اظہار کرے اور تہمت لگائے۔ مرد یہ کہے کہ یہ فاحشہ اور زانیہ ہے، اور عورت کو کہے میں اس الزام سے پاک ہوں۔ تو صورت فیصلہ کیا ہو؟

قرآن کہتا ہے کہ دونوں حاکم وقت یا اسلامی حکومت حاکم کے سامنے چار دفعہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور پانچویں دفعہ اپنے اوپر لعنت بھیجیں۔ اگر واقعات کی رو سے جھوٹے ہوں۔ تو پہلے مرد کھڑا ہو۔ اور وہ الزام کو بیان کرے۔ اور چار دفعہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں دفعہ یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح عورت کھڑی ہو اور وہ بھی اسی طرح چار دفعہ خدا کی قسم کھا کر الزام کو رد کرے اور پانچویں دفعہ کہے۔ کہ اگر یہ سچا ہوا تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

لعان کے بعد تفریق کے سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کے مختلف اقوال ہیں۔ عثمان البتی کی رائے ہے کہ نفس لعان سے تفریق وغیرہ واقع نہیں ہوتی۔ امام مالک، لیث اور زفر کا خیال ہے۔ تفریق واقع ہو جاتی ہے۔ ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد کی رائے ہے کہ تفریق اس وقت تک واقع نہیں ہوتی۔ جب تک کہ حاکم یا حکومت حاکمان میں تفریق کا اعلان نہ کر دے۔ ان سب کے پاس دلائل ہیں۔ اور یہ موضع محل بحث و نظر ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے، کہ تفریق واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قطع نظر فقہی دلائل کے صورت مسئلہ یہ ہے۔ کہ کشیدگی اپنی آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس لئے یہ رشتہ عملاً گویا منقطع ہی سمجھنا چاہئے۔

حل لغات

الْاِفْكِ۔ جھوٹ، بہتان۔
عُصْبَةٌ۔ جماعت۔ یا گروہ۔

فَأُولَٰٓئِكَ عِندَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْكَٰذِبُونَ ○
۱۴- وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ
فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ لَمَسَّكُمْ
فِى مَآ أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ○
۱۵- إِذْ تَلَقَّوْنَهُۥ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ
وَتَحْسَبُونَهُۥ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ
ٱللَّهِ عَظِيمٌ ○
۱۶- وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ
لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَٰنَكَ
هَٰذَا بُهْتَٰنٌ عَظِيمٌ ○
۱۷- يَعِظُكُمُ ٱللَّهُ أَن تَعُودُوا۟ لِمِثْلِهِۦٓ

نزدیک وہی جھوٹے ہیں ○
۱۴ - اور اگر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور
اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی، تو اس
چرچا کرنے میں تم پر بڑا عذاب
آتا ○ ف۱
۱۵ - جب اس تہمت کو تم اپنی زبانوں سے لیتے تھے اور اپنے
منہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا علم تمہیں نہ تھا
اور اسے ہلکی بات سمجھتے تھے اور حالانکہ، وہ
خدا کے نزدیک بڑی بات تھی ○
۱۶ - اور جب تم نے اس کو سنا تھا، کیوں نہ کہا، کہ
ہمیں ایسی بات بولنا لائق نہیں اے اللہ تو پاک ہے
یہ بڑا بہتان ہے ○
۱۷ - تمہیں اللہ نصیحت دیتا ہے کہ پھر ایسی بات کبھی

عائشہ عفیفہ کا المناک واقعہ!

ف۱ ام المؤمنین حضرت عائشہ عفیفہ کی زبان سے واقعہ افک کی تفصیل سنئے:۔

ارشاد فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی معیت میں ایک غزوہ میں شریک ہوئی۔ یہ غزوہ بنی المصطلق سے قبل کا واقعہ ہے جو ہم واپس ہو رہے تھے۔ مدینہ سے کچھ دور حضورؐ نے ایک منزل پر قیام کیا۔ میں محمل سے نیچے اتری۔ اور قضائے حاجت کے لئے جیش نبویؐ سے کچھ آگے نکل گئی۔ جب لوٹ کر محمل تک پہنچی۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا ہار کہیں گر گیا۔ تلاش کی غرض سے پھر دور نکل گئی۔ ادھر اونٹ والے یہی سمجھے کہ میں محمل میں موجود ہوں۔ اس لئے کہ میرا بوجھ کچھ زیادہ نہ تھا میں ان دنوں بالکل نو عمر اور ہلکے جسم کی تھی۔ محمل والوں نے محمل اونٹ پر رکھا، اور چلتے بنے۔ میں جس وقت منزل پر پہنچی۔ تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ اب میں نے سوچا اور خیال کیا کہ مدینہ پہنچ کر جب یہ معلوم کریں گے کہ محمل میں موجود نہیں ہوں تو قافلہ والوں میں کوئی خود مجھے تلاش کرنے آئے گا۔ اس لئے میں پڑ کر سو گئی۔ صفوان بن معطل بھی ایک شخص اس خدمت پر مامور تھا کہ قافلہ کے پیچھے پیچھے آئے اور گری پڑی چیز کا خیال رکھے۔ اس نے مجھے پہچان لیا کہ قافلہ سے بچھڑ گئی ہوں۔ اس نے بچھڑنے کا سبب پوچھا۔ میں نے بتا دیا۔ اس نے کہا، کہ آپ اونٹ پر سوار ہو جائیے۔ یہ کہہ کر وہ خود پیچھے ہٹ گیا۔ اور میں اونٹ پر سوار ہو گئی۔ اس حالت میں ہم مدینہ پہنچے لیکن یہاں جھوٹ اور بہتان کا ایک طوفان بپا تھا۔ منافقین میرے اور صفوان کے متعلق عجیب عجیب ناپاک الزام پھیلا رہے تھے۔ اور رسول اللہؐ اس وجہ سے بہت زیادہ مغموم تھے۔ میں ان حالات سے ناواقف تھی۔ ایک رات کے وقت ام مسطح کے ساتھ باہر قضاء حاجت کیلئے نکلی۔ اور جب واپس آنے لگیں تو ام مسطح کا پاؤں اس کی چادر میں الجھ گیا۔ اس نے کہا تعس مسطح یعنی مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا، مسطح بدری صحابی ہے۔ کیا اس کو کوستی ہے۔ اس نے تعجب کیا، تمہیں نہیں معلوم مسطح تمہارے متعلق کیا کیا باتیں لوگوں میں پھیلا رہا ہے۔ میں نے کہا نہیں، تو اس نے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اب مجھے بھی [illegible] تکلیف محسوس ہوئی۔ میں حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر آگئی۔ یہاں یہ عالم تھا کہ والد کی بیماری کی وجہ سے بے چین تھے۔ والدہ بھی مضطرب تھیں۔ اس لئے ہم تینوں ساتھ رو دیتے تھے۔ میں نے حضورؐ کے آخری کلمات سنے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ والد سے کہا، آپ میری طرف سے جواب دیجئے۔ (باقی ص...)

اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

۱۸- وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

۱۹- اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

۲۰- وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

۲۱- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْلَا فَضْلُ

نہ کرو۔ اگر تم مومن ہو ○

۱۸ - اور اللہ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○

۱۹ - جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو، انہیں دکھ دینے والا عذاب ہوگا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○

۲۰ - اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ شفیق مہربان ہے (تو کیا کچھ نہ ہوتا) ○

۲۱ - مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو، اور جو شیطان کے قدموں پر چلے گا، تو وہ بے حیائی اور بری ہی بات کا حکم دے گا۔ اور اگر اللہ کا فضل اور رحم

وہ کہنے لگے۔ میں کیا جواب دوں۔ والدہ سے کہا۔ آپ میری تردید کیجئے۔ وہ بھی اول تو خاموش رہیں۔ پھر کہنے لگیں۔ کہ آخر کیا کہا جائے۔ میں نے ذرا جرأت کی۔ اور کہا۔ کہ جو باتیں آپ نے سنی ہیں۔ وہ غالباً آپ کے دل میں مرتسم ہو چکی ہیں۔ اور آپ شاید مان چکے ہیں۔ اب اگر میں تردید بھی کروں، تو آپ کب مانیں گے۔ میری حالت تو اس وقت ابو یوسف یعنی حضرت یعقوب کی طرح ہے۔ اس لئے میں اس کے الفاظ میں کہتی ہوں۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔۔

اللہ کی عنایت و نوازش دیکھئے۔ کہ اسی مجلس اور اسی نشست میں حضور پر انتشار آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں میری برأت کی گئی تھی۔ اور منافقین کو رسوا کیا گیا۔ حضور نے فرمایا۔ عائشہ! خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت کی آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ میں نے کہا۔ اللہ کی حمد و ستائش ہے اور اسی کا ہزار ہزار شکر ہے۔ آپ اور آپ کے اصحاب تو مجھے مجرم سمجھ ہی چکے تھے۔ والدہ نے کہا۔ بیٹی اٹھو اور حضور کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا میں تو ہرگز نہیں اٹھوں گی۔ میں اپنے مولا کا شکریہ ادا کروں گی۔ جس نے میری برأت فرمائی۔ جس نے اعلان تمام الزامات سے پاک اور بری کیا ہے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ واقعہ افک کو شہرت دینے والے منافقین ہیں۔ مگر ان کی اغراض کی اس سے تکمیل نہیں ہوئی۔ بلکہ انجام کے لحاظ سے یہ بہتر ہوا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عورتوں کے حقوق اور ان کی عزت و عفت سے متعلقہ مسائل کی توضیح ہو گئی ۔

فرمایا۔ یہ قطعاً جھوٹ تھا۔ اور مسلمانوں کو چاہئے تھا۔ کہ اول مرحلے میں اس کا انکار کر دیتے۔ کیونکہ پیغمبر کی حرم محترم عفاف و عصمت کا سراپا مجسمہ ہوتی ہے ۔

ارشاد ہے کہ اس واقعہ کی صداقت کیلئے انہیں چار شاہد پیش کرنا چاہئے تھے۔ تب اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا ضروری تھا۔ مگر وہ تو بالکل جھوٹے تھے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ کہ اس نے تمہیں عذاب عظیم سے بچا لیا ورنہ پیغمبر کے حرم پاک کے متعلق الزامات سراسر ناقابل برداشت جرم ہے۔ تم نے اس معاملہ کو بہت آسان سمجھا۔ اور اس میں دلچسپی لی۔ مگر اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی معصیت ہے۔ تمہیں لازم تھا۔ کہ ہرگز اس واقعہ کو تسلیم نہ کرتے اور جب سنا تھا۔ اسی وقت تردید کر دیتے۔ یاد رکھو۔ آئندہ کبھی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کرنا ۔

اللہِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ
مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

نصیب نہ ہوتا، تو تم میں سے کوئی بھی کبھی
پاک نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جسے چاہے پاک
کرتا ہے۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ف۱

۲۲- وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ
السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا
تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

۲۲- اور چاہیئے کہ تم میں سے جو لوگ بزرگی اور کشائش
والے ہیں قسم نہ کھائیں، کہ رشتہ داروں، اور
محتاجوں، اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو کچھ
نہ دیں گے اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں،
کیا تم نہیں چاہتے۔ کہ اللہ تمہیں بخشے؛
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ ف۲

۲۳- اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

۲۳- جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں کو
تہمت لگاتے ہیں، وہ دُنیا اور آخرت
میں ملعون ہیں۔ اور انہیں بڑا عذاب
ہوگا ○ ف۳

بدبختی اور اپنی محرومی کی وجہ سے ایک شوشہ چھوڑا۔ اور کئی صحابہ بشری لغزش سے عائشہ عفیفہ کے متعلق جھوٹے افسانوں سے دلچسپی لینے لگے ہر محفل اور ہر مجلس میں یہی چرچا اور یہی باتیں ہونے لگیں جس کی وجہ سے اللہ کے رسولؐ نے سخت اذیت اور قلبی کوفت محسوس کی۔ اور یہ آخر آیات نازل ہوئیں۔ اور بہتان لگانے والوں کی پشت پر تہمتی دُرّے لگائے گئے۔ اس سے صحابہ کی جماعت میں جو غلط فہمیاں پھیل رہی تھیں۔ وہ دُور ہو گئیں۔ مگر منافقین اس کے بعد بھی مزے لے کر اس قصہ کو بیان کرتے رہے۔

قرآن کی اس آیت میں ان لوگوں کو متنبہ کیا ہے کہ جو اُدھر جو تم نے اس جرم کا ارتکاب کیا۔ یاد رکھو مسلمانوں میں بےحیائی کی باتوں کو پھیلانا بہت بڑی معصیت ہے۔ اگر تم باز نہ آئے تو دنیا و عقبیٰ میں تمہارے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔

ف۱ اس آیت میں یہ بتایا ہے۔ کہ مسلمان مرد یا مسلمان عورت کو متہم کرنا شیطان کی پیروی کے مترادف ہے۔ اس لئے اس گناہ عظیم سے قطعی احتراز کرو۔ اور یاد رکھو کہ یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ کہ اس نے تمہارے اس بہت بڑی معصیت کے کام کو توبہ کے بعد بخش دیا ہے ورنہ یہ گناہ ایسا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس سے توبہ کرکے عنداللہ تطہیر حاصل نہ کر سکتا۔

بلند اخلاقی کا حیرت انگیز نمونہ

ف۲ یہ شخص مسطح جس نے اس شرارت میں زیادہ سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کا پروردہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو اور اس کے متعلقین کو اپنے پاس رکھا۔ اور ہر ممکن ان کی ہر طرح اعانت کی۔ مگر اس نے اس طرح حق نمک ادا کیا۔ تو صدیقؓ قدرتاً غصے کو جیب ہو گئے۔ آپ نے کہا۔ میرے ہاں سے تم لوگ نکل جاؤ۔ اب مجھ میں اور تم میں کوئی رشتہ نظر نہیں۔ یہ لوگ کئی دن تک پریشان رہے اور آخر قرآن حکیم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ غور فرمائیے۔ ایک بیا تم لیوا اپنے محسن کے متعلق اس طرح کا نازیبا سلوک روا رکھتا ہے۔ اور حرم رسول اور بنت صدیقؓ کی عصمت و عفاف پر ناپاک حملے کرتا ہے۔ مگر اس رسول کا خدا اور صدیقؓ کا آقا یہ کہتا ہے کہ اس شخص کو معاف کر دو۔ اور آخر اپنی عنایات سے

۲۴۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

۲۴۔ جس دن اُن کی زبانیں اور ان کے ہاتھ، اور ان کے پیر اُن پر گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ○

۲۵۔ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ○

۲۵۔ اُس دن ان کو اللہ ان کی سزا جس کے وہ مستحق ہیں پوری دے گا، اور جان لیں گے اللہ جو ہے وہی سچا ظاہر کرنے والا ہے ○

۲۶۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

۲۶۔ گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کیلئے ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کیلئے۔ وہ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ کہتے ہیں ان کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے ○ ف۳

۲۷۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى

۲۷۔ مومنو! سوائے اپنے گھروں کے اور لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت لئے، اور

میں اس کی اعانت کرکے خدا کی مغفرت سے محروم نہیں رہنا چاہتا کیا اتنی بلند تعلیم اور اتنا زبردست عمل آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے سوا کہیں اور مل سکتا ہے! •

ف۳ اس آیت میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ پرہیزگار اور پاکباز عورتوں کو متہم کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ یہ دین اور دنیا میں لعنت اور سخت عذاب کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار اور پاکباز مردوں اور عورتوں کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ ان کی تذلیل معصیت ہے اور عذاب عظیم کا باعث •

ازدواجی تعلقات کیلئے فریقین کو دیندار ہونا لازم ہے

ف قرآن حکیم کے نزدیک ازدواجی زندگی کیلئے سب سے زیادہ ضروری چیز جذبہ دینداری اور اخلاق کی پاکیزگی ہے۔ حسن و جمال اور دوسری چیزیں محض ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، کیونکہ جو تعلقات محض حسن و جمال یا مال و دولت کی وجہ سے قائم ہوں، وہ پائیدار اور مضبوط نہیں ہوتے۔ ان کا تعلق عارضی ہوتا ہے جمال سیری یا بے نیازی ہوئی کہ فریقین ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ مگر جو تعلقات کہ اخلاق کی بلندی اور کیرکٹر کی اعلیٰ بنیاد پر قائم ہوں۔ وہ روز بروز مستحکم ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے جو لوگ صالح اور پاکباز ہیں، وہ ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی رفیقۂ حیات بھی صالح ہو اور جو ناپاک و گندے خیالات کا انسان ہوتا ہے، وہ اپنے لئے اُس عورت کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کے قماش اور مذاق کے عین مطابق ہوتی ہے •

الخبیثٰت اور الطیبٰت کا مفہوم اس بات پر دال ہے کہ ازواج مطہرات ہر درجہ الزامات سے پاک ہیں۔ کیونکہ بدچلن عورتیں پاکباز مردوں کے پاس نہیں رہ سکتیں۔ اسی طرح بااخلاق اور عفیف مرد فاحشہ عورتوں سے تعلق ازدواجی قائم نہیں کر سکتا۔ قرآن نے اس آیت میں دراصل منافقین کی کوتاہی نظر اور بد اخلاقی کی مذمت کی ہے۔ کیونکہ منافقین کو چاہئے تھا۔ کہ یہ تو دیکھتے۔ کہ وہ کس ذات عصمت مآب کے متعلق بیہودہ گوئی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ واقعہ کے امکانات سے بحث کرتے۔ اور سوچتے کہ حضور کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔ کہ اپنے حرم میں ایسی عورتوں کو جگہ دیں۔ جو اخلاق کے لحاظ سے بلند نہ ہوں •

تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ○

گھر والوں کو سلام کیے (بغیر) داخل نہ ہوا کرو۔
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ شاید تم
نصیحت پکڑو ○ ف ۱

۲۸- فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا
تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ
اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ○

۲۸- پھر اگر تم اس گھر میں کوئی آدمی نہ پاؤ، تو جب
تک تمہیں اجازت نہ ملے اس کے اندر داخل نہ ہو
اور جو تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو
اس میں تمہارے لئے خوب ستھرائی ہے اور جو تم کرتے ہو
اللہ جانتا ہے ○

۲۹- لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا
بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ
لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا تَكْتُمُوْنَ ○

۲۹- اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں جب
داخل ہو جہاں کوئی نہیں بستا، اور اس میں تمہارا
اسباب ہو، اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو
اور چھپاتے ہو ○

۳۰- قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

۳۰- مومنوں سے کہہ کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں

پہلے اجازت طلب کرو

ف ۱

اسلام کی نگاہ میں انسانی عادات و خصائل اور انسانی نفسیات و حالات سے متعلق بہت گہری ہیں۔ وہ یہ جانتا ہے کہ گناہ کا منبع کہاں ہے اور کن باتوں سے گناہ کی ترغیب ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سب سے پہلے اس گناہ کے سوتے کو بند کرتا ہے۔ جہاں سے وہ پھوٹتا ہے اور اس کے بعد حفاظتی تدابیر کی تلقین کرتا ہے۔

چنانچہ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ سب سے بڑی تحریک خلوت اور آزادئ مرد و عورت کا اختلاط ہے۔ اس لئے اسلام نے خلوت پر پابندیاں عائد کیں۔ اور فرمایا۔ دیکھو جب کسی عزیز یا دوست کے ہاں جاؤ، جہاں عورتیں تم سے پردہ کرتی ہیں۔ تو دھم سے ان کے ہاں نہ پہنچ جاؤ۔ بلکہ پہلے اجازت طلب کرو تب اندر جاؤ۔ تاکہ برائی کا کوئی احتمال پیدا نہ ہو سکے۔

ابو داؤد شریف میں آپ کی اس حدیث سے معلوم ہوگی۔ ایک شخص حضور کے پاس آیا۔ اور دروازے کے پاس آکر کہا۔ میں اندر آ سکتا ہوں؟ آپ نے روضہ نامی ایک عورت سے کہا، کہ تم جاؤ۔ اور اس کو اسلامی آداب سے آگاہ کرو۔ اور کہو کہ السلام علیکم کہے۔ چنانچہ اس نے استیذان السلام علیکم کہا۔ اور آپ سے اندر آنے کی اجازت ملی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ استیذان کا طریق السلام علیکم یہ نہیں کہ کہا جائے۔ جناب میں اندر آ سکتا ہوں، مجھے اجازت ہے؟ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا میں واو عطف بلا ترتیب کے ہے یعنی مقصد یہ ہے کہ بلا استیذان یعنی السلام علیکم کہنے کے اندر نہ جاؤ۔ ارشاد ہے۔ کہ اگر کوئی صاحب ملنے کی اجازت نہ دیں، تو بغیر کسی ناراضی کے واپس ہو جاؤ۔ اللہ اللہ کیا آداب اور کیسے عمدہ قواعد ہیں جن کو زندہ قومیں اپنا دستور العمل بنا چکی ہیں اور ہم ان سے نا آشنا محض ہیں۔

حل لغات

تَسْتَاْنِسُوْا۔ معلوم کرو، اذن طلب کرو، واقفیت بڑھاؤ، تینوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مگر یہاں استیذان کے مترادف ہے۔ اَزْكٰى لَكُمْ۔ یعنی ان آداب و حکم کی پیروی تمہاری مجلسی صحیح

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝
۳۱ - وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى
جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ
اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ
اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ
اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ
بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کی خوب
ستھرائی ہے۔ بیشک اللہ واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔
۳۱ - اور مومن عورتوں سے کہہ کہ اپنی آنکھیں نیچی
رکھیں ف۱ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں
اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر جتنا اس میں سے (کھلا)
ہے، اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں
پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ف۲ کسی پر ظاہر نہ کریں
مگر اپنے شوہروں پر۔ یا اپنے باپوں پر۔ یا اپنے
شوہروں کے باپوں پر۔ یا اپنے بیٹوں پر۔ یا
اپنے شوہروں کے بیٹوں پر۔ یا اپنے بھائیوں پر۔ یا
اپنے بھتیجوں پر۔ یا اپنے بھانجوں پر۔ یا اپنی
عورتوں پر۔ یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی
غلاموں) پر۔ یا مردوں میں سے اُن کمیروں پر جو

آنکھوں کا زنا

ف۱ گناہ کے اصل منبع اور حقیقی محرک سے روک دینے کے بعد اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس کا وسیلہ اور ذریعہ آنکھیں ہیں۔ چنانچہ تورات میں لکھا ہے کہ النظر تزرع فی القلب الشھوۃ - یعنی دل میں برائی کے بیج نظریں بوتی ہیں۔ اور پھر یہی بیج بڑھ کر بدی کا شاداب درخت ہو جاتا ہے۔ سرور دو جہان کا ارشاد ہے۔ العینان تزنیان۔ کہ آنکھیں بھی ایک قسم کے زنا کا ارتکاب کرتی ہیں۔

فرماتے ہیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کو گھور گھور کر نہ دیکھیں۔ بلکہ اس معاملہ میں نگاہوں پر ضبط و اختیار رکھیں۔ کہ جہاں آنکھیں ایک دوسرے سے دوچار ہوں۔ فوراً خود بخود جھک جائیں۔ کیونکہ مسلمان بجائے خود پاکبازی اور عفاف کا پیکر ہے۔ اور لوگوں کے لئے اسوہ و نمونہ ہے۔ اس کو اتنا درجہ کا شرم و حیا ہونا چاہیئے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔ سے غرض یہ ہے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ صرف ایک نظر دیکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے۔ [illegible]

عن الحسان وجوھھم۔ مگر خدا ہماری نفسیات کی گہرائیوں سے آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ یہ چھوٹی سی چنگاری زندگی کے بن کو جلا دے گی۔ اس لئے خیر اسی میں ہے کہ آنکھوں کے چور دروازوں کو بند رکھیں۔

زینت کا صحیح مفہوم!

ف۲ زینت کا لفظ عام ہے۔ اس میں محاسن فطری کو بھی [illegible] اور محاسن اختیاری بھی۔ حتیٰ کہ معانی و معقولات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں بدن کے وہ حصے جو جنسی جذبات کو ابھاریں اور زینت و آرائش ظاہری کا سامان سب چیزیں داخل ہیں یعنی ہر چیز اور بدن کا ہر حصہ جو عشق و ابتلا و فتنہ کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کو غیروں کی نظروں سے مستور رکھنا لازم ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔ کی تفصیلات میں بحث ہے۔ بعض لوگ چہرہ اور ہاتھوں کو [illegible] کے ماتحت مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ [illegible]

الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے۔ یا لڑکوں پر، جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنی پوشیدہ زینت ظاہر کرنے کو زمین پر پیر مارتی نہ چلیں۔ اور اے ایماندارو! تم سب مل کر خدا کی طرف توبہ کرو۔ شاید کہ تم نجات پاؤ ○

۳۲ - وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

۳۲ - اور اپنی رانڈوں اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرا دو، اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں تونگر کر دے گا اور اللہ سمائی والا جاننے والا ہے ○ ف۱

۳۳ - وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ

۳۳ - اور چاہیے کہ وہ لوگ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے پرہیزگار رہیں ف۲ یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں تونگر کرے، اور جو لوگ تمہارے ہاتھ کے مال

... یہاں دو اصولی مسئلوں کو سمجھ لینا چاہیے ایک تو یہ کہ ... اخلاق کا استحکام اور کیرکٹر کی بلندی بہت زیادہ منظور ہے۔ اور وہ کسی حالت میں بھی مسلمان سے بدکاری کی توقع نہیں کر سکتا۔ وہ چاہتا ہے مسلمان کے دل میں ایسا انقلاب پیدا ہو جائے جو اسے تمام اس نوع کے عیوب اور اس قبیل کی برائیوں سے روک دے اور یہ پردہ و حجاب اس انقلاب کے پیدا کرنے میں بہت حد تک ممد و معاون ہوتا ہے۔ اور بجائے خود مقصود بالذات چیز نہیں ایک ذریعہ و وسیلہ ہے جس سے ناپاک گناہوں کو روکنا مطلوب ہے ○

دوسرا اسلامی معاشرت میں عورت کے درجہ و مقام کا مسئلہ ہے، اسلام نے عورت کو اجازت دی ہے۔ کہ وہ کاروبار کر سکے یعنی اصلاح اور معاش میں مرد کا ہاتھ بٹا سکے۔ اور زندگی کی کشمکش میں موزوں اور مناسب طریق سے حصہ لے سکے ○

اس لئے مطلقاً چہرے کا مستور رکھنا، یا کھلا رکھنا خارج از بحث ہے۔ ان دونوں اصولوں کو ہر یک وقت سامنے رکھنا چاہیے۔ عام حالات میں چہرہ بہت بڑی جاذب اور کشش کا باعث ہوتا ہے۔ اور آنکھیں معصیت کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ اس لئے اس کا حجاب میں رہنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ اور جب حالات اور معاش کا تقاضا یہ ہو کہ منہ کھلا رکھا جائے۔ تو پھر ملی سہولتوں کے لئے منہ کا کھلا رکھنا جائز ہے یعنی اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا استثناء حالات و مصالح پر مشتمل ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ الا وہ صورتیں جب کہ جسم کے کسی حصہ کا ظاہر کرنا مصالح کے ماتحت ہو ○

نکاح ایک ملی ضرورت ہے

ف۱ الایامیٰ کا لفظ عام ہے ہر اس مرد کو کہتے ہیں جس کے بیوی نہ ہو اور اسی طرح ہر اس عورت کو کہتے ہیں جس کے خاوند نہ ہو۔ یہ ایم کی جمع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے زوجوا ایامٰکم۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فان تنکحی انکح وان تتایمی — وان کنت افتی منکم اتایم

یعنی اگر تم شادی میرے ساتھ منظور کر لو گی۔ تو میں بھی منظور کروں گا ورنہ اور جو تم سے زیادہ طاقتور ہونے کے میں کنوارا رہوں گا۔ آیت کا مقصد ہے۔ کہ نکاح چونکہ شرعی و اخلاقی لحاظ سے سوسائٹی کی بہت بڑی

مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ
عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ
مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۔ وَلَا تُكْرِهُوْا
فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ
تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۔ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ
اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ○

۳۴۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ
وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

۳۵۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ مَثَلُ
نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔

(یا باندی غلاموں) میں سے جو کچھ دے کر اپنی آزادی کی تحریر چاہتے ہیں اُن کو تحریر لکھ دو اگر تم اُن میں کچھ نیکی معلوم کرو اور اللہ کے مال میں سے جو اُس نے تمہیں دیا ہے انہیں دو۔ اور اپنی باندیوں پر اگر وہ پرہیزگاری چاہیں زنا کرانے کے لیے جبر نہ کرو، تاکہ اس طریق سے حیاتِ دُنیا کا اسباب کمایا چاہو، اور جو کوئی اُن پر جبر کرے گا تو اُن کی بے بسی پیچھے (اُن کو) اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ ف

۳۴۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کیں، اور جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اُن کے قصے، اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ○

۳۵۔ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ ہو،

غیر شادی شدہ لوگوں کیلئے ایک نسخہ

ف۲ یعنی جو لوگ شادی کا مقدور رکھتے ہوں، وہ جذبات پر قابو رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ ترجمہ: ۔ نوجوانو! تم میں جو لوگ شادی کا مقدور رکھتے ہوں۔ وہ ضرور شادی کریں۔ کیونکہ اس طرح انسان کا کیرکٹر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو شادی کا مقدور نہ رکھتے ہوں، وہ روزے رکھیں، کیونکہ اس طریق سے ضبطِ نفس کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

غلامی اور مکاتبت

ف۱ اسلام غلامی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے اس نے غلامی کے متعلق ایسی شروط و قیود کا اضافہ کیا ہے، کہ اس کو عملاً مفقود ہو جانا چاہیے۔ مکاتبت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ غلام سے کہہ دیا جائے کہ وہ اگر اتنی رقم ہم کو ادا کر دے۔ تو آزاد ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ جو ایسے مسلمان جن کے غلام ہیں اُن سے اگر وہ مکاتبت کی درخواست کریں۔ تو ان کو چاہیے کہ وہ قبول کرلیں۔ بلکہ یہ بھی چاہیے کہ اس سلسلہ میں ان کی مدد کریں، اور اپنی طرف سے کچھ دیں۔

اِنْ اَرَدْنَ میں تَحَصُّنًا کی قید واقعی ہے، احترازی نہیں، یعنی بعض لونڈیاں چاہتی تھیں کہ عفت و عصمت کی زندگی بسر کریں، مگر ان کے مالک انہیں بدکاری پر مجبور کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے، کہ اگر ان کے دل میں بدکاری کے خلاف نفرت کا جذبہ موجود ہے تو تم کیوں ان کو اس ذلیل کام پر مجبور کرتے ہو۔ کیا تم دنیوی مال و دولت کے لیے ایک عفیف لونڈی کو زنا پر اُبھارتے ہو۔ کہ وہ اس طرح تمہیں کما کر کھلائے؟۔ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کا تعلق لونڈیوں سے ہے۔ یعنی اُن کے مالک اگر ان کو مجبور کریں۔ اور وہ دل میں اس کو ناپسند کرتی ہوں، اور نفرت و بیزاری کا اظہار کرتی ہوں، تو پھر اللہ ان کی معذوریوں سے آگاہ ہے۔

حلِ لغات

تَحَصُّنًا ۔ پاکبازی ۔ مِشْكٰوةٍ ۔ روشنی کا طاق، چراغ اور قندیل رکھنے کا فراخ طاق ۔ مِصْبَاحٌ ۔ دِیا، چراغ ۔

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ
كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن
شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَ
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَ
اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
۳۶- فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ
وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ
فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝
۳۷- رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا
بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ

اور چراغ شیشے میں دھرا ہو۔ شیشہ گویا چمکتا تارا ہے (وہ چراغ) اس مبارک درخت زیتون سے جلایا جائے۔ جو نہ شرقی ہے، نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے اگرچہ اُسے آگ نہ بھی چھوئے۔ روشنی پر روشنی ہے جسے چاہے اللہ اپنے نور کی راہ بتائے اور اللہ آدمیوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے ؈ ف۱
۳۶- وہ چراغ اُن گھروں میں ہے جنہیں بلند کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے اور یہ کہ اُن میں اس کا نام لیا جائے تا کہ اُن گھروں میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں ؈
۳۷- وہ لوگ جنہیں تجارت اور بیع اللہ کے ذکر اور نماز کے قائم کرنے، اور زکوٰۃ دینے

اللہ نور ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کے نور کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کے نور کی مثال ایسی ہے، کہ گویا ایک طاق ہے، جس میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل میں ہے، قندیل ایسی صاف اور چمکدار ہے کہ گویا موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے۔ اس میں برابر یکساں روشنی ہے، نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ تیل اس طرح کا ہے کہ بغیر آگ جلنے کے تیار ہے ظاہر ہے کہ ایسی روشنی تیز ہوگی۔ واضح ہوگی۔ دور تک پہنچنے والی اور پاکیزہ ہوگی بس اپنے نور سے جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ چنانچہ آخر میں تشبیہ کے التزام پر ارشاد ہے۔ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ۔ یعنی اس کا پیغام بہت روشن ہے، واضح ہے۔ تابناک ہے اور گمراہی اور ظلمت کی ہر گتھیوں کو سلجھانے والا ہے جس کو چاہتا ہے اس نور سے کسب فیض کا موقع دیتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور اللہ تعالیٰ ان تشبیہات کو مثالوں کے طور پر بیان کرتا ہے تاکہ اہل علم و حکمت معرفت کر سکیں۔ اور وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔

ہو سکتا ہے نور سے مراد یہ ہو کہ اللہ اپنی کائنات کیلئے منبع ہے اور رونق ہے۔ روشنی ہے۔
جیسا کہ کہتے ہیں۔ وَأَنْتَ لَهَا نُورٌ وَغَيْثٌ وَعِصْمَةٌ۔ تیسرا امکان یہ ہے۔ کہ جس طرح نور اور روشنی سے تمام اشیاء منکشف ہو جاتی ہیں اور سب کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ زمین و آسمان کیلئے بمنزلہ نور کے ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو پھر کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور بصورت دیگر تاریکی ہی تاریکی دکھائی دیتی ہے۔ اور انسان علل و معلولات کے غیر متناہی سلسلے میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔
بحث میں علت و معلول کی ہر عقل علیل
اور اگر اس پر ایمان رکھا جائے، اور اس کی ذات کو خالق اور مستقل لیا جائے۔ تو کائنات کی تمام گتھیاں سلجھ جاتی ہیں، اور کسی گوشہ میں تاریکی نہیں رہتی۔
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ میں قرآن حکیم نے ایک ایسی حقیقت کو بیان کیا ہے جس کا انکشاف آج چودہ سو سال بعد ہوا ہے۔
غور فرمائیے۔ عربی لٹریچر میں چراغ کے لئے کوئی لفظ موجود نہیں ہے [illegible]

ف۱ [illegible] کیا پیش کیا ہے جو چمکنے میں موتی اور سب طرف برابر روشنی دیتی ہے۔ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ جس میں ایسا تیل ہے جو بغیر آگ دکھانے کے جلتا ہے [illegible] یہ بجلی اور [illegible] کا تو نہیں [illegible] نہیں؟ اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر علم اور [illegible] کیا کسی انسانی کلام میں ہو سکتی ہے؟

وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙۖ يَخَافُوْنَ يَوْمًا
تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝
۳۸ - لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ
يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
۳۹ - وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا
وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝
۴۰ - اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ

سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں
جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی ۝
۳۸ - کہ اللہ انہیں ان کے بہترین کاموں کا بدلہ دے
اپنے فضل سے انہیں زیادہ دے اور اللہ جسے
چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۝
۳۹ - اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے
میدان میں ریت۔ پیاسا اُسے پانی سمجھے،
یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا،
اور اس کے پاس خدا کو پایا۔ پھر اس کو اس کا پورا حساب
دیا۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۝ ف۱
۴۰ - یا ان کے اعمال مثل ان تاریکیوں کے ہیں جو گہرے دریا میں ہوتی
ہیں اس کا فر پر موج پر موج چڑھی آتی ہے اور اس کے
اوپر بادل ہے۔ تاریکیاں ہیں، ایک پر

کفر کی تاریکیاں اور اس کی مثال!

ف اس سے قبل کی آیات میں ہدایت و رشد کی وضاحت اور نورانیت کی تفصیل تھی۔ یہ بتایا تھا۔ کہ ان گھروں میں اللہ کے نور کا اُجالا ہوتا ہے۔ جن کا ادب اور احترام اللہ نے ضروری قرار دیا ہے اور جہاں اس کا نام لیا جاتا ہے اور صبح و شام تسبیح و تقدیس کے ترانے گائے جاتے ہیں، اور وہ لوگ اس نور سے اپنے سینوں کو بھر لیتے ہیں، وہ ذکر میں نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مگر اپنی عبادت پر مغرور و نازاں نہیں ہوتے بلکہ محاسبے کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں، اس کے بعد یہ بتایا تھا۔ کہ اس نور کے منکرین محض غلط توقعات موہوم اُمیدوں میں اُلجھے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باوجود کفر و انکار کے ہمارے اعمال اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور قبول دے گا۔ اور زیادہ باز پرس نہیں کرے گا۔ فرمایا ان لوگوں کی مثال اس پیاسے کی طرح ہے جو دور سے ریت کو چمکتے ہوئے دیکھے۔ اور پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑے۔ اور جب اس کے پاس پہنچے تو وہاں جز سراب کے اور کچھ نہ پائے۔

یہ لوگ بھی آخرت میں اسی طرح مایوس ہوں گے۔ دنیا میں ان کو اپنے اعمال بہت زیادہ وقیع اور قابل لحاظ نظر آتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے حضور میں جاکر انہیں معلوم ہوگا، کہ یہ محض فریب نگاہ اور نفس کا دھوکا تھا۔ اس آیت میں ایک اور تشبیہ کے ذریعے ان کے اعمال کی بے وقری بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ ان کے اعمال اور اعتقادات کی مثال تاریکی و ظلمت میں ایسی ہے۔ جیسے سمندر ہو۔ اور اس میں تموج و تلاطم ہو۔ اور اوپر سے گھنے بادل چھائے ہوں۔ جس طرح ابر کے کی اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح یہ لوگ اعتقاد و عمل اور کردار و گفتار کی تاریکیوں میں مبتلا ہیں۔ کہ قریب ترین ہدایت اور قریب ترین روشنی بھی ان کو محسوس نہیں ہوتی۔

جو لوگ ذوق ادب رکھتے ہیں وہ محسوس کریں گے کہ اس آیت میں تشبیہات کا وہ نادر مجموعہ ہے۔ کہ عقل انسانی محو حیرت ہے اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ الفاظ اس نوع کے استعمال فرمائے ہیں جن سے سمندر کی تاریکیوں کا ہولناک نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ محاکات کی اس سے بہتر مثال کسی ادب میں ملنا ممکن نہیں۔ الفاظ کے چڑھاؤ اتار سے

بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ
يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ع ۱۱
۴۱ - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝
۴۲ - وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝
۴۳ - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا
ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ
رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ
خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ

ایک۔ جب اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اُسے دیکھ
نہیں سکتا۔ اور جسے اللہ نے روشنی نہ دی۔
اُس کے لئے کچھ روشنی نہیں ۝
۴۱ - کیا تُو نے نہ دیکھا، کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین
میں ہے، اور اُڑتے جانور پر کھولے ہوئے
اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ سب کی تسبیح اور نماز اللہ جانتا
ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ۝ ف۱
۴۲ - اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے
اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ۝
۴۳ - کیا تُو نے نہ دیکھا، کہ اللہ بادل ہانک لاتا ہے
پھر انہیں اکٹھے کرتا۔ پھر تہ بر تہ کرتا ہے،
پھر تُو دیکھتا ہے کہ ان بادلوں کے درمیان سے مینہ
نکلتا ہے۔ اور وہ آسمان سے اُن پہاڑوں سے

ف۱

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ: یعنی کائنات کا ہر ذرہ خدا کی تسبیح وستائش میں مصروف ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو اس کے تحت اور مسخر نہ ہو۔ آسمان و زمین کے تمام حقائق اس کے عتبۂ جلال کے سامنے جھکتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ مگر سجدہ اور نیازمندی کے طریقے مختلف ہیں۔ ہر شے اپنی فطرت اور ساخت کے مطابق اپنے فرائض کو ادا کر رہی ہے۔ اور نہایت استقلال سے نیازمندی اور بندگی کا ثبوت دے رہی ہے۔

حلِ لغات

يُزْجِىْ - چلاتا ہے۔ ہنکاتا ہے۔ اصل میں ازجا کے معنے سہولت اور آسانی سے چلانے کے ہیں۔
اَلْوَدْقَ - ہلکی ہلکی بارش۔

مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ
يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ
بِالْاَبْصَارِ ۝
۴۴- يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝
۴۵- وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ
مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى
بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ
مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

جو آسمان میں ہیں اولے اتارتا ہے، پھر وہ اولے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے ۝ ف۱
۴۴- اللہ رات اور دن کو پھراتا رہتا ہے، اس میں آنکھ والوں کے لئے عبرت ہے ۝
۴۵- اور اللہ نے ہر پھرنے والا پانی سے پیدا کیا۔ سو ان میں بعض اپنے پیٹ کے بل چلتے۔ اور بعض دو پیروں پر چلتے اور بعض چار پیروں پر چلتے ہیں، اللہ جو چاہے، پیدا کرے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے ۝

ف۱

ان سب آیات میں اللہ کے انواع قدرت کا بیان ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ اگر تم اس کارگاہ حیات کی حیرت انگیزیوں پر غور کرو گے اور سوچو گے۔ تو تمہیں اس کی حکمتوں اور قدرتوں کا صحیح علم حاصل ہو جائے گا۔ تمہیں معلوم ہو گا۔ کہ وہ کیونکر بادلوں کو حرکت دیتا ہے، اور پھر کیونکر ان کو آپس میں ملا دیتا ہے تمہیں یہ معلوم ہو گا۔ کہ بارش کے قوانین کیا ہیں۔ اولوں میں اور قطروں میں کیا فرق ہے؟ تم بجلی کی کوند اور کڑک کو غور سے دیکھو گے۔ اور اس طرح لیل و نہار کے اختلافات کو ملاحظہ کرو گے۔ اور اس طرح غور و فکر سے تمہیں معارف و حکم کا بہرہ وافر حاصل ہو جائے گا۔ بشرطیکہ تم میں سوجھ بوجھ کی صلاحیت ہو۔

حلِّ لغات

سَنَا بَرْقِهٖ ۔ بجلی کی روشنی، برق روشن۔

۴۷- لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

۴۷- ہم نے کھلی نشانیاں نازل کیں۔ اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ پر چلائے ○ ف۱

۴۸- وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○

۴۸- اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہوئے۔ پھر اس اقرار کے بعد ان میں سے ایک فرقہ ایمان سے پھر جاتا ہے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ ف۲

۴۹- وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

۴۹- اور جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ذرا ہی ایک فرقہ کے لوگ ان میں سے منہ موڑتے ہیں ○

۵۰- وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ○

۵۰- اور اگر ان کو کچھ حق (مال قیمت وغیرہ) پہنچتا ہو تو اس کے مطیع ہو کر آتے ہیں ○

۵۱- اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ

۵۱- کیا ان کے دلوں میں روگ ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر

ف۱ مقصد یہ ہے، کہ قرآن میں رشد وہدایت کی واضح اور نمایاں نشانیاں موجود ہیں۔ اس میں تمام انواع قدرت وحکمت کی تشریح ہے اور اخلاق ومعاشرت کی توضیح۔ اس میں فطرت کی باریکیوں سے عقائد کی مشکلات تک سب کو واضح کیا ہے۔ غرض بحیثیت مجموعی یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس سے ہر قسم کے ذہن کا انسان ہر طرح کا استفادہ کر سکتا ہے۔ مگر استفادہ کی توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو لوگ اپنے دلوں میں بغض وعناد کے بیج بوتے ہیں۔ اس کی برکات سے متمتع نہیں ہو سکتے کیونکہ ان لوگوں سے توفیق صحیح استفادہ چھین لی جاتی ہے ۔

منافقین کے جذبۂ اطاعت کی حقیقت

ف۲ ان آیات میں منافقین کی ذہنیت کو آشکارا کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ظاہر میں یہ لوگ اسلام کے فضائل ومحاسن کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم مومن ہیں۔ اور اللہ ورسول کے مطیع ومنقاد ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ مومن نہیں۔ ان میں سرکشی وتمرد کا مادہ ہنوز موجود ہے۔ چنانچہ جب ان سے کسی معاملہ میں کہا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ان لو اور اس کے فیصلوں کے سامنے جھک جاؤ۔ ان میں سے بعض لوگ روگردانی کرتے ہیں۔ اور آپ کو اپنے معاملہ میں حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ ہاں اگر انہیں یہ یقین ہو جائے۔ کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ اور ہمیں کچھ دلوا دیا جائے گا۔ تو پھر ان کی سرکشی اور انکار، انقیاد واطاعت میں بدل جاتا ہے۔ اور مخلصانہ طور پر اس وقت اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کو حکم قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔ ان کے دل میں نفاق کا مرض ہے۔ اور اسلام کے متعلق شکوک وشبہات ہیں۔ اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں آپ ان کے مخالف فیصلہ صادر نہ فرماویں ۔

بات یہ تھی، کہ ایک منافق اور یہودی کے درمیان زمین کی بابت کچھ جھگڑا تھا۔ یہودی کہتا تھا۔ آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف مان لیں۔ وہ جو فیصلہ صادر فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا۔ منافق کہتا تھا۔ نہیں۔ میں کعب بن اشرف کو حکم مانتا ہوں۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ میں باطل پر ہوں۔ اس لئے حضور میری حمایت نہیں کریں گے مگر بوجہ نفاق وکج فہمی اس انصاف کو یہودی کے سامنے (باقی برصفحہ ۸۵۳)

رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
۵۲- اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ
يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
۵۳- وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ
اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝
۵۴- وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ
طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
۵۵- قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

بے انصافی کرے گا، کوئی نہیں بلکہ وہی لوگ بے انصاف ہیں ۝
۵۲- ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے
رسولؐ کی طرف اس لئے بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ
کرے تو کہیں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا۔ اور ایسے ہی لوگ
نجات پائیں گے ۝
۵۳- اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اور رسولؐ کا حکم مانے اور اللہ سے
ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے سو وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے ۝
۵۴- اور وہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تو ان کو
حکم دے تو وہ ضرور اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائیں کہہ قسمیں نہ
کھاؤ۔ (ہم کو) فرمانبرداری چاہیے کہ دستور ہے البتہ اللہ
واقف ہے جو تم کرتے ہو ۝
۵۵- تو کہہ اللہ اور رسولؐ کی تابعداری کرو۔ پھر اگر تم
منہ موڑو گے تو رسولؐ کا فرض وہ ہے جس کا بوجھ اس پر لادا گیا

(بقیہ حاشیہ)

جیسے وہ اپنے ظلم سے تعبیر کرتا اور کہتا کہ مجھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے شبہ ہے کہ وہ ناانصافی نہ کریں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ خود ظالم اور جھوٹے ہیں۔ اصل میں خبث اور کھوٹ ہے۔ اس لئے اسلام پر اطمینان نہیں، اور حضورؐ کے متعلق بدگمان ہیں۔ ورنہ کون ہے۔ جو آپ کی صفت شعاری اور عدل گستری کا انکار کر سکے۔

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ میں ہمزہ استفہام در اصل خبر کے لئے ہے۔ جس طرح جریر کہتا ہے ؎

الستم خیر من رکب المطایا

شک کے لئے نہیں۔

کسی شخص کی قوت ایمان کا حال اُس وقت معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ ہر حالت اور ہر کیفیت میں اپنے کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دے۔ اور کسی نفع و نقصان کا خیال نہ کرے اور یہ سمجھے کہ نبی کے معنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے ہیں۔ اس لئے اگر اس محبت اور عقیدت میں جان بھی کھونا پڑے، تو وہ یہی یقین رکھے۔ کہ نہیں گھاٹے میں نہیں رہا۔ ارشاد ہے کہ اس نوع کی اطاعت شعاری مومنین کا خاصہ ہے۔ یہ بات منافقین میں نہیں پائی جا سکتی۔ بلکہ یہی مقام امتیاز ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت ایمان کس کے پاس ہے۔ اور کون محروم! مومن کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے، تو وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتا ہوا لپکتا ہے، اور فوز و فلاح کو حاصل کر لیتا ہے۔

حلِّ لغات

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ محاورہ ہے جس کے معنے مضبوط اور مستحکم قسم کھانے کے ہیں۔

وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ○

اور تمہارا وہ ذمہ ہے جو تم پر لادا گیا۔ اور اگر اس کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولؐ کا ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے ○ ف۱

۵۶- وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ○

۵۶- جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں حاکم بنائے گا جیسے اُن لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں اور اُن کا دین جو اس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے اُن کے واسطے محکم کر دے گا اور اُن کے خوف کے بعد انہیں امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد کافر ہوگا سو وہی لوگ نافرمان ہیں ○ ف۲

۵۷- وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○

۵۷- اور نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ شاید تم پر رحم ہو ○ ف۳

ف۱ قرآن حکیم نے بار بار اطاعتِ رسولؐ کو بیان فرمایا ہے۔ اور جتایا ہے۔ کہ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اس اسوۂ کامل کی تقلید کرے اور اپنی زندگی کے لئے مشکوٰۃ نبوت سے کسب انوار کرے۔ کیونکہ پیغمبر ہی دنیا میں محاسن اور کمالات کا پیکر ہوتا ہے۔ اور اس سے بے نیازی اللہ کے دین سے کفر کے مترادف ہے۔ چنانچہ اِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا کہہ کر اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔ کہ دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت شعاری کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ عظمتِ رسولؐ کو سمجھو۔ اور اس کے مقام رفیع سے واقف ہو۔ تاکہ تم ہدایت حاصل کر سکو۔

استخلاف فی الارض کا وعدہ

ف۲ دین کے معنے اسلامی نقطۂ نگاہ سے کامیابی کے کامل پروگرام کے ہیں۔ اس لئے جو لوگ صحیح معنوں میں مومن ہوں گے اور ان کے اعمال اللہ کے تجویز کردہ پروگرام کے ماتحت ہوں گے۔ ان کا دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا یقینی اور حتمی ہے۔ اس آیت میں قرآن نے اسی اصول کی جانب رہنمائی فرمائی ہے ارشاد ہے۔ کہ مومنین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں خلیفۃ فی الارض یعنی ملک کا حاکم بنایا جائے گا۔ انہیں دنیا کی تمام نعمتوں سے نوازا جائے گا اور ان کے سر پر تاج خسروی رکھا جائے گا۔ اور ان کیلئے یہ مقدرات رہیں گے ہے۔ کہ جب تک اسلام کی پوری پابندی کرتے رہیں۔ اس وقت تک دنیا کی قیادت کریں۔ سب سے بلند رہیں۔ اور اللہ کے فضل سے سارے جہان پر حکومت کریں۔

کیونکہ اسلام کے احکام عمل میں ایسے رفعت آگین اور تفوق آفرین جلوے داخل ہیں۔ کہ ان پر عمل پیرا ہونے کا یہی طبعی اور منطقی نتیجہ ہے۔ جو مذکور ہوا اور صرف نظری ہی نہیں، بلکہ اسلام کی ساری تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ دیکھ لیجئے جب تک مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان رہے۔ ان کے دلوں میں احساسِ عزت کا جذبہ موجزن رہا۔ اسلام کے محاکاۃ و اصول ان کی زندگی میں کارفرما رہے۔ اور جب تک انہوں نے قیادت و رہنمائی کے منصب جلیل پر اپنے کو فائز رہنے کا حق دار سمجھا۔ تب تک حاکم رہے۔ عزت و اقتدار کے مالک رہے۔ اور رونق اور ٹھنگ و کرو فر رہے اور جب تک مذہب کے معنی ان کے ہاں خشک قیود اور بے روح رسوم کے

۵۸۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ
فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَ
لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○
۵۹۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ
يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ
تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ
بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ
لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

۵۸۔ تو گمان نہ کر کہ کافر لوگ زمین میں (بھاگ کر) تھکا دیں گے، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ بُری جگہ ہے ○

۵۹۔ مومنو! چاہئیے کہ تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی) غلام، اور تمہارے نابالغ لڑکے تین وقت تم سے اجازت لے کر گھر میں آیا کریں، نماز فجر سے پہلے ف۱ ۔ اور جب تم دوپہر کو اپنے کپڑے اُتارتے ہو۔ اور بعد نماز عشاء۔ یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں، بعد ان وقتوں کے ان پر اور تم پر کچھ گناہ نہیں، کہ تم ایک دُوسرے کے پاس پھرا ہی کرتے ہو (یعنی علاوہ ان وقتوں کے آجا سکتے ہو) یوں اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا

یہی تو وہ اسلام ہے۔ جس کی وجہ سے مٹھی بھر مسلمان کائنات پر چھا گئے اور دُوسروں کی راہنمائی کرنے لگے۔ پھر آج اگر ہم میں ذہنی افلاس اور تسفل موجود ہے۔ تو اسلام اور قرآن اس کا ذمہ دار نہیں۔ بلکہ اس کی ساری ذمہ داری ہمارے اپنے اعمال اور کردار پر عائد ہوتی ہے ۔

ف۳ وعدۂ استخلاف کے بعد اس آیت میں نہایت جامعیت کے ساتھ وہ پروگرام بتلایا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے خلافت و نیابت الٰہیہ کا منصب حاصل ہو سکتا ہے۔ اور وہ پروگرام نماز اور زکوٰۃ کی تنظیم ہے۔ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ مسلمان اگر نماز کی اصلاحی و اجتماعی برکات سے آگاہ ہو جائیں۔ اور زکوٰۃ کی تنظیم کر لیں۔ اور یہ طے کریں۔ کہ ان کی زندگی اسوۂ رسول کے مطابق ہوگی۔ تو یقین جانئے۔ آج ہی ان کی ہر قسم کی ذلّتیں اور نحوستیں، سعادتوں سے بدل سکتی ہیں ۔

غلاموں اور نوکروں کیلئے قواعد!

ف۱ ان آیات میں پھر سورۃ کے اصل موضوع کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ سورۃ کا اصل موضوع تمدنِ انسانی کے مسائل ہی کو بیان کرنا ہے۔ اور یہ بتانا ہے۔ کہ اخلاقِ حسنہ اور عوائدِ رسمیہ میں کون کون باتیں داخل ہیں۔ قرآن حکیم کا یہ مخصوص اندازِ بیان ہے۔ کہ وہ موضوع کی تفصیلات میں بھی تنوع کو باقی رکھتا ہے۔ اور صرف مسئلہ کے لازم و ملزوم پر ہی بحث نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طریق سے قرآن میں جو ایک جاذبیت اور وسعتِ تعلق ہے۔ وہ جاتی رہتی ہے۔ تنوع کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پڑھنے والا بے تکان پڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور طبیعت میں کسی نوع کا تکدر پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہوتی ہے۔ جو ایک سرسبز و شاداب مقام سے گزر رہا ہو۔ کہیں سبزہ ہے، تو کہیں پھول۔ کہیں اُونچے اُونچے درخت اور دریا ہیں، تو کہیں پہاڑ۔ اور چشمے نظر آتے ہیں، جس طرح یہ شخص ان بوقلمون اور گوناگوں نظاروں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن پڑھنے والا دیکھتا ہے۔ کہ یہاں مضامین و معانی کا گلزار کھلا ہوا ہے۔ کہیں توحید کے دلائل سے بحث ہے، کہیں حشر و نشر کے تذکرے، اور کہیں اخلاق کا ذکر ہے۔ تو کہیں دیانت و تقویٰ

حَكِيْمٌ ○
۶۰- وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
اٰيٰتِهٖ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○
۶۱- وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا
يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ
اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ
بِزِيْنَةٍ ۚ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ
لَّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○
۶۲- لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ
حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ

حکمت والا ہے ○
۶۰- اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو اُن کو
چاہیئے کہ اذن مانگیں جیسے اُن سے اگلے لوگ
مانگتے رہے ہیں، یوں اللہ تمہارے لئے اپنی
آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○
۶۱- اور عورتوں میں سے بڈھی عورتیں جو نکاح کی
اُمید نہیں رکھتیں اُن پر اس میں کچھ گناہ نہیں
کہ اپنے کپڑے اُتار رکھیں جب کہ وہ زینت دکھانے
والی نہ ہوں، اور جو اس سے بھی بچیں تو اُن کے لئے
(اور) بہتر ہے۔ اور اللہ سُنتا جانتا ہے ○
۶۲- نہ اندھے پر کچھ گناہ ہے، اور نہ لنگڑے پر
کچھ گناہ ہے۔ اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے،
اور نہ تمہاری جانوں پر کچھ گناہ ہے، کہ تم

معاشرت انسانی کی مشکلات کا۔ اسی طرح سارے قرآن میں یہ دلچسپیاں قائم رہتی ہیں ●

سورۂ نور کی ابتداء تعارف سے ہوئی ہے۔ پھر حدود زنا کی تفصیل ہے۔ پھر مسئلہ لعان ہے۔ اس کے بعد قصّۂ افک۔ پھر پردے کے مسائل ہیں۔ اور نکاح کا فلسفہ اور حکمتیں۔ اس کے بعد مکاتبت کا ذکر ہے۔ اور درمیان میں اللہ کے انوار آ گئے ہیں۔ مسائل عملیہ برابر شروع چلا جا رہا ہے ●

اس آیت میں پردہ سے متعلق دوسرے مسائل کی تفصیل فرمائی ہے ●

عام طور پر گھروں میں بچے اور عورتیں کام کاج کرتی رہتی ہیں اور بے تکلف اُن کا گھروں میں آنا جانا رہتا ہے۔ بعض دفعہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک ملازم اچانک اندر آ جاتا ہے، جب کہ آپ اس کا سامنا نہیں چاہتے۔ تو اس حالت میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہی دونوں شرمندہ ہو جاتے ہیں ●

قرآن حکیم نے اس سلسلے میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ نماز صبح سے پہلے۔ دوپہر قیلولہ کے وقت اور عشاء کے بعد اگر ان لوگوں کو اندر آنا ہو۔ تو باقاعدہ اجازت لے کر آئیں۔ کیونکہ یہ اوقات سونے اور آرام کرنے کے ہیں۔ ان اوقات میں آدمی سارے کپڑے عموماً نہیں پہنتا ہے۔ یا کپڑے اور پردہ کی جانب سے غافل ہوتا ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ بے پردگی نہ ہو جائے ●

حلِّ لغات

الْقَوَاعِدُ ۔ بڑی بوڑھی عورتیں۔ جو بے چاری زیادہ ہل جل نہ سکیں ●

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۔ یعنی اس نوع کی عورتوں کو عملاً زیادہ سخت پردے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تاہم ان کو بھی محتاط رہنا چاہئے ●

تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ
بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ
أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ
أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ
صَدِيقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ
فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا
عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ
كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

اپنے گھروں سے کھاؤ۔ یا اپنے باپوں کے گھروں سے۔ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے۔ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے۔ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس کے گھر سے جس کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر گناہ نہیں کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ، یا الگ الگ بیٹھ کر[ف۱] کھاؤ، پھر جب تم گھروں میں جاؤ، تو اپنے لوگوں پر سلام کرو۔ یہ خدا کی طرف سے برکت والی پاکیزہ دعا مقرر ہوئی ہے۔ یوں اللہ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے،

آدابِ طعام

ف بات یہ تھی۔ کہ بعض لوگ دوسرے کے ہاں کھانا کھانے سے بربنائے خودداری پرہیز کرتے تھے۔ وہ ان کا یہ خیال تھا کہ شاید اس طرح بے تکلفی سے دوسرے کے ہاں کھانے سے تعلق و دیانت کی خلاف ورزی ہوگی۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے۔ کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ہاں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ ۔ سے مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ اس قابل نہیں ہوتے۔ کہ آزادی کے ساتھ کسی کے ساتھ شریک طعام ہوسکیں۔ اس لئے ان کو کسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں تکلف ہوتا تھا۔ قرآن حکیم کہتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ کھانا جو اپنے اور قریبی ہیں۔ برا نہیں۔ اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ یا ہوسکتا ہے کہ دوسروں کو ان کے ساتھ شریک طعام ہونے میں اعتراض ہو۔ اور اس اعتراض کو اس آیت میں دور کیا گیا ہو۔ اس صورت میں علیٰ بمعنے فی ہوگا۔

أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۔ عربوں میں رواج تھا۔ کہ وہ تنہا خوری کو معیوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ بنی لیث بن عمرو کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ لوگ اس وقت تک بھوکے رہتے۔ جب تک کہ کوئی مہمان ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھاتا۔ انصار کا بھی یہی طریقہ تھا۔ وہ بھی انتہا درجے کے مہمان نواز تھے۔ قرآن حکیم نے اس آیت میں ان لوگوں کو اجازت دی کہ وہ جس طرح چاہیں کھا سکتے ہیں۔ چاہے اکٹھا مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ اور چاہے الگ کھائیں۔ اور مہمان کو الگ بھیج دیں، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

حلِّ لُغات

بُيُوت۔ جمع بَيْت۔ بمعنے گھر۔ عَمّٰتِكُمْ۔ عَمَّة کی جمع، بمعنے پھوپھی۔ أَخْوَالِكُمْ۔ جمع خَال۔ ماموں۔ خٰلٰتِكُمْ واحد خالة۔ بمعنے مشہور ہیں۔ ماں کی سگی بہن۔ أَشْتَاتًا۔ شتّ اَشْتَات کی جمع ہے۔ متفرق۔ الگ الگ۔

ع۴

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
۶۲- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا
مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ
يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ
فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ
فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ
اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
۶۳- لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ
كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ

شاید تم سمجھو ۝
۶۲- مومن تو وہی ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول
پر ایمان لائے۔ اور جب کسی جمع ہونے
کے کام میں اس کے ساتھ ہوں، تو بغیر اس سے
اجازت لیے نہ چلے جایا کریں۔ جو لوگ تجھ
سے اجازت لے کر جاتے ہیں، وہی ہیں جو
اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں۔ پھر
جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت
مانگیں، تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دو
اور اللہ سے ان کے لئے معافی مانگ، بیشک اللہ
بخشنے والا مہربان ہے ۝ ف۱
۶۳- اور اپنے درمیان رسول کا بلانا ایسا نہ ٹھہراؤ
جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو،

آداب مجلس

ف۱ یہ آداب مجلس میں ہے، کہ بغیر اجازت صدرِ مجلس یا شرکاءِ مجلس کے وہاں سے کوئی نہ اٹھے۔ منافقین کی عادت تھی کہ جب چاہا دفعتاً یا خلے میں بیٹھ گئے۔ اور جب چاہا، اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا ناپسند تھی۔ اس لئے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ آداب مجلس کو ملحوظ رکھنا جزوِ ایمان ہے اور وہ لوگ جو ان آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔

غور فرمائیے۔ قرآن میں آداب و تہذیب رسمیہ کی کس قدر اہمیت ہے۔ اور اس وقت کا مسلمان ان آداب سے کس قدر عاری ہے۔ آج یورپ والے ان اخلاق و عادات کو اس طرح اپنا چکے ہیں، کہ گویا یہ ان کا خاصہ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں اسلام سے لی گئی ہیں۔

يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ
مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ
يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ
تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
۶۴- اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ
عَلَيْهِ ۭ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ انہیں جانتا ہے جو تم میں سے نظر بچا کر
کھسک جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اس کے حکم کی
مخالفت کرتے ہیں، چاہیے کہ ڈریں کہ ان پر
کوئی آفت نہ آ جائے۔ یا انہیں دکھ دینے والا
عذاب پہنچے ○ ف۱
۶۴- خبردار رہو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
اللہ ہی کا ہے۔ وہ جانتا ہے جس حال میں تم
ہو۔ اور جس دن اس کی طرف پھیر لئے جائیں گے
تو وہ ان کے اعمال سے انہیں مطلع کرے گا
اور اللہ ہر شئے کو جانتا ہے ○

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۷۷) رُكُوْعَاتُهَا (۶)

سورۂ فرقان

مکی ---- آیتیں ۷۷ ---- رکوع ۶

ف۱

حرمتِ رسولؐ کے بارہ میں نصیحت طور پر فرمایا کہ رسولؐ کے حکموں کو ایسا نہ سمجھنا۔ جس طرح تم ایک دوسرے کو مخاطب کر کے حکم دیتے ہو۔ یعنی خواہ ان پر عمل کرو یا نہ کرو۔ رسولؐ کی ہر بات واجب التعمیل ہے۔ اور جو لوگ اس کے ارشادات کو نہیں مانتے۔ اور اپنے لئے ان ارشادات کو صحیح اور سند نہیں سمجھتے۔ ان کو ڈرنا چاہئے۔ کہ اس انکار کی بنا پر کسی آفت یا اللہ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

بعض کی رائے میں آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولؐ کو عام مخاطب کے انداز میں مخاطب نہ کیا جائے بلکہ حرمت و احترام کو مدِنظر رکھ کر یا رسول اللہ یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ سے پکارا جائے بعض کی یہی رائے ہیں

اس سے مراد ہے کہ حضورؐ کو مخاطب کرنے میں آواز کا لہجہ عامیانہ یا نا ملائم نہ ہو۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ یہاں دعا سے مراد بددعا ہے یعنی یہ نہ سمجھو کہ رسولؐ کی بددعا عام لوگوں کی طرح بے اثر ہے۔ اس صورت میں بَعْضِكُمْ۔ عَلَيْكُمْ کے مترادف ہوگا۔

مگر پہلے معنی زیادہ درست اور سیاق کے مطابق ہیں۔

حَلِّ لُغَات

يَتَسَلَّلُوْنَ۔ کھسک جاتے ہیں، آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔

فِتْنَةٌ۔ آزمائش، عذاب، دیوانگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۱- تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى
عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ○
۲- الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ
شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ
شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○
۳- وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا
يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ
وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا
نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا
حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○
۴- وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
۱ - بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر فرقان
نازل کیا، کہ اہل جہان کے لئے ڈرانے والا ہو○ ف۱
۲ - وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے
اور اس نے کوئی فرزند نہیں رکھا۔ اور سلطنت
میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اس نے ہر شے
کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ٹھیک اندازہ ٹھہرایا○ ف۲
۳ - اور لوگوں نے اس کے سوا کئی معبود ٹھہرائے ہیں
جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ اور آپ پیدا شدہ ہیں
اور اپنی جانوں کے لئے نفع نقصان کے مالک
نہیں۔ اور نہ موت و حیات کے مالک ہیں اور
نہ جی اٹھنے کے (دن) کچھ مالک ہیں○
۴ - اور کافروں نے کہا، کہ یہ قرآن صرف ایک

مسلمان قرآن کے بعد کسی دوسرے صحیفہ کا منتظر نہیں

ف۱ اللہ کی ذات ہمہ خیر اور ہمہ برکت ہے۔ اور یہ اس کے فیوض عامّہ میں سے ہے کہ اس نے گمراہ انسانوں کیلئے ایک راہنما بھیجا۔ اور ایک نہایت ہی شاندار کتاب عنایت فرمائی۔ جو حق و باطل کے درمیان فارق ہے۔ اور وہ راہنما ایسا ہے کہ اس کی نبوت تمام کائنات انسانی کے لئے ہے۔ اس کا پیغام زمان و مکان کی قیود سے بالا ہے۔ وہ ہر قوم اور ہر قرن کے لئے نذیر ہے۔ اس کی تعلیمات کا فیض عام ہے۔ وہ ایک ایسا آفتاب رشد و ہدایت ہے۔ جو کبھی غروب نہیں ہوتا۔ یعنے قیامت تک مسلمانوں کو کسی نبوت اور کسی رسالت کی ضرورت نہیں، کسی کتاب اور کسی صحیفے کی حاجت نہیں۔ جہاں تک رشد و ہدایت کے پروگرام کا تعلق ہے۔ مسلمان قرآن کے بعد ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ عَلٰى عَبْدِهٖ سے مراد ہے کہ حضور کے بلند رتبہ اور مقام عبودیت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جو ان مراتب اور درجات کے۔ باوجود بھی قرب و اختصاص کے، کہ دنیا کا کوئی شخص فضائل میں ان کا ہمسر نہیں ہے اور وہ اقلیم سکارم کے تنہا تاجدار ہیں۔ اللہ کے بندے ہیں اور ان کے تعلقات اپنے خالق سے نیازمندانہ ہیں۔ نَذِيْرًا۔ سے مراد آگاہ کرنے والا ہے۔ ڈرانے والا نہیں۔

اشتراکیت اور اسلامی تخیل ملک

ف۲ شرک اور بت پرستی کی تردید ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر اس کو بیٹوں کی کیا ضرورت ہے؟ اور کون ہے جو اس کے اختیارات میں دخل اندازی کر سکے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

اشتراکیت کا موجودہ تخیل اگر غور کیا جائے تو اس آیت کی رو سے درست نہیں۔ کیونکہ اشتراکیت کے معنے یہ ہیں۔ کہ تمام املاک کو حکومت کا ملک قرار دیا جائے۔ حالانکہ ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی کو اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ اس کو مناسب منصفانہ طریق سے اپنے بندوں میں تقسیم کرے۔ یہ خدا کی ملک اور اس کے قبضہ اختیار

اَللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...

اِفْكُ نِ افْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ
اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚ
۵۔ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا
فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ○
۶۔ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○
۷۔ وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ
الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ
اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ
نَذِيْرًا ○
۸۔ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ
جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ

جھوٹ ہے جسے اس نے خود ہی باندھ لیا اور اس میں
اور لوگوں نے اس کی مدد کی ہے پس یہ ظلم اور دروغ لائے
۵ ۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو لکھوا لیا ہے
سو وہ اس پر صبح و شام برابر پڑھی جاتی ہیں ○
۶ ۔ تو کہہ اسے اس نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور
زمین کے اندر چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے ، بیشک وہ
بخشنے والا مہربان ہے ○ ف
۷ ۔ اور وہ لوگ (بطور ہنسی) کہتے ہیں کہ اس رسول کو
کیا ہوا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے
اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا کہ لوگوں
کے ڈرانے کیلئے اس کے ساتھ رہتا ○
۸ ۔ یا اس کی طرف خزانہ کیوں نہ ڈالا گیا یا اس کے پاس
کوئی باغ کیوں نہ ہوا جس میں سے وہ کھایا کرتا اور ظالم نے

اور ہماری حیثیت محض امین کی ہے ۔ براہ راست ہم اس کے مجاز نہیں کہ اپنے اختیارات کو بروئے کار لاسکیں ۔ ہم اللہ کی ہدایات کے منتظر ہیں ۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ، اپنی دولت کو تقسیم کرتا ہے ۔

چنانچہ قرآن حکیم نے دولت اور املاک کی اتنی بہتر تقسیم فرمائی ہے کہ اس کے بعد اشتراکیت کے لئے مسلمان کے قلب میں کوئی جگہ نہیں رہتی ۔

قرآن خدا کا کلام ہے !

ف نضر بن حرث اور اس قماش کے دوسرے لوگ جب یہ دیکھتے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا جواب بن نہیں آتا ، تو وہ کہتے کہ یہ خدا کا کلام تھوڑا ہی ہے ۔ یہ تو افتراء ہے ، وہ لوگ جو اہل کتاب تھے ، اور اب مسلمان ہو گئے ہیں ، اس کی ترتیب و تدوین میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹاتے ہیں ۔ نیز کہتے کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں جس کو اس نے لکھوا لیا ہے ۔ اور اب قرآن کے نام سے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے ۔

قرآن کہتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسُول ہیں ، اور خدا کی جانب سے فرستادہ ہیں ۔ ان کا پیش کردہ کلام خدا کا کلام ہے ۔ دلیل یہ ہے کہ اس میں ایسا علم اور ایسی وسعت معارف ہے جو اللہ کے ساتھ مختص ہے ۔

جس طرح آسمانوں اور زمین کے بھیدوں اور اسرار کائنات کو بجز خالق کون و مکان کوئی نہیں جانتا ۔ اسی طرح ان علوم و معارف سے کوئی شخص آگاہ نہیں ، جو قرآن میں مذکور ہیں ۔

غرض یہ ہے کہ قرآن کے کلام اللہ ہونے پر سب سے بڑی دلیل اس کی وسعت معانی اور دقاقت معلومات ہے ۔

کیا کوئی انسان اتنا بلیغ ، اتنا جامع ، اور جملہ ضروریات انسانی کو پورا کرنے والا کلام پیش کر سکتا ہے ؟ ایک ایسا کلام جس میں عقائد بھی ہوں ، اخلاق کی تفصیل بھی اور معاشرت کی گتھیاں بھی سلجھائی گئی ہوں جس میں اقوام و ملل کے حالات ہوں ۔ اور تفصیلات عروج و زوال کی داستان بھی ہو ۔ جس میں حیرت انگیز پیشگوئیاں ہوں ، اور ادب کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہو ۔ جس کا انداز بیان بالکل فطری ، جاذب اور

پیدا کر دے ۔ جو قرنوں میں جا کر [illegible] ایسا عظیم الشان کلام یقیناً انسانی کار وسعت سے باہر ہے ۔

[illegible]

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝
۹ - اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝
۱۰ - تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ
خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝
۱۱ - بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا
لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝
۱۲ - اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا
لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝
۱۳ - وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝
۱۴ - لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا

کہا کرتے تم تو صرف ایک شخص جادو کئے ہوئے کے پیچھے ہو لئے ہو جس کی عقل ماری گئی ہے ۝
۹ - دیکھو تیرے حق میں انہوں نے کیسی مثالیں بیان کیں اور کیسے گمراہ ہو گئے سو اب وہ راہ نہیں پا سکتے ف۱ ۝
۱۰ - بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تجھے اس سے بہتر دے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور تیرے لئے محل بنا دے ۝ ف۲
۱۱ - بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا۔ اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے دوزخ تیار کی ہے
۱۲ - جب دوزخ ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تب لوگ اس کا غصہ سے جھنجلانا اور چلانا سنیں گے ۝
۱۳ - اور جب زنجیر میں جکڑے ہوئے دوزخ کے کسی تنگ مکان میں ڈالے جائیں گے تب وہاں موت کو پکاریں گے
۱۴ - آج تم ایک موت کو مت پکارو، بلکہ تم

ف۱

مشرکین مکہ اپنی روایتی نخوت کی وجہ سے حضورؐ کو پیغمبر تسلیم نہ کرتے، اور کہتے کہ پیغمبر کو فوق الفطرت ہونا چاہیئے۔ وہ شخص جو کھاتا پیتا ہو، اور ضروریات کیلئے بازاروں میں گھومتا پھرتا ہو۔ وہ اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا وہ یہ بھی کہتے، کہ اگر یہ پیغمبر ہوتا، تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہیئے تھا۔ اللہ کی طرف سے اس کے پاس خزائن کا نزول ہونا چاہیئے تھا۔ اور باغات ہونے چاہئیں تھے۔ کہ جن میں سے پھل توڑ توڑ کر کھاتا ۔ ارشاد فرمایا۔ کہ یہ نبوت کا خود ساختہ معیار غلط ہے اور سراسر گمراہی کا باعث۔ نبی ہمیشہ ایک انسان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بشری ضروریات و حاجات لگی ہوتی ہیں۔ اس کا فوق الفطرت ہونا ضروری نہیں۔ وہ اخلاق اور روحانیت کے اعتبار سے البتہ سب لوگوں سے بلند ہوتا ہے۔ مگر جسم کی ساخت کے اعتبار سے عام انسان سے جدا نہیں ہوتا ۔

ف۲

یعنی یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ تمہارے پاس ایک باغ ہونا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں، کہ ہم جب چاہیں گے جنت و نعیم کا وارث بنا دیں گے۔ حدیث میں آیا ہے حضورؐ کے پاس جبرئیل امین آئے، اور انہوں نے پوچھا۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا دنیا کے تمام لذائذ یا آخرت کی نعمتیں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے تمام حظوظ سے آپ کا دامن بھر دیا جائے۔ تو کیا جا سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں میں آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دیتا ہوں ۔

حل لغات

قُصُوْرًا ۔ جمع قصر۔ محلات ۔
زَفِيْرًا ۔ گدھے کی آواز۔ یہاں مراد جہنم کی آواز ہے ۔

وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝
۱۵- قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ
الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ
لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝
۱۶- لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ
كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝
۱۷- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ
اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ
ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝
۱۸- قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ
لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ
مِنْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ

بہت سی موتوں کو پکارو ○
۱۵- تم کہو یہ دوزخ بہتر ہے یا ہمیشہ کا باغ،
جس کا وعدہ متقیوں کے لئے ہے کہ ان ہی کا
بدلہ اور آخری ٹھکانا ہوگا ○ ف۱
۱۶- اور اس میں ان کے لئے جو چاہیں گے موجود رہے گا وہ
ہمیشہ رہیں گے یہ وعدہ تیرے رب پر لازم ہے جو مانگا جاتا ہے ○
۱۷- اور جس دن وہ ان کو اور اللہ کے سوا ان کے
معبودوں کو جمع کرے گا۔ پھر پوچھے گا کیا میرے ان
بندوں کو تم نے بہکایا تھا۔ یا وہ آپ ہی راہ
سے بہک گئے تھے ○
۱۸- ان کے معبود کہیں گے تو پاک ہے ہمیں لائق نہ تھا
کہ تیرے سوا ہم اور رفیق پکڑیں،
لیکن تو نے ان کو، اور ان کے

دوزخ بہتر ہے یا جنت الخلد؟

ف۱ یعنی دنیا میں جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے رہے ہیں وہ اس کی تکذیب کرتے رہے۔ اور کلام الٰہی کو افترا اور جھوٹ کہتے رہے۔ مگر جب انہیں ان کے انکار و تکذیب کی پاداش میں جہنم کی سزا ہوگی، اس وقت وہ جتنی چاہیں گے۔ کہ موت آکر عذاب کی شدتوں اور تکلیفوں کو ختم کر دے۔ اس وقت زندگی سے سخت بیزار ہو کر بچنے کے لئے موت کی خواہش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ تم خود سوچو کہ کیا یہ عذاب کی تنگی، عذاب، اور تکلیفیں بہتر ہیں۔ یا جنت الخلد (بہشت جاودانی) بہتر ہے۔ کیا تم تمرد و سرکشی کو پسند کرتے ہو۔ جس کی سزا جہنم اور اس کی شدتیں ہیں۔ یا جنت پسند کرتے ہو۔ جہاں کہ روح و جسم کی تسکین اور راحت کا سامان ہے۔

اگر جنت پسند ہے، تو اس کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ اور تقویٰ کے معنے قرآنی اصطلاح میں یہ ہیں کہ قلب و دماغ گناہوں اور معصیتوں سے پاک کر دیا جائے۔ اور اس میں یہ استعداد پیدا کر دی جائے۔ کہ وہ خود بخود گناہوں کو نفرت و حقارت سے دیکھنے لگے۔

جنت چونکہ مقام رحمت ہے۔ اس لئے وہاں ہر خواہش کی تکمیل ہوگی۔ یعنی مسلمان دنیا میں مشتبہات کے ارتکاب سے بچتا ہے۔ خواہشات و جذبات کو ضبط و اعتدال کی حدود میں رکھتا ہے۔ اور اللہ کے لئے ہر طرح کے ایثار اور ہر طرح کی قربانی کو عمل میں لاتا ہے۔ اس لئے اس مقام جزا میں اس کو پوری آزادی دے دی جائے گی۔ اور اس کی ہر خواہش کو پورا کیا جائے گا۔

خود فطرت انسانی کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ اس محدود و قیود کی دنیا کے بعد ایک ایسی دنیا ہونی چاہئے۔ جو حدود نا آشنا ہو، جہاں کوئی قید اور پابندی نہ ہو۔ جہاں کامل سکون، اور کامل اختیارات ہوں۔

یہ واضح رہے کہ جنت ایک ارتقائی مقام ہے اور انسان وہاں تک اس وقت پہنچے گا۔ جبکہ اس کے خیالات، اس کے تصورات، جذبات و خواہشات نہایت لطیف ہو جائیں گے۔ اس کے روح اور

وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ
وَ كَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ۝
١٩- فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ
فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا
نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ
نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝
٢٠- وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ
لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ
يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۗ
وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ
فِتْنَةً ۗ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ
رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝

باپ دادوں کو بہرہ مند (آسودہ) کر دیا تھا یہاں تک کہ وُہ تیری یاد بھول گئے اور یہ تو ازلی ہلاک شدہ لوگ ہیں ۝
١٩- سو جو تم کہتے ہو اس میں تمہارے معبود تمہیں جھٹلا چکے سو اب تم نہ عذاب ہٹا سکتے ہو اور نہ مدد دے سکتے ہو۔ اور تم میں سے جس نے ظلم کیا۔ ہم اُسے بڑا عذاب چکھائیں گے ۝ ف١
٢٠- ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں۔ وُہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے تھے، اور ہم نے تم میں بعض کو بعض کے لئے فتنہ (یعنی آزمائش) بنایا ہے اگر تم ثابت رہتے ہو (یا نہیں)، اور تیرا رب دیکھتا ہے ۝ ف٢

اور ان کی مطلقاً کوئی خواہش نہ ہو۔ اس لئے لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۔ یعنی وہاں جو چاہیں گے اُن کے لئے میسّر ہوگا۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ دُنیا یہاں کی ہر چیز میسّر ہوگی۔ کیونکہ ہم خود یہ نہیں جانتے کہ وہاں کیا چاہیں گے۔ اور کن چیزوں سے نفرت کریں گے۔

ف١

میدان حشر میں یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی۔ کہ وہ جن کی یہاں عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنا معبود قرار دیتے ہیں۔ وہ معبود ان سے کامل بیزاری کا اعلان کریں گے اور کہیں گے۔ کہ ان کی گمراہی اور ضلالت کا ہم موجب نہیں۔ بلکہ یہ آسودگی اور فارغ البالی کی وجہ سے خدا کو بھول گئے تھے۔ اور گمراہ ہو گئے تھے۔

ف٢

اس آیت میں منصب نبوت کی تشریح ہے۔ بتایا ہے۔ کہ بشریت رسالت کے منافی نہیں۔ اور اس وقت تک جتنے پیغمبر آئے ہیں۔ سب انسانی لوازم و اوصاف سے متصف تھے۔ اور سب بشری تقاضوں سے مجبور تھے۔

حلِّ لغات

بُوْرًا - ہلاک ہونے والا۔ واحد اور جمع، مذکر اور مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بوار سے ہے۔ جس کے معنے تباہی کے ہیں۔